سوانح
نمونۂ سلف، عالمِ ربانی، ولیِ کامل، پیرِ طریقت
رہبرِ شریعت، سفیرِ اسلام، داعی الی اللہ
حضرت مفتی زین العابدین صاحب قدس اللہ سرہٗ
ملفوظات و بیانات
جلد دوم
مؤلف
صاحبزادہ مولانا محمد یوسف ثالث قریشی
(مدینہ منورہ)

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بندہ مؤلف (سوانح حضرت مفتی صاحب ﷫) قارئین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ بندہ نے سوانح حضرت مفتی صاحب ﷫ کے آخر میں اختتامی کلمات کے عنوان سے دوسری جلد کے پیشِ خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ بعض قابلِ احترام احباب کے تعاون ومحنت اور کوشش کے نتیجہ میں سوانح کی یہ دوسری جلد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ بیانات وملفوظات وغیرہ جمع کرنے والے اور کتاب کی تالیف میں تعاون کرنے والے تمام احباب کا بندہ مؤلف بہت بہت شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین احبابِ کرام کو دنیا وآخرت میں بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ **آمین ثمّ آمین**

بندہ مؤلف مولانا محمد یوسف ثالث

{مدینہ منورہ}

(نوٹ)

قارئین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ میری کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے اس مجموعہ میں جہاں جہاں کمی بیشی کی ضرورت محسوس فرمائیں تو ازراہِ کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر اُردو تحریر میں مطلع فرمائیں۔

نیز جن احباب کے پاس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و بیانات موجود ہوں وہ بھی اسی ای میل ایڈریس پر ارسال فرمادیں، تو نوازش ہوگی۔

bmw00966@yahoo.com

+ 966 50 852 4165

یا

mmwm2013@gmail.com

+ 92 322 625 1221

پیشِ لفظ

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خلیفۂ مجاز حضرت مفتی **زین العابدین** صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

حَامِداً وَّ مُصَلِّیاً وَّ مُسَلِّماً

مُرشدی ومولائی حضرت اقدس مفتی زین العابدین صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی سوانح کو بفضلہٖ تعالیٰ سب احباب و متعلقین اور دیگر تمام قارئین نے انتہائی محبت اور شوق کی نگاہ سے دیکھا اور کتاب کے مطالعہ کو اپنے ایمانی تسکین قلب کا ذریعہ قرار دیا۔ قارئینِ کرام کی طرف سے شدت شوق میں اس کی دوسری جلد (جس کا پہلی جلد کے آخر میں چھپنے کا اظہار کیا گیا ہے) کے جلدی چھپنے کا مطالبہ بھی شروع ہو گیا۔ جلد اوّل کا پہلا ایڈیشن تو کچھ ہی عرصہ میں شرف قبولیت پاکر ہاتھوں ہاتھ ہی نکل گیا۔ اسی لئے سوانح جلد اول کا دوسرا ایڈیشن جلد چھاپنا پڑا۔ اور چونکہ سوانح کی دوسری جلد کے چھپنے کا احباب کی طرف سے تقاضہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے مؤلفِ کتاب صاحبزادہ مولانا محمد یوسف ثالث حفظہ اللہ نے اس کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ چنانچہ دوسری

جلد کی کوشش شروع کردی گئی اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دوسری جلد بھی چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

دوسری جلد میں سوانح کے دیگر پہلوؤں کی نسبت زیادہ تر حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات درج کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ علمی، تحقیقی، ایمان افروز اور انتہائی دل نشین ہوتے تھے۔ اُمید ہے کہ قارئینِ کرام بیانات کے پڑھنے کے بعد اِن شاء اللہ ایسا ہی محسوس کریں گے۔ ربِّ کریم اپنے نیک بندوں، سلف صالحین کی محبت عطا فرمائے۔ اور ان کی اتباع میں ہدایت کے طریقہ پر اِستقامت نصیب فرمائے اور ہر طرح کی گمراہی کے فتنوں سے محفوظ فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ وَ ھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اٰمِیْنَ

بقلم بندہ غلام مصطفی غفرلہٗ
ادنیٰ خادم حضرت مفتی زین العابدین صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

منظوم کلام

وصفِ شیخ طریقت داعی الی اللہ

حضرت اقدس مفتی زین العابدین صاحب **نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ**

ایمان والی زندگی ، دعوت الی اللہ کام تھا
نماز بھی عجیب تھی ، کیا سجدہ کیا قیام تھا

علم دین کی ہو اشاعت، اس کا اہتمام تھا
ذکرِ الٰہی تھی غذا، اسی سے بس آرام تھا

چھوٹوں پر تو شفقت تھی، بڑوں کا احترام تھا
ہر عمل میں اخلاص تھا، یہ طرز بالدّ وام تھا

اسلام والی زندگی سب کے لئے پیام تھا
تھی استقامت دین پر، یہ مرتبہ مقام تھا

نام زین العابدین، داعی الی اللہ تھا لقب
ختم نبوت کی تو وہ شمشیر بے نیام تھا

اتباع شیخ کی یا رب ہمیں توفیق دے
جو ہمارا زندگی میں مقتدیٰ ، امام تھا

یا الٰہی شیخ کو تیرے فضل سے ہو آرام
جو کہ تیرے ہی لئے بے چین صبح و شام تھا

نتیجۂ فکر بندہ غلام مصطفیٰ غفرلہٗ

ادنیٰ خادم حضرت اقدس مفتی **زین العابدین** صاحب **نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ**

حضرت مفتی صاحب ؒ کا سلسلۂ بیعت اور روحانی شجرہ۔ جس میں شعر نمبر 3 حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب کا ہے جس کا حضرت کے متوسلین کے لئے اضافہ کیا گیا ہے۔

شجرۂ چشتیہ صابریہ امدادیہ خلیلیہ

{بحوالہ تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ}

یا الٰہی کن مناجاتم بفضل خود قبول		از طفیل اولیاء خاندانِ صابری
شاد فرما روح شاں از رحمت و رضوان خود		در جوارت دار ایشاں را بقرب دائمی
رحم کن بر حالِ من اے خدائے ذوالمنن		بہر زین العابدین داعیٔ دینِ نبی
ذکرِ قلبی کُن عطا اے قادرِ مطلق مرا		بہر مولانا زکریا صاحب سرِّ نبی
بہر مولانا خلیل احمد ملاذی فی غدی		ہم رشید احمد رشید باصفا وسیدی
بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم		عبدِ باری عبدِ ہادی عضد دیں مکی ولی
ہم محمدی و محب اللہ شاہ بوسعید		ہم نظام الدین جلال و عبدقدوس احمدی
ہم محمد ، عارف و ہم عبدحق شیخ جلال		شمس دین ترک وعلاءالدین فرید جودھنی
قطب دین و ہم معین الدین، عثمان وشریف		ہم بمودود و ابو یوسف محمد احمدی
بو سحاق و ہم بمشاد و ہُبیرہ نامور		ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دین		سید الکونین فخر العالمین بشریٰ بنی
پاک کن قلبِ مرا تو از خیالِ غیر خویش		بہر ذات خود شفایم دہ زا مراض دلی

ا۔ (ترجمہ) یا اللہ میری التجا کو اپنے فضل و کرم سے صابری خاندان کے بزرگوں کے طفیل قبول فرما۔

۲۔ (ترجمہ) یا اللہ تو میرے دل کو اپنے ماسوا کے خیال سے پاک کر دے اور اپنی ذاتِ عالی کے واسطہ سے مجھے دلی بیماریوں سے شفا عطا فرما۔

حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

غور وفکر کی دعوت

غور وفکر کرو کہ کس کام میں کتنا وقت دیا ہے۔ دنیا کی ہر چیز پر محنت ہو رہی ہے کہ کبھی اتنی محنت نہیں ہوئی۔ اصلی کام دعوت الی اللہ کا ہے یہ کام اس وقت ہوگا جب آدمی صحیح ہوں گے۔ ابھی تو رُخ درست کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ امّت اس وقت کفر کے دروازے پر کھڑی ہے۔ ان شاء اللہ زیادہ دیر کفر کا غلبہ نہیں رہے گا۔

انسانیت کے لئے امن کا پیغام

دعوت کی محنت ساری انسانیت کے لئے امن کا پیغام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں اگر اس پر آجاؤ تو یمن سے کنواری لڑکی چلے گی، زیور سے لدھی ہوگی، بیت اللہ تک آئے گی کوئی اس کی طرف میلی نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

بڑوں کی اتباع

جب اپنے بڑوں کی اتباع نہیں کی جاتی تو غیروں کے بڑوں کی اتباع کرنی پڑتی ہے۔

سب سے بڑا کام

سب سے بڑا کام انسان بننا اور بنانا ہے۔

جس کی نماز ٹھیک نہیں

جس کی نماز ٹھیک نہیں ہوسکی اس کی کوئی چیز ٹھیک نہیں ہوسکتی۔

ہر چیز کو اللہ کے نام پر قربان کرنا

جب تک ہر چیز کو اللہ کے نام پر قربان کرنا نہ آئے اس وقت تک آدمی کام والا نہیں بن سکتا۔

دو آمیوں میں فرق

ایک آدمی کو بلایا جاتا ہے وہ سب کام چھوڑ کر فوراً آجاتا ہے، دوسرا جس کام میں لگا ہوا تھا اس کو کر کے آتا ہے دونوں میں بہت فرق ہے۔

مقدم اور مؤخر کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔

دین ماحول سے آتا ہے

دین ماحول سے آتا ہے اگر ماحول میں دین ہوگا تو ہر طرف سے دین ملے گا۔ ماحول قربانیوں سے بنتا ہے، ماحول بنانے کے لئے جو قربانیاں کرنی ہوں گی ان کا بڑا درجہ ہے۔

ایمان پر عمل کے پھل ضرور آتے ہیں

میں نے سنا ہے کہ آم کا درخت سال میں ایک دفعہ ضرور پھل دیتا ہے اگر اس کا بور اُتار دیا جائے تو بھی دوبارہ آئے گا۔ اور دیر سے پھل دے گا لیکن سال میں ایک دفعہ ضرور پھل دے گا۔ اسی طرح ایمان پر عمل کے پھل ضرور آئیں گے۔

ایمان سیکھنے کا طریقہ

ایمان اس طرح سیکھو جس طرح سے حافظ جی بچوں کو قرآن سکھاتے ہیں۔

امت میں اختلاف پیدا کرنے والا

جہاں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا کمال ہے وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی محنت کا بھی کمال ہے اور جو شخص اس امت میں اختلاف پیدا کر رہا ہے وہ نبی ﷺ کی محنت کو ذبح کر رہا ہے۔

دعوت کا کام ہر صورت میں ہر قیمت پر کرنا ہے پھر اللہ ﷻ راہنمائی فرمائیں گے۔

اپنی قوم کا نعرہ لگانے سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہٹ جاتی ہے۔

روپے پیسے کی بنیاد پر زندگی گزارنا اسلام کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے علاوہ جتنے جذبے ہیں سب کو ختم کرنا ضروری ہے۔

جو جا رہا ہے بے بدل جا رہا ہے

حضرت علی میاں ؒ کا انتقال 31 دسمبر کو ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت مفتی صاحب ؒ کو بعد از عصر ملی، عصر سے مغرب تک یہی تذکرہ مجلس میں ہوتا رہا۔ خدّام حضرت کے غم کو کم کرنے کوشش میں مختلف عنوانات سے عرض و معروض کرتے رہے۔ حضرت نے اس موقع پر یہ جملہ خاص طور سے ارشاد فرمایا ’’جو جا رہا ہے بے بدل جا رہا ہے‘‘، علی میاں کا بدل شاید امت کو صدیوں بعد ملے۔ امت بدل مانگ بھی نہیں رہی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدل مل بھی نہیں رہا۔

مزید فرمایا جب امت خیر پر تھی تو امام ابوحنیفہ ﷫ کا جس رات انتقال ہوا اسی رات امام شافعی ﷫ کی پیدائش ہوئی۔ چونکہ اب امت اپنے بڑوں کی قدر نہیں کر رہی اس لئے اللہ بڑوں کو واپس بُلا رہا ہے اور بدل کوئی نہیں مل رہا۔

اتباع سنت ہی دین ہے

حضور ﷺ نے جس وقت جو کہا جتنا کہا صرف وہی سنت ہے اور عمل کی چیز ہے۔ اگر کسی ایسے عمل کو جو سنت نہیں یا سنت سے زیادہ ہے اہتمام کیا تو یہ بدعت سیئہ ہو جائے گی۔

چنانچہ ایک صحابی ﷛ نے آپ ﷺ سے بیان کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے ہفتہ میں دو دفعہ بیان کی اجازت فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ کتنا بیان کرنا ہے۔ لوگوں نے روزانہ بیان کرنے کا مطالبہ کیا تو اس صحابی ﷛ نے فرمایا میں صرف دو دن بیان کروں گا اور اتنا ہی کروں گا جتنا حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب ﷫ نے فرمایا صرف اتباعِ سنت ہی دین ہے باقی بدعت ہے۔

اگر دل و دماغ کو ذکر اللہ کا پانی مل جائے

ایک مرتبہ بیعت کے بعد فرمایا، دعوت سے ہدایت ملتی ہے اور دین کا فہم پیدا ہوتا ہے۔ مزید فرمایا زمین کو پانی مل جائے تو اس میں روئیدگی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد گنے کی محنت کی جائے تو گنا مل جائے گا۔ گندم کی محنت کی جائے تو گندم مل جائے گی۔

اسی طرح اگر دل و دماغ کو اللہ کے ذکر کا پانی مل جائے تو جس چیز کی محنت

کرو گے وہی چیز حاصل ہو جائے گی۔ دعوت کی محنت کرو گے تو ایمان ملے گا۔ نماز کی محنت کرو گے تو نماز ملے گی۔ اخلاق کی محنت کرو گے تو اخلاق ملیں گے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ایک صاحب نے کہا کہ مفتی صاحب! یہ تبلیغی جماعت والے صرف امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہی عن المنکر نہیں کرتے؟ حالانکہ ہمارے اکابر کا طریقہ دونوں کام کرنے کا تھا مثلاً حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دونوں کام کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہو وہ دونوں کام کرے ورنہ ایک کام امر بالمعروف کا ہی کرے۔ پھر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قوتِ ایمانی اور جرأتِ ایمانی پر ان کے بعض واقعات سے روشنی ڈالی۔

حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

فرمایا ایک مرتبہ استاد محترم حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تعزیتی جوابی خط لکھوایا پھر صاحبزادے سے فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ تو انہوں نے سنایا۔

ایک جگہ پر سن کر فرمایا کہ یہ لفظ ''بہت'' کاٹ دو۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ بات سمجھ نہیں آئی؟ حضرت نے فرمایا کہ میں نے دل کی طرف دیکھا تو صدمہ ہوا تھا مگر بہت نہیں ہوا تھا اور جس طرح جھوٹ بولنا جائز نہیں اسی طرح لکھنا بھی جائز نہیں اس لئے لفظ ''بہت'' کٹوایا ہے۔

بڑوں کی تعریف کرنا دراصل مانگنا ہی ہوتا ہے

فرمایا کہ جب حدیث شریف پڑھی کہ بہترین دعا عرفہ کے دن '' لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ" ہے۔

توسمجھ میں نہ آیا کیونکہ ان کلمات میں تو کچھ مانگا ہی نہیں گیا۔ پھر بعد میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ بڑوں کی تعریف کرنا دراصل مانگنا ہی ہوتا ہے۔

سالانہ تعلیمی چھٹی ہوتی ہے دین کی چھٹی نہیں ہے

دارالعلوم کی سالانہ چھٹیوں کے موقع پر طلباء سے فرمایا کہ تمہیں مدرسہ سے تعلیمی چھٹی ملی ہے۔ دین کے باقی کاموں کی چھٹی نہیں ملی۔

گھر جا کر نمازوں کا اہتمام کرنا۔ تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا، والدین کی خدمت کرنا۔ اسی طرح دین کے جو باقی کام ہیں وہ سب کرنے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ کو دعوت کے کام کی کتنی بیقراری تھی

فرمایا جب مولانا محمد الیاس صاحب ؒ آخری وقت میں بہت بیمار اور کمزور ہو چکے تھے۔ تو ایک دفعہ ہم خدام حضرت کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرت نے ہمیں مخاطب کر کے پوچھا کہ تم میرے بعد دعوت کا کام کیسے کرو گے؟

اس وقت جب کہ سارے خاموش تھے تو مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحب ؒ نے عرض کیا حضرت! میں دعوت کا کام ایسے کروں گا کہ کوئی کرے نہ کرے میں ضرور کروں گا۔

حضرت نے فرمایا کہ بس بس میں یہی کہتا ہوں کہ اس کام کو اپنا کام اس طرح بنالو کہ جس طرح کھانا پینا اپنا کام ہے کہ کوئی کھائے نہ کھائے میں نے کھانا ہے

کوئی پئے نہ پئے میں نے پینا ہے۔ایسے ہی یہ میرا کام ہے کوئی کرے یا نہ کرے میں نے کرنا ہے۔

محنت میں کوتاہی پر نصیحت

لالیاں ضلع جھنگ میں ہماری دو مربع زمین تھی جو میں نے آپ سے دو ہزار میں ٹھیکے پر لی اور ڈیرے پر سب بیٹھنے والوں کی موجودگی میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ ڈیرے کی چابی لو اور تم چونکہ عالم ہو اس لئے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ جتنی پیداوار کی صلاحیت موجود ہے اگر تم نے اس پر محنت میں کوتاہی کی، تو اس پر قیامت میں تمہاری پکڑ ہوگی۔ (اس بات کو میں ہمیشہ سوچتا ہوں اور ہر جگہ فٹ آتی ہے کہ ہر وہ چیز یا ہر وہ انسان جس کو اللہ نے جو صلاحیت دی ہے اگر وہ اس کو اس کے مطابق صحیح استعمال نہیں کرتا ہے تو اس پر اس کی قیامت میں پکڑ ہوگی۔)

خوش طبعی

جب آپ علیہ الرحمۃ کا 2001ء میں لاہور میں پراسٹیٹ کا آپریشن ہوا تو اگلے روز ڈاکٹر منیر مغل صاحب نے معاینہ کیا اور فرمایا مفتی صاحب! ماشاء اللہ آپریشن تو بہت اچھا ہو گیا اب آپ روزانہ دس سے بارہ گلاس مختلف مشروبات پئیں تا کہ پیشاب کی مقدار زیادہ ہو جائے اور مثانہ جلدی صاف ہو جائے۔تو خوش طبعی کے طور پر آپ نے
فرمایا ڈاکٹر یار دو، دو کام ہم سے نہیں ہوتے میں پانی پیئے جا تا ہوں تو پیشاب کئے جا۔

ڈیوٹی ٹائم آٹھ گھنٹے ہوگا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھائی شفیع صاحبؒ علیہ الرحمۃ زینت مل فیصل آباد والوں کی مسجد میں مولانا مجاہد الحسینی زید مجدہ کو بطور امام مقرر کیا اور وہ اہتمام کرتے رہے۔ ایک دفعہ بھائی شفیع صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فون کیا کہ مجھے ایک پریشانی ہے میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عصر میں آجائیں چائے بھی پئیں گے اور بات بھی کریں گے۔

چنانچہ عصر کے بعد جب ملاقات ہوئی تو چائے کے دوران حاجی شفیع صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! میں ایک ولایت پڑھا منشی رکھ بیٹھا ہوں مِل کے حساب کے لئے،مگر اس نے ایک مشکل پیدا کر دی ہے،وہ کہتا ہے کہ جتنا عملہ تنخواہ لیتا ہے ہر ایک اپنی حاضری لگا تا ہے،لہٰذا امام صاحب بھی چونکہ تنخواہ لیتے ہیں اس لئے وہ بھی اپنی حاضری لگائیں۔اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں کیسے امام صاحب کو کہوں کہ وہ اپنی حاضری لگائے۔اس لئے میں بہت پریشان ہوں کہ اب میں کیا کروں؟

(سبحان اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت کے عالم میں چرچے تھے ہی کیا خوب جواب دیا) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر ملازم چونکہ آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے اور اس کے آنے جانے کی حاضری لگتی ہے اور اس کو آٹھ گھنٹے کی تنخواہ ملتی ہے،اس لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے میں مولانا سے کہہ دیتا ہوں اور وہ حاضری لگایا کریں گے،ڈیوٹی ٹائم آٹھ گھنٹے ہوگا باقی منشی صاحب کو اوور ٹائم لکھنا ہوگا اس کا الگ حساب دینا ہوگا۔

بھائی شفیع صاحب علیہ الرحمۃ جواب سن کر بہت خوش ہوئے فرمایا مفتی صاحب

اب میں منشی صاحب کوٹھیک کرلوں گا۔

دعوت کا عجیب اندازِ حکمت

آپ ؒ سن 1985ء میں جب ملائشیا تشریف لے گئے تو وہاں کے احوال سننے کے بعد آپ نے ساتھیوں کو وہاں کے بادشاہ جناب مہاتیر محمد صاحب سے ملاقات کی ترتیب بنانے کو فرمایا۔

چنانچہ ملاقات ہوئی۔آپ ؒ نے فرمایا آپ کو ہمارے موجودہ دعوت و تبلیغ کے کام میں کیا اشکال ہے،اور آپ کیوں رکاوٹ بنتے ہیں؟ جس پر جناب مہاتیر محمد صاحب نے جواب میں فرمایا میں تو رکاوٹ نہیں ہوں۔ ہمارے علماء اور شرعی کورٹ کے ججز صاحبان جو ہمیں بتاتے ہیں ہم اس کے مطابق کرتے ہیں لہذا اس موضوع پر آپ نے کوئی بات کرنی ہوتو اس کا جواب وہ دیں گے۔آپ ؒ نے فرمایا ان کو جمع کرنے کا آپ حکم فرمادیں۔

لہذا اگلے ہی روز کوالالمپور میں علماء اور شرعی کورٹ کے ججز صاحبان کو ایک جگہ جمع کیا گیا آپ ؒ نے فرمایا کہ جب میں ہال میں داخل ہوا تو بہت لمبا ہال تھا جس میں بہت بڑی تعداد علماء اور ججز صاحبان کی جمع تھی، چنانچہ آپ ؒ نے بیان شروع فرمایا ابھی چند منٹ ہی بیان فرمایا تھا کہ ایک جج صاحب نے کھڑے ہو کر سوال کرنا چاہا اور یوں کہا مفتی صاحب! پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں پھر بیان کریں۔

آپ نے فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں میں بیان پورا کرلوں، ہوسکتا ہے کہ آپ کے سوال کا جواب میرے بیان میں ہو۔ مگر جج صاحب نے اصرار کیا کہ پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں گے پھر آپ بیان کریں گے۔

(اور جج صاحب کا یہ انداز وہاں کی قومی ادبی تربیت کے بالکل برعکس تھا جس کو سب نے بہت برا منایا) چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جج صاحب کو سوال کرنے کی اجازت دی۔

جج صاحب نے فرمایا مفتی صاحب! ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے یہاں کے نوجوان آپ کے ملکوں میں جاتے ہیں اور وہاں سے واپس پر انہوں نے ٹوپی پہنی ہوتی ہے پگڑی باندھی ہوتی ہے مسواک لگائی ہوتی ہے اور جب اذان ہوتی ہے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لئے چلا جاتا ہے، کبھی وہ تین دن کے لئے چلا جاتا ہے، کبھی وہ چالیس دن کے لئے چلا جاتا ہے، یہ سب کیا ہے؟

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان کو جواب دینے سے پہلے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک لطیفہ سنانا چاہتا ہوں پھر میں ان کا جواب دوں گا؟ سب نے جی میں سر ہلایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بڑے آدمی نے ایک کلو مرغی منگوائی اور اپنے ملازم کو کہا کہ اس کو فلاں طریقے سے پکاؤ۔ ملازم نے جب اس طریقے سے مرغی پکانا شروع کی تو اس کی خوشبو نے اتنا زیادہ اثر کیا کہ وہ ملازم مرغی پکاتے پکاتے ساری مرغی کھا گیا۔

جب بڑے صاحب نے کھانا طلب کیا تو ملازم نے مرغی کی جگہ دال لاکر سامنے رکھ دی جس پر اس کو تعجب ہوا اور وہ غصے سے بولا مرغی کہاں ہے؟ جس پر ملازم نے جواب دیا کہ صاحب وہ بلی کھا گئی اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ قریب ہی کرسی کے نیچے بلی بیٹھی ہوئی تھی صاحب نے اس بلی کو پکڑ لیا اور ملازم کو کہا کہ ترازو لاؤ اور اس بلی کا وزن کرو، چنانچہ جب ترازو لایا گیا اور بلی کا وزن کیا گیا تو بلی ایک کلو کی تھی تو صاحب نے کہا اگر یہ بلی ہے تو مرغی کہاں ہے؟ اور اگر یہ مرغی ہے تو بلی کہاں ہے؟

چنانچہ پورے ہال میں بہت بڑا قہقہہ لگا اس پر والد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس جج صاحب سے فرمایا کہ میں ایک تبلیغ والا یہاں لاکر آپ کے بیچ میں کھڑا کرتا ہوں جس کی عادات وہ ہوں جن کا آپ نے ذکر کیا ٹوپی، پگڑی، نماز، سہ روزہ، چلہ، تو آپ سب شرعی کورٹ کے ججز ہیں آپ فیصلہ فرمادیں اور میں اس کو تسلیم کرلوں گا کہ جو آپ کہہ رہے ہیں اگر وہ دین ہے تو یہ کیا ہے اور اگر یہ دین ہے تو وہ کیا ہے؟ چنانچہ پورے مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا تو سب نے ادباً کہا کہ آپ اپنا بیان جاری رکھیں ہمارا اشکال دور ہوگیا، **بِحَمْدِ اللّٰهِ وَبِعَوْنِہٖ وَبِکَرَمِہٖ** آج ملائیشیا کے ہر کونے، خطے میں دعوت الی اللہ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

(شفیق باپ اور بہترین مربی)

ہمارے بہنوئی مفتی ضیاء الحق صاحب مرحوم کا تعلق ایک امریکن مسلم سنیٹر سے تھا 1988ء میں مفتی ضیاء الحق صاحب مرحوم جب امریکہ گئے تو سنیٹر صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ سنسنیٹی (جو کہ امریکہ کا ایک ٹھنڈا شہر ہے) کے لئے پاکستان سے

قرآن مجید سنانے کے لئے دو حفاظ بھیجیں جس میں انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی مولوی انعام الحق اور میرا نام منتخب کیا۔

چنانچہ ہم دونوں کو ایک امریکن ایمبیسی سے ایک سال کا ملٹی پل ویزہ مل گیا اور یکم رمضان کو سیٹیں بک ہوگئیں۔

پہلی تراویح پڑھنے کے لئے ابا جان ؒ اور مفتی ضیاء الحق صاحب مرحوم اور میں ایک گاڑی میں جامع مسجد کچہری بازار کے لئے روانہ ہوئے راستے میں مفتی ضیاء الحق مرحوم نے امریکہ جانے کا سبب اور اہمیت بتلائی۔ اور ہم دونوں کے لئے اجازت چاہی کہ انعام الحق اور مولوی یوسف ثالث دونوں چلے جائیں؟

ابا جان ؒ نے تھوڑا سکوت فرما کر فرمایا کہ ثالث کا ابھی سال نہیں لگا اس کا جانا مناسب نہیں اور انعام کا سال لگ گیا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں۔

تو اس پر مفتی ضیاء الحق مرحوم نے دوبارہ سفارش کی ، کہ یوسف ثالث 1981ء سے ہر سال چلہ لگاتا ہے، اور مقامی کام بھی کرتا ہے اس لئے یہ سال والوں کے برابر بلکہ ان سے بھی بہتر ہے، اس لئے آپ اجازت دے دیں۔

اس پر فرمایا، ہم نے بغیر سال لگائے بچوں کو باہر نہ بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ بغیر سال لگائے باہر جا کر اللہ اللہ کہنے کی یاد بھول جاتی ہے اور ڈالر ، ڈالر یاد ہو جاتی ہے۔

بحمد اللہ تراویح کے بعد واپس آکر سیٹ کینسل کروادی اور ٹکٹ واپس کر دی۔ اور پاسپورٹ دراز میں واپس سنبھال کر رکھ دیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ بڑوں کی اطاعت میں ہی کی کامیابی ہے۔

شدید بیماری کی حالت میں بھی دینی فکر اور یادِ الٰہی میں استغراق

شدید بیماری کے ایام میں حضرت مفتی صاحب ﷫ کے ایک حاضر باش خادم کا بیان ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اس سعادت سے نوازا کہ حضرت مفتی صاحب ﷫ کی خدمت میں تقریباً 2 مہینے رہا۔ ان دنوں میں حضرت مفتی صاحب ﷫ شدید علیل تھے۔ احباب کی پہچان اور نمازوں کے اوقات کا بھی پتہ نہیں چلتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ہر رات 3 بجے آنکھ کھل جاتی۔ لیٹے لیٹے ذکرِ الٰہی جہراً شروع فرما دیتے۔

فجر کے وقت اذان و نماز پھر بیان کبھی اردو میں اور کبھی عربی میں، مفتی صاحب ﷫ اپنے خیال میں ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کسی بڑے اجتماع میں بیان فرما رہے ہیں۔ بیان کے بعد فرماتے 4 ماہ کے ارادے لکھو، میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے حافظ صاحب ارادہ لکھواؤ۔

بیماری کے دوران کبھی کبھی تو بے اختیار فرماتے کہ نظام الدین لے چلو۔ پھر چارپائی سے اترنے لگتے۔ پھر بندہ بھائی یوسف رابع صاحب کو اطلاعاً عرض کرتا۔ بھائی یوسف صاحب بڑے مزاج شناس تھے۔ گاڑی میں بٹھا کر دارالعلوم فیصل آباد لے جاتے (ان کے ذہن میں یہ تھا کہ گویا نظام الدین لے جا رہے ہیں۔) تمام طلباء مصافحہ کرتے۔ پھر فرماتے اب پاکستان چلو۔ پھر گھر واپس لاتے۔

کبھی ذکرِ الٰہی میں بے حد مستغرق ہوتے اور زیادہ تر یہ کلمات پڑھتے" **یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ** "بندہ روٹی یا ثرید کا نوالہ حضرت مفتی

صاحب ؒ کے منہ میں رکھتا تو حضرت مفتی صاحب کے ذکر میں استغراق کی وجہ سے نوالہ گر جاتا۔

ہمیشہ ذکرِ الٰہی اور فکرِ دین میں رہتے تھے۔اور کبھی کبھی تو فرماتے حاجی صاحب! سبّی کا اجتماع کب ہے؟ لاہور کا اجتماع سر پر ہے۔ٹکٹیں خریدی ہیں یا نہیں؟ یہ کام یوسف رابع کے ذمہ کر دو۔

یعنی ان دو مہینوں میں کبھی بھی حضرت مفتی صاحب ؒ کی زبان پر دنیا کی کوئی بات نہیں سنی۔ہر وقت ذکرِ الٰہی میں ہیں، یا رائے ونڈ کی بات، اجتماع کی بات، پُرانوں کا جوڑ کب ہے؟ اجتماع سر پر ہے، ہر وقت تبلیغی فکر میں مشغول پایا۔

دینی حمیت میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم واقعات

(ماخوذ از ڈائری)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

1944ء میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے کام سے مناسبت ہوگئی تھی اس لئے کبھی سیاسی مشغلہ نہیں رہا اور نہ ہی مناقشات مذہبی سے مناسبت ہوئی البتہ چند مواقع ایسے آئے کہ دینی حمیت اور ضرورت دینی کے پیش نظر شریک ہوا۔

علماء کے وقار کا سوال

سب سے پہلے جمیعت علماء ہند کی لاہور میں کانفرنس مسلم لیگ وغیرہ نے روک دی اس وقت طے یہ ہوا کہ گردونواح میں چھوٹی کانفرنسیں ہوں تا کہ لاہور کانفرنس کامیاب ہو۔ اس وقت امرتسر میں بندہ (حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے مولانا

ثناء اللہ صاحب ؒ سے عرض کیا کہ جمعیت بنانی ہے۔ علماء کے وقار کا سوال ہے، مرحوم نے فرمایا کہ میں تیار ہوں۔

چنانچہ وہ (مولانا ثناء اللہ صاحب ؒ) صدر بنے اور بندہ (حضرت مفتی صاحب ؒ) ناظم اعلیٰ بنا اور امرتسر میں کامیاب کانفرنس کی۔ جس میں مولانا احمد سعید صاحب دہلوی ؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی صاحب ؒ تشریف لائے اور پھر لاہور کانفرنس کامیاب ترین کانفرنس ہوئی اور ہماری یہ جمعیت بھی وہیں ختم ہوگئی۔

عائلی قوانین کا مسئلہ

صدر محمد ایوب خان کے زمانے میں عائلی قوانین کا مسئلہ چلا۔ یہ مسئلہ بھی خالص دینی تھا۔ اس میں بھی وقت لگایا اور راولپنڈی رہ کر وزراء ممبران قومی اسمبلی، سپیکر، ڈپٹی سپیکر وغیرہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کو اس مسئلہ پر قائل نہ کر لیا ہو۔

مرزائیوں کا طلبہ پر حملہ اور عالمی تحریک

مئی 1974ء میں ربوہ اسٹیشن پر بدکار مرزائیوں نے طلبہ پر حملہ کیا اور زخمیوں کو چناب ایکسپریس سے لائل پور (فیصل آباد) منتقل کیا گیا۔ پھر پہلی پریس کانفرنس ہوئی اور عالمگیر تحریک بن گئی جس میں از اوّل تا آخر بحمد اللہ شرکت رہی۔ یہ خالصتاً دینی مسئلہ تھا اور حمیت دینی کا یہی تقاضا تھا جو بحمد اللہ پورا ہوا۔

تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں (وزیرِ اعظم پاکستان سے ملاقات)

ذوالفقار علی بھٹو نے اسلام آباد بلایا۔ میں نے حکیم عبد الرحیم اشرف صاحب مرحوم سے رائے لی کہ کیا کرنا چاہئے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ بھٹو سے ملنا چاہئے۔ اس لئے میں ان کو ساتھ لے کر اسلام آباد ملاقات کے لئے چلا گیا۔ ہمارے

جانے پر وہ اٹھ کر ملے۔ پاس بٹھایا اور بیٹھتے ہی کہنے لگے کہ ''مفتی صاحب! سارے مسائل میری ہی جھولی میں ڈال دیئے ہیں؟'' میں نے کہا جھولی میں ڈالنے کی بات نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح '' حکومت کے اندر حکومت'' بغاوت ہے اسی طرح حضور ﷺ کے دورِ نبوت میں نبوت کا دعویٰ اور اس کی تصدیق بھی بغاوت ہے اور رب کریم نے ایسی بغاوتوں کو ہمیشہ فرو کیا ہے۔ اور اب بھی اس بغاوت کو یقینا فرو کرے گا۔ جی چاہتا ہے کہ یہ بغاوت آپ کے ہاتھ سے فرو ہو۔

حالات کی سازگاری کا مشورہ

حضرت مفتی صاحب ؒ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ میں نے بھٹو سے کہا کہ آپ کے لئے حالات زیادہ سازگار ہیں۔ کہنے لگے کہ حالات تو سخت ناسازگار ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں حالات سازگار ہیں اور اس کی چار وجہیں ہیں۔

(1) جو آئین آپ کے پاس ہے یہ کسی کے پاس نہ تھا۔ اس کی رو سے جس کا آپ نے حلف اٹھایا ہے۔ انہیں غیر مسلم قرار دینا سازگار ہے۔

(2) آپ کہتے ہیں کہ جو عوام کہیں وہ کرنا ہے میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر جس قدر عوام جمع ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کسی بھی مسئلہ پر پہلے ایسا نہیں ہوا۔

(3) ظفر اللہ اور ناصر کے باغیانہ بیان نے آپ کے ہاتھ اور مضبوط کر دیئے ہیں۔

(4) ربوہ اسٹیشن کا واقعہ ان پر ہاتھ ڈالنے کا بہت ہی اچھا اور نادر موقع ہے۔ ہمت کر کے ہاتھ ڈالو۔

اِصلاحِ معاشرہ کا ایک عجیب قصہ 2 جنوری 1962ء

لائل پور (فیصل آباد) میں اِصلاح معاشرہ کے نام سے انجمن بنائی اور سامنے یہ بھی تھا کہ لائل پور (فیصل آباد) میں چکلہ نہ رہے۔ رب کریم کا احسان ہوا کہ چکلہ میں 41 عورتیں اٹھا کر ان کی تربیت بھی کی اور ان کے نکاح بھی کئے اور آخر میں یہ چکلہ صاف ہوا۔ اور اس کا نام پاک بازار رکھا گیا۔ یہ بھی اصلاحِ معاشرہ کا ایک عجیب قصہ تھا۔ (ربِّ کریم نے کامیاب فرمایا)

نوٹ: اس موقع پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر بھی ہے اس کا عکس یہاں شائع کیا جارہا ہے جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط بھی موجود ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا عکس

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ڈائری کے چند اوراق

دعوت وتبلیغ کی عظیم محنت میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کثیر ممالک میں بیشتر سفر فرمائے۔ ان اسفار کا کچھ حصہ تو حضرت کی سوانح جلد اوّل میں لکھا جا چکا ہے۔ (یہ حصہ ڈائری کے آخر سے لیا گیا تھا) اور اب اس دوسری جلد میں حضرت کی ڈائری کے شروع کے صفحات سے اسفار کی تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

نظام الدین کی آمدورفت اور تبلیغی ذوق

چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد نظام الدین کی آمدورفت نے تبلیغی ذوق بڑھا دیا چنانچہ 1946ء میں ایک سال کے لئے نظام الدین چلا گیا اور امرتسر کے اپنے مدرسہ اشرف المدارس کا انتظام مولانا عبدالرحمن صاحب کے حوالے کیا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی اسفار

اور جون 1947ء کو نظام الدین والوں نے میرا حجاز جانا طے کر دیا تھا۔

چنانچہ جولائی 1947ء کو کراچی سے بحری جہاز میں حجاز روانہ ہوا۔ اڑھائی سال حجاز میں قیام رہا اور 14 دسمبر 1949ء کو جدہ سے مصر روانہ ہوا۔ قاہرہ میں پاکستانی قونصل خانہ سے انٹرنیشنل پاسپورٹ نمبر 6119 بتاریخ 14 فروری 1950ء کو حاصل کیا۔ یہ وزیر مغوض سیٹھ عبدالستار صاحب کی خاص عنایت تھی۔ 16 دسمبر 1949ء کو جدہ سے روانہ ہو کر 19 دسمبر صبح سویس پہنچے جموک سے فارغ ہو کر عصر کے وقت قاہرہ پہنچے۔ سویس سے قاہرہ 120 کلومیٹر ہے۔ قاہرہ میں تکیہ ہندیہ نمبر 49 درب الاحمر باب الوزیر میں قیام رہا۔

21 فروری 1950ء طب الحدید سے قاہرہ سے 8:30 بجے قطار سریع پر پچاس قرش مصری سے درجہ ثالثہ کا ٹکٹ لے کر 11 بجے اسکندریہ پہنچے جہاز کا معاملہ طے کیا پھر درجہ رابعہ کا چار گنا پنتالیس قرش مصری ادا کیا اور 22 فروری 1950ء کو عصر کے وقت جہاز روانہ ہو کر صبح کو بیروت پہنچ گیا۔ فندق اندلس سوق الخضروات میں قیام رہا۔ بیروت بندرگاہ ہے اور خوبصورت بندرگاہ ہے۔ بیروت لبنانی حکومت کا دارالخلافہ ہے۔ اس کے گرد طرابلس، بعلبک، سیدہ، حامدون، عالیہ وغیرہ بہترین شہر ہیں۔ چنانچہ 2 مارچ 1950ء کو لاری سے تین گھنٹے میں دمشق پہنچے، تکیہ ہندیہ باب الجابیہ مین قیام رہا، 8 مارچ کو دمشق سے بذریعہ بس 8 گھنٹے میں عمان آئے، یہاں پر فندق حجاز میں قیام رہا۔ 9 مارچ کو بذریعہ بس چار گھنٹے میں قدس حاضری ہوئی اور یہاں الخلیل، بیت اللحم، نابلس وغیرہ میں بھی حاضری ہوئی۔ چنانچہ 14 مارچ 1950ء کو عمان سے واپس آئے اور عراق کا ویزہ لیا۔ اور 16 مارچ کو قبل الظہر ٹرک سے روانہ ہو کر 17 مارچ کو بعد العشاء بغداد پہنچے۔ یہاں 24 مارچ تک قیام رہا۔ پھر 24 مارچ کی شام گاڑی سے روانہ ہو کر صبح بصرہ پہنچے۔ پھر 26 مارچ کو صبح دس بجے جہاز روانہ ہوا۔ خرما، ابداں، کویت سے ہوتے ہوئے 28 مارچ بوقت ظہر بحرین پہنچے۔

22اپریل1950ءکوبحرین سے سوار ہوکر بعدالعصر کراچی اترے۔گویا ہم نے 22اپریل1950ءکوپہلی دفعہ پاکستان دیکھا چند مہینے یہاں قیام رہا۔

دوماہ دہلی گزارکر 12ستمبر 1950ءکوبذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے پھرجدہ پہنچے، حج کیا، حرمین الشریفین میں حاضری ہوئی، اورمختصر قیام کے بعد 4نومبر 1950ء کومدینہ طیبہ سے بذریعہ ہوائی جہاز 3:30 گھنٹے میں دمشق آئے۔دمشق، بیروت، بیت المقدس کے گردونواح میں کام کرتے رہے اور ماشاء اللہ خوب کام ہوا۔ پھر 24نومبر کو کچھ احباب کراچی روانہ ہو گئے۔اورہم 26نومبر 1950ءکوحمص، حماہ، حلب سے ہوتے ہوئے یکم دسمبر کوانقرہ پہنچے۔یہاں پربھی کام کرتے رہے اورخوب کام ہوا۔ چنانچہ 6دسمبر کواستنبول گئے اور 13دسمبر کو پھرانقرہ واپس آئے۔15دسمبر 1950ءبروزجمعرات شام کوگاڑی میں سوار ہوکر 18دسمبر بروز اتوار صبح بغداد پہنچے۔ یہاں پربھی دعوت کاخوب کام ہوا۔ چنانچہ 22دسمبر کوبصرہ پہنچے، اسی دن جہاز پرسوار ہوکر 23دسمبر 1950ءبروز ہفتہ کراچی پہنچے۔

رب کریم نے ان طویل اسفار میں سے کوئی ایک قدم بھی قبول فرمالیا تو انشاءاللہ باعثِ نجات ہوگا۔

شوال 1370ھ بمطابق جولائی 1951ءمیں اللہ رب العزت نے شادی کی صورت پیدافرمائی۔اس کے عجائبات میں سے یہ کہ خطبۂ نکاح میں نے خود پڑھا۔اورکل 170روپے خرچ ہوئے۔اورالحمدللہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں اللہ تعالیٰ نے عطافرمائیں۔

چنانچہ رمضان المبارک 1371ھ بمطابق جون 1952ءکو ہندوستان کا سفرہوا۔

14رمضان المبارک کواچانک حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاصاحب

زید مجدھم نے بلایا، اور اجازت مرحمت فرمائی جس کا مجھے اپنی نااہلی کی بنا پر وہم وگمان بھی نہ تھا۔

رب کریم ان کے اس فیصلہ کی برکت سے کوئی صلاحیت پیدا فرما دے تو بعید نہیں۔

پھر قسمت نے یادآوری کی اور 24 فروری 1953ء بمطابق 6 جمادی الثانی 1373ھ کو ہوائی جہاز سے عمرہ کے لئے گیا۔ عمرے کا موقع تھا حرمین الشریفین حاضری دی اور کچھ قیام کیا چنانچہ پھر 23 مارچ 1953ء بمطابق 7 رجب 1373ھ کو واپس بذریعہ ہوائی جہاز کراچی آیا۔ چنانچہ اپریل 1953ء سے اگست 1953ء تک اندرورن ملک کام کیا۔

پھر اگست 1953ء بمطابق 25 ذیقعدہ 1373ھ کو سفرِ ہند ہوا۔ جس میں سہارنپور، رائے پور، دیوبند، دہلی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ 21 ستمبر 1953ء بمطابق 12 محرم الحرام 1373ھ کو واپس لاہور آیا۔

28 صفر 1379ھ بمطابق 2 ستمبر 1950ء بروز جمعرات کراچی سے بحری جہاز پر بمع رفقاء روانہ ہوئے اور سفر حجاز بحرین سے آگے ہوئی جہاز پر ہوا۔ ظہران سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی رفاقت میں سفر ہوا۔ چنانچہ حجاز حاضری ہوئی عمرہ ادا کیا اور پھر 28 اکتوبر 1950ء بمطابق 25 ربیع الثانی 1379ھ کو بحری جہاز سے کراچی پہنچے۔

23 اپریل 1961ء بمطابق 7 ذوالقعدہ 1380ھ بروز اتوار عزیز محمد عاشقین صاحب کے ساتھ بحری جہاز میں کراچی سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ پھر حج سے پہلے کچھ محنت کی اور پھر فرائضِ حج ادا کئے۔ چنانچہ 5 صفر 1381ھ بمطابق

19 جولائی 1961ء بروز بدھ لائل پور (فیصل آباد) واپس پہنچا۔

30 اکتوبر 1961ء کو عمرہ کے لئے گیا، حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس سفر میں غلام محمد مرحوم سے شاہی محل میں ملاقات ہوئی۔ اور اس کے بعد 18 دسمبر 1961ء کو واپس لائل پور (فیصل آباد) واپس پہنچا۔

19 جنوری 1962ء بمطابق 15 رمضان المبارک 1381ء کو مدرسہ حفظ القرآن کا آغاز ہوا جو اب دارالعلوم فیصل آباد ہے۔

30 مارچ 1964ء لائل پور سے کراچی روانہ ہوئے اور پھر کراچی سے 2 اپریل کو 4 بجے بعد نماز ظہر روانہ ہوئے۔ اور عصر کی نماز آخر وقت پر جدہ میں اتر کر پڑھی اور پھر مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ رات کو عمرہ کیا اور 8 مئی کو مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئے، رات بدر میں رہے اور 10 مئی کو مدینہ طیبہ پہنچے۔

13 جون کو مدینہ طیبہ سے پھر مکہ معظّمہ آئے اور 25 جون تک مکہ معظّمہ رہے۔ 25 جون کو قبل از دوپہر ہوائی جہاز پر جدہ سے روانہ ہو کر مغرب میں کراچی پہنچے اور 28 جون کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

30 جون 1964ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ لائل پوری تشریف لائے۔

31 جون بدھ کا دن بندہ کے مکان پر گزارا۔ اور قبل المغرب سرگودھا برائے ڈھڈیاں تشریف لے گئے۔ اس سفرِ حج کی خصوصیت یہ ہے کہ پورا سفرِ حج مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کے ساتھ گزارا............(رب کریم قبول و منظور فرمائے)۔

ربِّ کریم نے ایک بار پھر کرم فرمایا اور مدینہ طیبہ کے پہلے اجتماع کے لئے

احباب نے 22 دسمبر 1964ء کو میرا جانا طے کر دیا۔ اور میں 14 دسمبر 1964ء لائل پور (فیصل آباد) سے کراچی روانہ ہوا کراچی سے 16 دسمبر بروز بدھ رات 10:30 بجے بذریعہ ہوائی جہاز ظہران روانہ ہو گئے۔ جس کا آمدورفت کا کرایہ دو ہزار پانچ روپے تھا۔ جمعرات کو ظہران سے جدہ اور جدہ سے راتوں رات مدینہ طیبہ پہنچے۔

مدینہ طیبہ سے تین دن بعد اتوار کو ارشد صاحب مرحوم کے حادثہ کی بنا پر واپس مکہ معظّمہ آنا پڑا۔ مدینہ طیبہ میں اتنا تھوڑا وقت ٹھہرنے کا حادثہ بھی ایک حادثہ تھا۔ اس بنا پر 31 دسمبر 1964ء مکہ معظّمہ سے پھر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی۔

خدا نے 3 جنوری 1965ء بروز اتوار پہلا روزہ مدینہ طیبہ میں نصیب فرمایا۔ اور 4 جنوری 1965ء کو احرام باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ آئے اور رمضان المبارک کا عمرہ نصیب ہوا۔ 5 جنوری کو صبح جدہ سے ظہران آئے۔ اور 6 جنوری شام کو ظہران سے کراچی آئے۔ اور 7 جنوری کو صبح دس بجے شاہین ایکسپریس سے لائل پور (فیصل آباد) پہنچ گیا۔ یہ رمضان المبارک کا پہلا جمعہ ہے۔

12 فروری 1965ء بروز جمعہ حضرت مولانا محمد یوسف ﷫ لاہور پہنچے اور اسی دن جمعہ کے دن ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔ میں جمعہ کی وجہ سے نہ جا سکا۔ اور حسرت ہی رہ گئی۔ میں پھر 13 فروری 1965ء کو ڈھاکہ گیا اور جمعہ کی وجہ سے 18 فروری 1965ء کو واپس آ گیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف ﷫ 6 مارچ 1965ء کو کراچی تشریف لائے۔ خیر پور، ملتان، کنگن پور، راولپنڈی، رائے ونڈ، نہار، لاہور اور پھر رائے ونڈ کے قیام اور اجتماع کے بعد دہلی جانے کے لئے لاہور تشریف لائے۔

جمعرات یکم اپریل 1965ء رات کو لاہور میں تقریر ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک نکاح ہوا اور دعا ہوئی۔ اس کے بعد رہائش گاہ پر جاتے ہوئے غش آ گیا۔ (یہ دل

کا دورہ تھا) کچھ دیر بعد افاقہ ہوا۔ پھر جمعہ کے دن دو بجے دوبارہ حملہ ہوا اور 2:50 منٹ پر دارِفناء سے دارالبقاء کو سدھارے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

5 فروری 1966ء کو کراچی سے افریقہ کا سفر ہوا۔ کینیا، تنزانیہ، ملاوی، زیمبیا، روڈیشیا، ساؤتھ افریقہ، ماریشس، ریونین اور براستہ نیروبی 22 مارچ 1966ء کو جدہ پہنچا۔ 30 مارچ کو حج ہوا۔ فریضہ حج ادا کیا۔ پھر مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔ اور 28 فروری 1966ء بمطابق 6 محرم 1386ھ صبح جدہ سے کراچی آیا۔ یہ اب تک اسفار میں سے طویل ترین سفر ہے۔ جس میں آٹھ افریقی ملک اور ایک حجاز (9 ممالک) کا سفر ہوا۔

افریقی ملکوں میں سفر کے اعتبار سے آخری ملک ماریشس تھا۔ جس دن ماریشس سے روانہ ہونا تھا اسی دن حضرت جی مولانا انعام الحسن ؒ خواب میں ملے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر فرمایا آؤ مفتی صاحب! مل لو۔ میں نے ان کے کہتے ہی معانقہ کیا اور اسی حال میں عرض کیا کہ اکٹھے تو چل رہے ہیں۔ پھر یہ ملنا کیسا؟ تو فرمایا نہیں کچھ نہیں آگے پیچھے چلنا ہے۔

پھر اسی سال 12 نومبر 1966ء کو ڈھاکہ اجتماع کے لئے سفر ہوا۔ مگر نقاہت کی وجہ سے شرکت کے علاوہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اس اجتماع سے 1500 جماعتیں روانہ ہوئیں۔ سفر ڈھاکہ کے بعد طبیعت کمزور ہی چلتی رہی۔

رمضان المبارک میں حسبِ معمول اعتکاف ہوا۔ جس کی ابتداء اگست 1947ء کے رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ سے ہوئی تھی اور بحمد اللہ پھر کسی سال قضا نہیں ہوا۔

اسی سال یعنی 1967ء بمطابق 1386ھ گورنمنٹ کی رویت ہلال کمیٹی نے محض دھاندلی کر کے 29 رمضان المبارک کو عشاء کی نماز کے وقت اعلانِ عید کر دیا۔ پورے ملک کے علماء نے متحدہ قدم اٹھایا اور سوائے چند سرکاری افسروں کے کسی نے بھی شہر میں نمازِ عید نہ پڑھی۔ اس پر چند علماء گرفتار بھی ہوئے۔

مجھے 16 جنوری 1967ء بمطابق 4 شوال 1386ھ کو پہلی مرتبہ دل کا دورہ ہوا۔ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب زرعی یونیورسٹی کا پہلے اور پھر ڈاکٹر صدیقی صاحب معالج قلب کا علاج ہوتا رہا۔ 25 جنوری 1967ء کو رات 1:30 بجے ٹھنڈے پسینے آئے۔ اس وقت میں نے امِ یوسف سے آخری باتیں کہہ دیں اور حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب اور ڈاکٹر یاسین صاحب منٹوں میں آن پہنچے۔ دوسرے دن ماہرِ قلب رؤف یوسف صاحب کو لاہور سے بلایا جن کا آنا بھائی یوسف کتوریا صاحب کا احسان ہے ان دنوں میں تمام گھر والوں کی باسلیقہ تیمارداری اور جماعت والوں کی پہرداری اور صوفی محمد عنایت صاحب کا سب کچھ چھوڑ کر اسی فکر میں رہنا اور (والدِ محترم اہلیہ) صوفی محمد عبداللہ صاحب اور عزیزم محمد صادق صاحب کا اپنی ساری راحتیں قربان کرنا اور بھائی محمد شفیع وعبدالرزاق وحاجی صادق صاحبان کی خدمت ومالی قربانی کبھی نہ بھولے گی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا

ربِّ کریم نے کرم فرمایا اور چھ ہفتے بعد فروری 1967ء کو کرنل ضیاء اللہ صاحب نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ بالکل اطمینان ہے اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجاز جارہے ہیں مجھے بھی ان کے ساتھ جانا ہے۔ کرنل ضیاء اللہ صاحب کہنے لگے کہ جائیں ضرور مگر احتیاط کریں۔

چنانچہ بحمداللہ 11 مارچ 1967ء بمطابق ذیقعدہ 1386ھ کو 12:45 بجے

دن سعودی ہوائی جہاز میں بمع اہلیہ روانہ ہوکر عصر کی نماز جدہ میں پڑھی اور مغرب مکہ معظّمہ میں جا کر پڑھی۔ اتوار 19 مارچ منیٰ گئے اور حج سے فراغت پر 3 اپریل تک مکہ معظّمہ میں رہے۔ 4 اپریل کو بذریعہ کار مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے رات بدر میں رہے۔ 5 1 اپریل صبح کو مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔ 13,14,15 کو مدینہ طیبہ کا اجتماع تھا۔ 22 اپریل 1967ء کو بمطابق 11 محرم 1387ء کو بذریعہ کار مکہ معظّمہ آئے اور 15 محرم 1387ھ بمطابق 26 اپریل 1967ء کو شام مغرب کی نماز کے پڑھتے ہی سعودی ہوائی جہاز کراچی روانہ ہو گئے۔ ہم سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ومولوی محمد ہارون صاحب آدھ گھنٹہ قبل کراچی پہنچے۔ جمعرات کا دن اور رات یہاں گزار کر 28 اپریل 1967ء بروز جمعہ کو 10:35 پر جرمنی جہاز سے دہلی روانہ ہو گئے۔ اور ہم جمعہ شام کو کراچی سے روانہ ہوکر 29 اپریل 1967ء عشاء کے وقت لائل پور (فیصل آباد) پہنچے۔ یہ پورا سفر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا۔ ربِّ قدیر دارین میں مقربین کی رفاقت میں رکھے بس یہی زندگی ہے۔

(1) پہلا سفر حجاز 1947ء میں ہوا۔ جس میں 47ء، 48ء، 49ء کے تین حج کر کے واپسی ہوئی۔

(2) دوسرا سفرِ حجاز 1950ء میں ہوا۔ یہ حج کا موقع تھا۔

(3) تیسرا سفر حجاز 1953ء میں ہوا۔ جس میں عمرہ ادا کیا۔

(4) چوتھا سفر حجاز 1959ء میں ہوا۔ اس میں بھی عمرہ ادا کیا۔

(5) پانچواں سفر حجاز 1961ء اپریل میں ہوا۔ یہ حج کا موقع تھا۔

(6) چھٹا سفر حجاز 1961ء اکتوبر میں ہوا۔ یہ عمرہ کا موقع تھا۔

(7)ساتوں سفر حجاز 1964ء مارچ میں ہوا۔ یہ حج کا موقع تھا۔

(8) آٹھواں سفر حجاز 1964ء دسمبر میں ہوا۔ یہ عمرہ کا موقع تھا۔

(9)نواں سفر حجاز 1966ء میں براستہ افریقہ حجاز تھا۔ یہ حج کا موقع تھا۔

(10)دسواں سفر حجاز 1967ء مارچ میں بمع اہلیہ ہوا۔ یہ حج کا موقع تھا۔

گویا کہ 10 اسفار میں بحمداللہ 8 حج اور 4 عمرے ہوئے۔

ورنہ ہر سفر کا پہلا کام عمرہ اور پھر طائف اور مدینہ طیبہ اور گردونواح سے کئے ہوئے عمرے تو گننے مشکل ہیں اگرچہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے یہ گننے کی چیز ہیں۔

6اپریل 1968ء، بمطابق 7 محرم 1388ھ بروز ہفتہ ہوائی جہاز میں کراچی سے جدہ پہنچا۔ جدہ سے سیدھا مکہ معظّمہ پہنچا پیر کے دن بھرپور سعی سے زرِ مبادلہ ملا۔

منگل 9 اپریل 1968ء کو براستہ جدہ نیروبی پہنچے۔ ظہر وہاں پڑھی اور اسی رات مجا۔ او۔ سی کے جہاز سے جوہانسبرگ روانہ ہوئے۔ صبح نماز کے وقت جوہانسبرگ پہنچے۔ جو کہ کراچی سے چھ ہزار میل دور ہے۔ اور 12 اپریل کو ڈنڈی پہنچے یہاں جنوبی افریقہ کا پہلا اجتماع تھا۔ 13,14,15 اپریل اجتماع ڈنڈی ہوا پھر بذریعہ کار کیمرلی پہنچے جو ساڑھے سات سو میل ہے۔ ڈنڈی سے کیمرلی میں رات رہ کر صبح کیپ ٹاؤن گئے۔ جو چھ سو میل ہے۔ کار میں اتنا طویل سفر پہلے کبھی نہیں کیا۔ مگر دس کاروں کا قافلہ پُرلطف تھا۔ 10 اپریل 16 مئی تک بھائی عبدالرحمن کی گاڑی میں ہی رہے۔ اور سارے جنوبی افریقہ میں بستی بستی پھرے۔ غالباً جب جوہانسبرگ کے ہوائی اڈے پر روڈیشیا جانے کے لئے اسی گاڑی میں پہنچے تو میں نے میٹر پوچھا؟ اور بھائی عبدالرحمن نے کہا کہ پانچ ہزار میل ہوا ہے۔ (رب کریم قبول فرمائے)

آمین

پھر روڈیشیا سے ملاوی، زیمبیا، نیروبی، بمباسہ گئے اور 2 جون 1968ء بروز اتوار نیروبی سے جدہ آ گئے۔ جدہ سے مکہ معظّمہ پھر مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ، مدینہ طیبہ سے پھر مکہ معظّمہ، مکہ معظّمہ سے طائف، طائف سے مکہ معظّمہ، پھر مکہ معظّمہ سے جدہ جانا ہوا۔ اور بحمداللہ تین عمرے ہو گئے۔ اور 16 جون 1968ء کو جدہ سے کراچی آ گئے۔ 18 جون صبح کو ہوائی جہاز سے لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

16 اکتوبر 1968ء صبح کو پی آئی اے سے براستہ جدہ سیدھے نیروبی گئے۔ نیروبی سے دارالسلام اور دھانے بنٹائر اور وہاں سے براستہ لیلینگوئے چپاتا گئے۔ اجتماع چپاتا 11،12،13 اکتوبر کو ہوا۔ اس کے بعد ملاوی میں رہے۔ اور بنٹائر سے 20 اکتوبر بروز اتوار کو نیروبی آئے۔ اور نیروبی سے 22 اکتوبر بروز منگل کو جدہ اترے۔ عشاء مکہ معظّمہ میں پڑھی عمرہ کیا۔ اور مدینہ طیبہ سے ہو کر 27 اکتوبر شام کو جدہ سے کراچی آئے۔ اور 31 اکتوبر کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

یکم فروری 1969ء بمطابق 13 ذیقعدہ لائل پور (فیصل آباد) سے برائے حجاز روانگی ہوئی۔ 4 فروری کو 1:45 بجے اسی سعودی جہاز میں کراچی سے سوار ہوئے۔ جس میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ؒ، مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری ؒ، مولوی ہارون صاحب ؒ، حاجی دوست محمد صاحب (بمبئی والے) بمبئی سے بیٹھ کر آئے تھے۔ ظہران اور ریاض ٹھہرتے ہوئے جدہ پہنچے۔ مغرب کی نماز ادا کی۔ اور مدرسہ صولتیہ میں قیام رہا۔ 26 فروری 1969ء بروز بدھ حج ہوا۔ پھر 13 مارچ 1969ء بمطابق 24 ذی الحجہ 1388ھ کو مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

20 مارچ 1969ء بمطابق 2 محرم 1388ھ کو اجتماع مدینہ منورہ ہوا۔

28جماعتیں رخصت کر کے ابھی حضرات مدینہ طیبہ میں ہی تھے کہ میں 29مارچ کومکہ معظّمہ چلا آیا۔اور 2اپریل کو ہوائی جہاز میں جدہ سے کراچی آ گیا اور 3اپریل کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

پھر 11اپریل 1969ء حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ﷫، مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری ﷫، مولوی ہارون صاحب ﷫ سعودی جہاز سے کراچی اترے ان کی آمد سے پہلے جمعہ کے بعد جہاز سے کراچی حاضری ہوئی اور 14اپریل 1969ء کو صبح دس بجے حضرات دہلی روانہ ہو گئے۔

مذکورہ سفر سے پہلے 9جنوری 1969ء کو محکمہ اوقاف نے متولی سے جامع مسجد پر قبضہ کر لیا۔ اور 24جنوری 1969ء کو ہمارے قبضے میں دے دی۔ اور 20فروری 1969ء کو مجلس منتظمہ نے اندرون جامع مسجد وملحقہ عمارات کا باقاعدہ قبضہ لے لیا۔

حضرت مفتی صاحب ﷫ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں۔ کہ احباب نے پنجاب، سندھ، سرحد کا میرا طویل سفر ایک ماہ کا طے کر لیا۔اسی درمیان اطلاع آئی کہ حضر شیخ الحدیث مولا ما محمد زکریا صاحب ﷫ عمرہ کو جارہے ہیں میں نے دہلی سے معین تاریخ لی اور میں کراچی چلا گیا۔

حضرت شیخ سعودی جہاز سے 29اپریل 1969ء بمطابق 11صفر 1389ھ ایک بج کر دس منٹ پر کراچی اترے۔ظہر کی نماز پڑھی اور مجھ سے دعا کروائی۔ (مگر دعا والوں کے سامنے کیا دعا کرتا) اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب ﷫ دو بج کر پانچ منٹ پر اسی جہاز سے حجاز روانہ ہو گئے اور ہم حسرت سے تکتے ہی رہ گئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کا مدینہ طیبہ سے والا نامہ آیا کہ میں سب کو یہاں آنے سے روک رہا ہوں لیکن تجھے اجازت ہے۔ رب کریم نے فضل فرمایا اور میں مدینہ طیبہ روانہ ہوگیا۔

پھر یکطرفہ پی فارم پر 3 ستمبر 1969ء بمطابق 20 جمادی الثانی بروز بدھ کراچی سے 9:45 بجے پی آئی اے کے جہاز سے جدہ روانہ ہوا۔ عمرہ کیا۔ جمعرات گزار کر جمعہ کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہوا۔ 7 بجے مسجد نور پہنچے۔ 28 ستمبر کو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ برائے مشورہ جدہ روانہ ہوئے۔ تین دن مکہ معظّمہ گزار کر جدہ چلے گئے۔ یہ تین دن بھی حضرت شیخ کے ساتھ گزارے۔ اور 3 اکتوبر 1969ء بروز جمعہ کو صبح جدہ سے مکہ معظّمہ آ گئے۔ پھر 5 اکتوبر کو ہم جدہ جا کر رات کو ہوائی جہاز سے کراچی روانہ ہوئے۔ اس سفر میں بھائی محمد افضل صاحب ساتھ تھے۔ 8 اکتوبر 1969ء کو لائل پور (فیصل آباد) آ گئے۔

چنانچہ 4 نومبر 1969ء کو حضرات دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ اس سفر میں حضرات کے ساتھ نہیں تھے کیونکہ حضرت شیخ 29 اپریل 1969ء کو حجاز چلے گئے تھے۔

اور 22 دسمبر 1969ء بمطابق 12 شوال 1389ھ کو کراچی تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کا ایک سفر پہلے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ سفر ان کا بھی اکیلے ہی تھا۔ کراچی، لاہور، رائے ونڈ، لائل پور (فیصل آباد)، سرگودھا، ڈھڈیاں، جھاوریاں، راولپنڈی اور پھر کراچی قیام فرما کر 19 جنوری 1970ء صبح 10:40 بجے ہوائی جہاز سے دہلی روانہ ہو گئے صرف عزیزم ابوالحق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کے ساتھ تھا۔

2فروری 1970ءکوسعودی جہاز سے جدہ روانہ ہوا۔ رات کو پہنچا اور 3 فروری کو مکہ معظّمہ آ گیا۔ 14فروری بروز ہفتہ کو منیٰ روانگی ہوئی۔ پھر حج کے بعد مکہ معظّمہ قیام رہااور 26فروری 1970ءکو بحری جہاز (سفینۂ حجاج) میں کراچی سے روانہ ہوا۔ (یہ پہلا سفر ہے جس میں صرف حج ہوااور ایک عمرہ بھی نہ ہوسکا۔ پاؤں میں درد تھااس لئے حج کے بعد نہ کرسکااور حج سے پہلے اس لئے نہ کیا کہ حج بدل میں گیا تھا۔) یہ جہاز علی الصبح بندرگاہ کراچی پر لگ گیا۔ (یہ جہاز عدن بھی ٹھہرا تھااس لئے بمع جماعت اتر گیا۔ اورسمبر یونیٹ اورعدن تین مسجدوں میں کام کیا۔) اور 8مارچ کو شاہین ایکسپریس سے لائل پور (فیصل آباد) آیاتواحباب نے بتایا، تاربھی دیااورفون بھی کیا تھا کہ آپ وہیں سے جنوبی افریقہ جائیں گے مگر آپ کا بحری جہاز روانہ ہوگیا تھا۔ اب آپ کو یہاں سے جانا پڑے گا۔ چنانچہ 24مارچ 1970ء 2بجے دوپہر کو موسیٰ بدھانیہ کا جوہنسبرگ سے تار ملا کہ آپ کا ویزہ ہوگیا ہے۔ اور میں پی آئی اے سے بات کرکے چار بجے لائل پور (فیصل آباد) سے لاہور روانہ ہوگیا۔ اوررات دس بجے والے جہاز سے کراچی چلا گیا۔ 25مارچ 1970ءصبح کو پی فارم کرالیا۔ مگر دس منٹ لیٹ ہوگیا۔ اور جدہ کا ہوائی جہاز اڑ گیا۔ چونکہ ڈربن سے ٹکٹ آیا ہوا تھا اس لئے اس کا p.2 کرایااور 25مارچ 1970ءکوشام کوافریقن ائیرلائن سے نیروبی اور دھانے بی اوسی سے جہاز میں 26مارچ دوپہر کےوقت جوہانسبرگ پہنچا۔ 28,29, 30مارچ 1970ءکومیاں فارم جوہنسبرگ میں اجتماع ہوا۔ 29اپریل تک وہاں کے سفر میں رہے۔

29اپریل کوجوہانسبرگ، بلوایو، روڈیشیاجہاز سے آئے۔ 2مئی کوبنٹائر، 6مئی کو زیمبیا، 11مئی کودارالسلام، 12مئی کونیروبی 13مئی کوعدیسابابا، حبشہ 14مئی کوجدہ پہنچا۔

اس مرتبہ حرمین شریفین میں سب اسفار سے کم قیام رہا۔عمرہ کیا اور پھر 24 مئی کو بعد الظہر جدہ سے کراچی اور 26 مئی صبح کو جہاز سے لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔مدت کے بعد اس سفر میں ملاوی کے ہندی سفیر نے ہند کا ویزہ دیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ بلا انڈوس ہندوستان کا ویزہ ملاوی میں ہندی سفیر نے دیا اور کراچی آ کر انڈوس کروایا۔

2 جولائی 1970ء لائل پور (فیصل آباد) سے براستہ گنڈا سنگھ والا نظام الدین روانہ ہوا۔ رات 9:40 بجے فیروز پور سے پنجاب میل سے سوار ہو کر 21 جولائی کو صبح 6:30 بجے دہلی پہنچا۔سیدھا حاضر ہوا۔ 24 جولائی کو سہارنپور چلا گیا۔ 8 اگست کو دیوبند سے ہوتا ہوا نظام الدین آ گیا۔اور 18 اگست کو نظام الدین سے روانہ ہو کر 19 اگست 1970ء کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

12-11-10 اکتوبر 1970ء کو اجتماع رائے ونڈ ہوا۔اجتماع کے بعد حضرت جی سے عزیزہ (بڑی بیٹی) کے نکاح کے بارے مشورہ کیا حضرت جی نے تجویز پسند فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ابھی کرو اور ہمیں بھی شریک کرو۔ چنانچہ یہ طے ہو گیا کہ 21 اکتوبر 1970ء بدھ بمطابق 19 شعبان 1390ھ کو لائل پور (فیصل آباد) آ کر نکاح کروائیں گے۔بحمد اللہ تشریف لائے اور مدنی مسجد گلبرگ میں عزیزم مولوی ضیاء الحق **سَلَّمَہٗ** سے نکاح ہو گیا۔

(رب کریم مسرتوں سے نوازے) آمین۔

9 نومبر 1970ء کو بمطابق 10 رمضان المبارک 1390ھ کو بیس دن اعتکاف کی سنت ادا کرنے جامع مسجد چلا گیا۔30 نومبر 1970ء بمطابق رمضان المبارک 1390ھ صبح 9:40 بجے جامع مسجد میں بحالتِ اعتکاف مسجد کے کنارے

وضو کرتے ہوئے خلیل عرف تھا بدمعاش نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔کوتوالی تھانہ نے مقدمہ درج کیا۔ میری رائے یہ تھی کہ میں یہ بیان اخبارات کے حوالے کردوں کہ رائج نظام سے مجھ کو عدل کی توقع نہیں ہے۔اس لئے اس نظام پر چار حرف (ل۔ع۔ن۔ت۔لعنت) بھیجتے ہوئے میں مقدمہ کی پیروی سے دستبردار ہوتا ہوں۔مگر احباب واکابر نے پیروی مقدمہ پر اصرار کیا۔مقدمہ مارشل لاء میں اپنی اہمیت کے پیش نظر چلا گیا۔اور میرے حج پر چلے جانے اور پھر مشرقی پاکستان کے المیہ کے پیش نظر یہ مقدمہ ملتوی اور معلق پڑا رہا۔عدالت میں جانے سے مجھے سخت نفرت ہے۔اللہ جل جلالہ نے کرم فرمایا کہ مجھے سپیشل ملٹری کورٹ میں صرف 29 جون 1971ء کو بیان دینے جانا پڑا۔اور اس میں بھی دس منٹ لگے۔مگر مقدمات ملکی حالت کی وجہ سے ملتوی پڑے رہے۔اور ملزم جیل میں رہا۔شوال 1391ھ یعنی پورے سال بعد ملزم کو پانچ سال قید با مشقت کی سزا ہوئی۔

10 جنوری 1971ء کو بمع ام یوسف کراچی سے ہوائی جہاز میں جدہ پہنچے۔مغرب مکہ معظّمہ میں پڑھی۔عزیز عبدالرزاق (افریقی) اور بھائی مولوی یوسف پاڈیا کی جماعت کے ساتھ مالاباری کے ہاں قیام رہا۔اور بڑی ہی راحت رہی۔(رب کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔اس سال مدینہ طیبہ میں بھی حاجی اسماعیل (جالندھری) نے پہلی منزل پر ایک راحت بخش کمرہ لیا اس سفر میں قاتلانہ حملہ کی وجہ سے کمزوری بھی تھی۔اور دایاں ہاتھ بھی کام نہیں کرتا تھا۔مگر رب کریم خالق اسباب ہے۔ام یوسف کی ہمت اور عزیز محمود مدنی (جنوبی افریقہ) والے کی وجہ سے بڑی راحت سے وقت گزرا۔عرفہ بھی جمعہ کو تھا۔اور اس کے بعد 27 26 -25 فروری 1971ء بمطابق 27 ذی الحجہ 1390ھ کو اجتماع مدینہ طیبہ

ہوا۔ 42 جماعتیں روانہ ہوئیں۔ اسی دوران مقدمہ کی تاریخ کا تار پہنچا اس لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر احباب سے پہلے 21 مارچ 1971ء کو پی آئی اے کے جہاز میں جدہ سے کراچی آئے۔ اور 22 مارچ کو چناب ایکسپریس میں سوار ہو کر 23 مارچ 1971ء لائل پور (فیصل آباد) آئے۔

14 اپریل 1971ء کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد عمر پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ 4 بجے شام سعودی جہاز میں جدہ سے کراچی پہنچے۔ کراچی اترتے ہی عصر کی نماز پڑھی دعا کی اور اسی جہاز سے بمبئی روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں سب اہلِ خانہ کو کراچی لے گیا تھا۔ کیونکہ مولوی ہارون و مولوی زبیر **سَلَّمَهُمَا** نے مدینہ طیبہ میں وعدہ لیا تھا کہ تینوں بچوں کو کراچی لاؤ گے۔ مگر مقدر سے دونوں صاحبزادے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ رہ گئے۔ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی کراچی نہ ہو سکا۔ 11 مئی 1971ء کو کراچی سے فون آیا کہ ڈھاکہ جانے کے لئے صرف آپ ہی کی سیٹ ملی ہے۔

سفر ڈھاکہ

لائل پور (فیصل آباد) سے ہوائی جہاز میں کراچی اور کراچی سے 12 مئی 1971ء کو ڈھاکہ پہنچا اور اجتماع میں شرکت کی۔ اور 22 مئی کو ڈھاکہ سے کراچی واپس آیا۔ ان دنوں میں یہ سفر چھ گھنٹوں میں آنا اور چھ گھنٹوں میں جانا ہو رہا تھا۔ 2 جون 1971ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ و عزیزان مولوی

محمد ہارون ومولوی محمد زبیر **سَلَّمَهُمَا** پی آئی اے سے بوقت عصر کراچی پہنچے۔ چونکہ آ گے کے۔ ایل۔ ایم سے سیٹیں تھیں۔ اس لئے جمعرات کو مکی مسجد میں رہے اور جمعہ 4 جون 1971ء کو صبح 11:30 بجے کراچی سے دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔

پورے رمضان المبارک کا اعتکاف اکتوبر 1971ء

21 اکتوبر 1971ء جمعرات شام کو قبل الغروب جامع مسجد کلاں (کچہری بازار فیصل آباد) پورے ماہ کے اعتکاف کی نیت سے پہنچ گیا۔ اور بحمد اللہ رب کریم نے مکمل فرما دیا۔ یہ رمضان 1391ھ جمعہ کو شروع ہوا اور جمعہ کو ہی ختم ہوا۔

انیسواں سفر حجاز و پہلا سفر لندن (سینکڑوں برس بعد خالص دینی زندگی کا پہلا قافلہ)

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان ممالک کا سفر طے ہوا کہ جن میں کام کی صورت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ 8 جولائی 1972ء کو دہلی سے براستہ کویت و بغداد، لندن پہنچے۔ یہاں بھائی عبدالوہاب صاحب، بھائی ابراہیم، بھائی عبدالجبار صاحب و بھائی یوسف صاحب (رنگ والے) کراچی سے کویت شریک ہو گئے۔ اور ہم لوگ کراچی سے لندن حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے پہنچے۔ اور پھر سارے سفر میں اکٹھے رہے۔ ستمبر 1972ء میں براستہ حجاز واپسی ہوئی اس سفر میں پہلے انگلستان، پھر فرانس، مراکش، ترکی، بیروت، شام، اردن، حجاز پھر پاکستان آئے۔ یہ آٹھ ملکوں کا سفر پورے قافلے کا سفر تھا۔ اور غالباً سینکڑوں برس بعد اس طرح کوئی قافلہ خالص دینی زندگی کی دعوت لے کر اتنے طویل سفر میں نکلا۔

(رب کریم اسے ہدایت عامہ وتامہ کا ذریعہ فرمائے) آمین

ملک شام کی طرف سے داخلہ پر پابندی اور رب کریم کی نصرت

اس سفر میں شام والوں نے ہمارے شام میں داخل نہ ہونے کے لئے تمام جتن کئے اور رب کریم نے ہمیں داخلہ بھی مرحمت فرمایا اور ہم سے خوب دینی دعوت کا کام بھی لیا۔

بیسواں سفر حجاز (عمرہ)

6 اگست 1973ء کو لائل پور (فیصل آباد) سے بذریعہ چناب ایکسپریس بمع ام یوسف کراچی روانہ ہوئے۔ اور کراچی سے 9 اگست 1973ء کو پی آئی اے سے پرواز کر کے ساڑھے تین گھنٹے میں جدہ پہنچے۔ جمعہ، ہفتہ مکہ معظّمہ آ گئے۔ اس سفر میں بھائی حشمت صاحب ساتھ رہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کا ویزہ اسلام آباد سے نہ آیا بلکہ قصہ طویل ہونے کی خبر ملی۔ اس لئے ہم دونوں 10 ستمبر 1973ء کو جدہ سے کراچی آ گئے یہ دن پاکستان میں شدید سیلاب کے گزرے تھے۔ یہاں تک کہ لائل پور (فیصل آباد) بھی اس سیلاب کی زد میں رہا۔ اس لئے کراچی سے فون نہ کر سکے اور گاڑیاں بھی تقریباً بند تھیں۔ ہوائی جہاز میں کراچی سے لاہور آئے اور لاہور سے لائل پور (فیصل آباد) فون کیا ہم ٹیکسی سے آ رہے ہیں۔ (خیال تھا کہ اس دفعہ تانگہ لے کر گھر پہنچیں گے) مگر لائل پور ٹیکسی سٹینڈ پر کئی کاریں اور احباب پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کے ساتھ باعافیت گھر پہنچے۔

عزیز مولانا ہارون صاحب ؒ دار البقائی کو سدھارے۔

28 ستمبر 1973ء 11:30 بجے قبل الجمعہ برادر عزیز مولانا محمد ہارون صاحب ؒ خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب ؒ دار فناء سے دار البقاء کو سدھارے۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**

موصوف نے ایک بیٹا محمد سعد اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ حفظہ اللہ

اکیسواں سفر حجاز اور پہلی مرتبہ حج کوٹہ میں سفر

9 دسمبر 1973ء کو رب کریم نے ایک مرتبہ پھر یاد آوری کی اور اس دفعہ عزیزم بیٹا محمد یوسف اوّل سلمہ اور پیرزادہ محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتھ تھے۔ دونوں پہلی دفعہ کے حاجی تھے۔ اور میں بھی پہلی مرتبہ حج کوٹہ میں کراچی سے جدہ پہنچا اور 9 دسمبر کو ہی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دبئی میں تین دن قیام فرما کر جدہ پہنچے تھے۔ چنانچہ بدھ 2 جنوری 1974ء کو عرفہ تھا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد بدھ 9 جنوری 1974ء کو مسجد حفائر (مکہ معظّمہ) سے کچھ جماعتیں روانہ ہوئیں۔ جمعرات جنوری 1974ء کو مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ پورا قافلہ تقریباً روانہ ہو گیا۔ اس مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علالت کی وجہ سے حج پر نہ آ سکے۔ بلکہ مدینہ طیبہ ہی میں مقیم رہے۔ 25 جنوری 1974ء کو مسجد نور (مدینہ طیبہ) سے بقیہ جماعتیں رخصت کر کے فروری کو ہم پھر مکہ معظّمہ واپس آ گئے۔ 10 فروری کو جدہ آئے۔ اور 11 فروری کو صبح جدہ سے روانہ ہو کر 13 فروری کو لائل پور (فیصل آباد) پہنچے۔ (ٹرین کے ڈبے میں چاروں طرف اپنے ہی لوگ تھے مزے سے سفر گزرا)

عالمگیر تحریک ختم نبوت کی وجہ

19 مئی 1974ء کو چناب ایکسپریس پر سوار میڈیکل کالج کے طلبہ پر مرزائیوں نے ربوہ اسٹیشن پر حملہ کر دیا جس میں 34 طلبہ زخمی ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں ملک گیر نہیں بلکہ عالمگیر تحریک چل پڑی۔ اور الحمد للہ کامیاب ہو گئی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستانی ویزہ کی سعی

اس دوران حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کی آمد کی مختلف اطلاعیں آتی رہیں۔ آخری اطلاع یہ ملی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ 22 جون 1974ء بروز ہفتہ 3:30 سعودی جہاز سے کراچی تشریف لائیں گے۔ ہم لاہور سے 22 جون صبح دس بجے والے جہاز میں بارہ بجے کراچی پہنچ گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ وقت پر آئے اور کچھ تاخیر سے ظہر کی نماز مکی مسجد میں پڑھی۔ 22 جون کو معلوم ہوا کہ سب کے ویزے منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے میں لاہور اور احمد شاہ پنڈی روانہ ہو گئے۔ اچھی خاصی محنت کے بعد صرف رائے ونڈ کا ویزہ ملا۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ جمعہ 28 جون کو صبح آٹھ بجے والے جہاز میں کراچی سے لاہور آ گئے۔ بھائی غلام دستگیر صاحب کے مکان سے ہو کر رائے ونڈ چلے گئے۔

دوسری مرتبہ دل کا عارضہ

29 جون بروز ہفتہ مجھے گیارہ بجے دل کا عارضہ ہو گیا۔ ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب وڈاکٹر مقبول صاحب باغبانپورہ والے (اللہ ان کو جزائے خیر مرحمت فرمائے) نے اپنے سب کام چھوڑ کر بھر پور علاج کیا اور بھائی غلام دستگیر صاحب نے کھانے کا گھر جیسا انتظام کیا۔ دوسری ای سی جی کے بعد مجھے 2 جولائی بروز منگل کو کار میں ڈال کر گھر لے آئے۔ 6 جولائی صبح کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ تھوڑی دیر کے لئے دارالعلوم لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ نے یہاں ٹھہرنا تھا۔ کھانا بھی تیار تھا مگر نہ ٹھہرے۔

بائیسواں سفرحجاز(حج)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ دسمبر 1974ء کو بمبئی سے بذریعہ سعودی جہاز براستہ کراچی سے 10دسمبر 1974ء کو جدہ روانہ ہوگئے۔اس دفعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ عذر کی بنا پر صرف عرفہ تشریف لے گئے۔ باقی وقت مکہ معظّمہ میں گزارا۔ 23دسمبر 1974ء بروز پیر کو عرفہ تھا۔ میں 2جنوری 1975ء کو مدینہ طیبہ چلا گیا۔ 6جنوری کو ایک مرتبہ پھر مکہ معظّمہ آیا۔اور 22جنوری 1975ء کو جدہ سے کراچی آ گیا۔کراچی سے 23جنوری کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔مارچ تک گھر میں ہی رہا۔

تیئسواں سفرحجاز(عمرہ)

15مارچ1975ء کو بروز ہفتہ شام کو کراچی سے جدہ پہنچے۔اتوار، پیر صرف دو دن حجاز قیام کے بعد منگل رات جدہ سے نیروبی اور ظہر کے وقت نیروبی سے جوہانسبرگ پہنچے۔28مارچ کو تکلیف بھی رہی اوراجتماعات میں شرکت بھی رہی۔جمعہ بھی پڑھا یا مگر شام کو تکلیف بڑھ گئی کافی علاج بھی ہوا مگر مرض بڑھتا ہی گیا۔ جوں جوں دوا استعمال کی مرض بڑھتا رہا اور آخر 8اپریل 1975ء کو غلام سبحانی صاحب مجھے لے کر واپس چلے اور ہم 10 اپریل مغرب کے وقت زندہ سلامت لائل پور(فیصل آباد) آ گئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کی فیصل آباد آمد

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ جمعہ 7نومبر 1975ء کو واہگہ کے راستے سے رائے ونڈ تشریف لائے۔

http://muftizainulabideen.com/

9,10,11 نومبر کو اجتماع رائے ونڈ ہوا۔ 12,13 کو بھی رائے ونڈ قیام رہا۔ اور 14 نومبر بروز جمعہ صبح لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث پڑھائی اور ایک نکاح ہوا اور ناشتہ کیا پھر دوپہر کو سرگودھا تشریف لے گئے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کے بخار کی وجہ سے رات کو سرگودھا میں قیام کیا۔ ہفتہ کی صبح ڈھڈیاں چلے گئے۔ اتوار وہاں رہ کر پیر شام کو براستہ تلہ گنگ راولپنڈی پہنچے میں بھی لائل پور (فیصل آباد) سے بذریعہ ریل گاڑی راولپنڈی پہنچا۔ پنڈی سے منگل دوپہر کو ہم سیدھے کراچی چلے گئے۔

چوبیسواں سفر حجاز (حج)

20 نومبر 1975ء کو حضرات کے ساتھ ہی کراچی سے جدہ چلا گیا۔ 10 نومبر 1975ء کو منیٰ روانہ ہوئے اس مرتبہ ملک عبدالحق صاحب مرحوم کے ساتھ حج کیا عرفات میں حضرات کے ساتھ رہا۔ منیٰ میں جمعہ کے بعد رات آٹھ بجے ایسی آگ لگی جو ایک مربع میل میں سب کچھ جلا گئی۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

چنانچہ 15 دسمبر 1975ء بمطابق 13 ذی الحجہ کو منیٰ سے ہم مکہ معظّمہ آئے۔ 22 دسمبر 1975ء کو مسجد حفائر (مکہ معظّمہ) سے اٹھائیس جماعتیں روانہ کیں۔ 27 دسمبر بروز ہفتہ 1975ء کو مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے۔ اور 16 جنوری 1976ء تک مدینہ طیبہ قیام رہا۔ 17 جنوری ہفتہ صبح کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ آئے۔ اور 23 جنوری بروز جمعہ عصر کے بعد مکہ معظّمہ سے جدہ چلے گئے۔ اور 24 جنوری صبح صادق کے وقت جدہ سے کراچی آئے۔ اور 27 جنوری صبح سات بجے حضرت جی مولانا انعام

الحسن صاحب ؒ بمع رفقاء کراچی سے بمبئی روانہ ہوئے اور میں اسی شام کو چناب ایکسپریس سے چل کر 28 جنوری شام کو لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔

دو لاکھ افراد کا اجتماع

بنگلہ دیش میں 27,28,29 مارچ 1976ء کو اجتماع طے تھا۔ چنانچہ آٹھ آدمیوں کا ویزہ آ گیا۔ میں 24 مارچ کو جہاز سے لائل پور (فیصل آباد) سے کراچی گیا اور جمعہ صبح کو سویز ائیر لائن میں کراچی سے کلکتہ آٹھ آدمیوں کا قافلہ روانہ ہوا۔ جمعہ کلکتہ ہوائی اڈے پڑھا اور مغرب کے بعد کلکتہ سے بنگلہ دیش کے جہاز سے 35 منٹ میں ڈھاکہ پہنچے۔ اجتماع کی شروعات تھیں اس میں شرکت کی اور بلا شبہ اجتماع دو لاکھ افراد کا تھا۔

جمعہ 2 اپریل ڈھاکہ میں رہے پھر چٹاگانگ میں آئے وہاں سے کھلنا اور پھر ڈھاکہ آ گئے۔ 10 اپریل ہفتہ صبح کو بنگلہ دیش کے جہاز میں سوار ہو کر بارہ بجے کراچی پہنچے۔ اتوار شام چناب ایکسپریس سے روانہ ہو کر 12 اپریل کو لائل پور (فیصل آباد) پہنچ گیا۔

تیسری مرتبہ عارضۂ قلب

25 مارچ 1977ء کراچی گیا ہوا تھا۔ ابھی دوسرا دن تھا کہ اچانک طبیعت ناساز ہوئی۔ اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے مرض بڑھ گیا۔ یہ بھی دل کا دورہ تھا۔ 4 اپریل تک بھائی عاشقین صاحب مرحوم کے ہاں پڑا رہا۔ ڈاکٹر امجد صاحب کا علاج چلتا رہا۔ اس کے بعد جہاز سے لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔ مگر تین ہفتے چارپائی پر آرام کرنا پڑا، اس کے بعد الحمد للہ اچھا ہو گیا۔

اجتماع رائے ونڈ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کی آمد

ہم نے 21,22,23 اکتوبر 1977ء کو رائے ونڈ کا اجتماع طے کر لیا تھا۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ بذریعہ کار سہارنپور سے سرہند اور سرہند سے امرتسر اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ بذریعہ ریل گاڑی دہلی سے امرتسر آئے۔ اور ہر دو احباب 19 اکتوبر 1977ء کو براستہ واہگہ صبح دس بجے لاہور پہنچے۔ اور سیدھے رائے ونڈ آ گئے۔ اجتماع میں شرکت اور قیام کے بعد 26 اکتوبر کو لاہور سے بذریعہ جہاز کراچی تشریف لے گئے۔ اور 30 اکتوبر 1977ء کو کراچی سے جدہ روانہ ہو گئے۔

پچیسواں سفر حجاز (حج)

ہم بھی 25 ویں سفر حجاز کے لئے حضرات کے ساتھ رہے۔ یکم نومبر کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ مدینہ طیبہ چلے گئے اور ہم حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کے ساتھ مکہ معظّمہ آ گئے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کی طبیعت نظام الدین سے ہی بہت کمزور تھی مگر مکہ معظّمہ پہنچ کر بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئی۔ جمعہ 18 نومبر 1977ء کو 8 ذی الحجہ تھا ہم نے جمعہ منیٰ میں اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں پڑھا۔ منیٰ سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ آ گئے۔ مگر مزدلفہ سے منیٰ پانچ گھنٹے میں اور بعض لوگ بارہ گھنٹے میں بھی آئے۔ 2 دسمبر 1977ء بمطابق 22 ذی الحجہ کو حفائر سے جماعتیں روانہ ہوئیں۔ 4 دسمبر کو مکہ معظّمہ سے رابغ اور 5 دسمبر کو مدینہ طیبہ پہنچے۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کا حضرت مفتی صاحب کے نام خاص

پیغام

17 دسمبر کو مسجد نور (مدینہ طیبہ) میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کی قیام گاہ پر ایک عرب مقیم (پیرس) بیعت ہوا۔ اس کی بیعت کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ نے فرمایا کہ پاکستان میں مجھ سے تعلق رکھنے والے کئی آدمیوں سے ہم نے کہا کہ پاکستان میں حضرت مفتی زین العابدین صاحب سے ملتے رہیں۔ مگر ساتھ ہی خیال رہا کہ آپ سے بھی کہہ دوں مگر بھول جاتا رہا۔ آج بروقت یاد آ گیا۔ (اور مجھے اپنی حالتِ زار پر رونا آ گیا)۔

مدینہ طیبہ میں یکم اپریل کو ڈھاکہ اجتماع طے ہوا۔ 15,16,17 جولائی 1978ء کو ڈیوزبری (انگلستان) کا اجتماع طے ہوا۔ جس کے لئے کراچی سے عمان، استنبول، لندن، پیرس، جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ کراچی کا سفر الحمدللہ ہم سب کا ہوا۔ 28 جولائی پیرس اور 31 یا یکم اگست کو پیرس سے جدہ اور ہر دو جگہ تھوڑا سا قیام کر کے واپس اپنے وطن آنا طے کیا تھا۔ (رب کریم نے آسان فرمایا) اور ہم 3 جنوری 1978ء کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ اور 16 جنوری کو جدہ سے کراچی آئے۔

18 جنوری شام کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ دہلی اور میں (حضرت مفتی صاحب ؒ) 19 جنوری شاہین ایکسپریس سے برائے لائل پور (فیصل آباد) روانہ ہوا۔ اور جمعہ بعافیت لائل پور (فیصل آباد) آ کر پڑھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات

فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (القرآن)

(ترجمہ) پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موقع بموقع اتنی کثیر تعداد میں بیانات فرمائے ہیں۔ کہ جن کا محفوظ کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ تاہم اس سلسلہ میں جو کوشش ہوسکی وہ ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان سے قبل عام طور پر اپنے ایک مخصوص

انداز میں خطبہ پڑھا کرتے تھے۔جس کے سنتے ہی سامعین پر ایک طرح کی ایسی یکسوئی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی کہ بس سارے کا سارا مجمع خاموش ہوکر بیان سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوجاتا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ؒ کے ارشادات سے ہمیں راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔(آمین)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بموقع پرانوں کا جوڑ
22 اپریل 1976ء بوقتِ صبح

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانُ۔

قابل احترام بزرگو، بھائیو، عزیزو! اللہ ﷻ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے، آپ کے بڑوں نے ایک کام شروع کیا، وہ بہت پھیل گیا ہے۔ ایک آدمی کی ایک دوکان ہو، پھر دو ہو جائیں، علی ہذا القیاس بڑھتا ہی رہے، جہاں اسے خوشی ہوتی ہے کہ کام پھیل گیا۔

اور واقعہ ہے کہ کچھ ابتداء کرنے والوں کی اندرونی حقیقتیں اور اصل کے طور پر اسلام اپنی حقیقت کے بنا پر جتنا پھیلا ہے دوسرا کوئی نہیں پھیلا۔ جو اس کام کو مرجعیت حاصل ہے دوسرے کسی کام کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ﷫ جو اس دور میں کام کو اٹھانے والے ہیں وہ سوائے حجاز کے کہیں نہیں گئے لیکن اس کے لئے رونے والے وہی ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ﷫ ایک ہی بات فرماتے تھے

مولانا محمد الیاس صاحب ﷫ ایک ہی بات کہتے تھے کہ کام کو اپنا کام بناؤ۔ اللہ کا احسان ہے کام بہت پھیل گیا، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جب کوئی چیز پھیل جائے تو فکر بھی زیادہ ہوتی ہے اور بہت زیادہ فکر کی بات یہ ہوتی ہے کہ کام کرنے والے ٹھیک ہیں، اس لئے کہ پہلے محنت ہوتی ہے اگر محنت اس سطح تک پہنچ جائے جہاں تک ضرورت ہے تو اللہ اس کو وجود عطا فرما دیتے ہیں۔ اور پھر دین کے منافع ملنے شروع ہو جاتے ہیں اور منافع سے مراد دنیوی اشیاء نہیں بلکہ مرجعیت نصیب ہوگی، باقی رہا مال و منال وعہدے اس طرح سے آئیں گے۔

جیسے اچھی نہر میں پانی آتا ہے۔ اچھی نہر وہ ہے جو اپنے پاس نہ رکھے بلکہ

آگے دیدے۔ جیسے کسریٰ کے خزانے صحابہ کے زمانہ میں آئے، لیکن انہوں نے اپنے پاس نہیں رکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک صاحب آتے ہیں کہ اے امیر المؤمنین میں بھی جہاد میں جانا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ اسے لے جاؤ۔ اس کو خزانہ میں لے گئے، تو سونا چاندی پڑا ہوا تھا، تو اس نے کہا کہ میں اس سفید اور پیلے کو کیا کروں، میں تو جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے گھوڑا اور تلوار دو۔

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے پیچھے جا رہے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت آپ واپس جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوسکتا ہے عمر کی اس وجہ سے بخشش ہوجائے۔

اور جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا، اور اس کو اس کا حصہ دیا تو اس نے کہا کہ میں نہیں لیتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ غنیمت کا پاکیزہ مال ہے اس کو لے لو۔ تو اس نے جواب دیا امیر المؤمنین میں مال لینے نہیں گیا تھا، میں تو یہاں (گردن پر) تیر کھانے گیا تھا۔

یہاں پر ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں ہم کچھ اپنی صفائی کریں، کیا ہم واقعی کام کرنے والے ہیں؟ صحیح کام کرنے والا وہ ہے جو اللہ کے لئے کر رہا ہے۔ وجہ عمل اللہ کی محبت ہو یہ سب سے اعلی درجہ کی بات ہے ''**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**'' اگر نیت صحیح نہیں ہے تو عمل کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ حضرت جی ایک دن فرمانے لگے

کہ مفتی صاحب! کیا ہوگیا؟ اب تو اعمال کے لاشے مسجدوں کو بھی متاثر کر رہے ہیں، اخلاص کے بغیر اعمال مردار ہیں اور مردار سے خوشبو نہیں پھیلتی، تعفن پھیلتا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پلاسٹک کا شیر ہو ایک زندہ چوہیا اس سے زیادہ طاقتور ہے، ایک ہی رات میں اسے کتر کر رکھ دے، اس لئے کہ بے جان ہے۔ اسی طرح جو عمل اللہ کے لئے کیا جائے چاہے وہ چھوٹا ہو، وہ قیمتی ہے بڑے عمل سے، جو اخلاص کے بغیر ہو۔

اخلاص کا نشان یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کی محبت میں عمل کرتا ہے تو آدمی کوشش کرتا ہے کہ محبوب کو اس کا علم ہو اور کسی کو نہ ہو۔ اخلاص سے کیا ہوا عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام طاقتوں سے زیادہ طاقت ور ہے۔ خرچ کرنا سب سے بڑا عمل نہیں ہے، سب سے بڑا عمل دعوت ہے جس کو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں، دعوت لے کر نکلو، رحمت بنو، حیوان کے لئے بھی رحم ہے، کافر کے لئے بھی رحم ہے کہ کہیں جہنم میں نہ چلا جائے، زمین پر بھی رحم کرو کہ یہ زمین نافرمانیوں سے متعفن ہو رہی ہے۔

دعوت لے کر نکلو جو قبول کرے گا چمک جائے گا، اور جو مقابلہ کرے گا خدا اس کو ہلاک کر دے گا، سنتِ الٰہی یہی ہے۔

مشکوٰۃ کی روایت ہے کہ ایک شخص قیامت کے دن خدا کے سامنے ہوگا اس سے پوچھا جائے گا میں نے تجھے فلاں فلاں نعمتیں دی تھیں ان کو کہاں استعمال کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے فلاں جہاد میں تیرے لئے جان کو قربان کر دیا۔ کہا جائے گا جھوٹ ہے، میرے لئے نہیں تو نے دکھلاوے کے لئے کیا تھا'' فَقَدْ قِیْلَ ''۔ (''قُلْ اِنَّ صَلَا

تِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ‘‘)

اسی طرح ایک قرآن پڑھنے والا پیش کیا جائے گا اس سے بھی اسی طرح کا سوال کیا جائے گا کہ تو نے کیا کیا؟ تو کہے گا میں نے دین سیکھا اور سکھایا، تیرے لئے کیا۔ تو کہا جائے گا کہ جھوٹ ہے بلا شبہ تو نے یہ کیا لیکن میرے لئے نہیں کیا، اور حکم ہو گا باندھو اور جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح سخی کے متعلق فرمایا۔

جو عمل اخلاص سے نہیں ہوتا ہے وہ بوجھ ہوگا، اس لئے کہ وہ مردار ہے، بغیر اخلاص کے چلنا مشکل ہے، ایسا عمل وہاں پہنچتا ہی نہیں ہے۔ ’’**وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا**‘‘ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان پر ایک مرتبہ پچیس ملکوں کے لوگ موجود تھے، وہ کیا سیکھنے آئے تھے؟ بخاری پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ بخاری پڑھاتے ہوئے چھوڑ کر آئے تھے، اخلاص سیکھنے کے لئے آئے تھے۔

اب اگر یہ سمجھو کہ اب میں اللہ کے لئے کرنے لگ گیا ہوں تو سمجھو کہ اب غارت ہو گیا، محض اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنا، اس کے لئے لوگوں نے دس دس سال لگائے ہیں۔

پہلی بات اخلاص ہے اس سے پہلی مجلس میں بھی دو باتیں کہی تھیں ایک یہ کہ میں کچھ نہیں جانتا، نمبر دو اسباب سے نہ ہونے کا یقین اور خالقِ اسباب سے سب کچھ ہونے کا یقین، یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اخلاص بقدرِ یقین ہوگا، دین کا پھیلنا مال پر اور تم پر موقوف نہیں ہے بلکہ دین اللہ پھیلاتا ہے اللہ کے لئے دین کو پھیلاؤ، اگر تم نہیں پھیلاؤ گے تو ہٹا دیئے جاؤ گے، خدا نے دین کو پھیلانا ہے تم نہیں پھیلاؤ گے،

خدا دوسری مخلوق لے آئے گا۔ اسلام پھیلتا ہی اس وقت ہے جبکہ اندر ہو۔

حضرت جی ؒ سے کسی نے کہا کہ اسلام کیسے پھیلے گا؟ حضرت نے فرمایا ہے کہاں؟ جو پھیلے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ روشنی ہو اور پھیلے نہیں۔ حضرت جی ؒ نے فرمایا ہر امتی حضور ﷺ کی امت کا ذمہ دار ہے، ''کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ'' امت کو بھی دیکھو، لیکن ساتھ ساتھ اپنے اندر کو بھی دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اندر سے نفس، شیطان کھا تا رہے، تو اندر کیا باقی رہے گا۔ عزت کے لئے، بڑا بننے کے لئے، تعلیم کی ہے یا دعوت دی ہے، گشت کیا ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

مومن اور مسلم دو ایسے مظلوم لفظ ہیں کہ ہم اور تم پر بھی صادق آتے ہیں اور بلکہ ایسے لوگوں پر بھی صادق آتے ہیں جنہوں نے کبھی خدا کی نہیں مانی، اس کے لئے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے قربانیاں دی ہیں اور اب بعد میں خدا نے کہا کہ اب تم مانگو، جو مانگو گے، دونگا، تو انہوں نے دعا مانگی ''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ'' کہ ہم کو ماننے والا بنا دے۔ اللہ کے ہاں تو وہ عمل قابل قبول ہے جو صرف اسی کے لئے کیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ مِنَ الشِّرْکِ'' اس لئے ہر عمل سے پہلے اور بعد میں اپنی نیت کو دیکھیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''اَ لْعَالِمُوْنَ ھَالِکُوْنَ اِلَّا الْعَامِلُوْنَ ، وَالْعَامِلُوْنَ ھَالِکُوْنَ اِلَّا الْمُخْلِصُوْنَ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ'' اخلاص بندہ اور خدا کے درمیان معاملہ ہے اس لئے بدگمانی کی بات نہیں ہے، اپنے عیوب کو خود دیکھو دوسروں کے عیوب کو نہیں دیکھنا۔

ہرعمل کرنا آسان اور ہر بدی سے بچنا آسان

یقین اوراخلاص یہ دوقوتیں ہیں یقین اس اندر کی قوت کا نام ہےاس کی وجہ سے ہرعمل کرنا آسان اور ہر بدی سے بچنا آسان ۔اس کا ایک حصہ ہےاللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اورمخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین۔دوسرا ہے ''**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ**'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام زندگی ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہیں،ہم مقتدی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پورے عالم میں دین پھیلانے کی تھی یا نہیں؟جس طرح نماز میں امام کی اقتداء ہے۔بدقسمتی سے آج ہماراامام وہ ہے جو چاررکعت کی نماز پڑھاتا ہے ورنہ اصل امام وہ ہےجس کے ہاتھ میں سب کچھ تھا،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ابوبکرامام تھے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عمر رضی اللہ عنہ امام تھے۔

ابوسفیان ابھی اسلام نہیں لائے تھے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ پکڑ کر لائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔نماز کے بعدابوسفیان نے کہا کہ عمراس کا مطلب ہے کہ ہرکام میں تم اس کی اقتداءکروگے،انہوں نے فرمایاہاں ماننا ہی نہیں بلکہ منشا سمجھ کر چلنا ہے۔ابوسفیان نے نماز کا یہ مفہوم سمجھا ہے۔

اوراس دھوکہ میں نہ رہنا کہ میں اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا سمجھتا ہوں مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے''**اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ**''اس کے متعلق بتایاصراط مستقیم پر چلنے والے وہ''**اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ**۔۔۔ الخ'' صرف سننے سے قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والا مردود ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو لغت سے قرآن سمجھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ قرآن ان سے سمجھو جن کے متعلق رضی اللہ عنہ کہا گیا ہے۔ آدمی کے مردود ہونے کے لئے کافی ہے کہ ان پر طعن کرے" اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ "صحابہ رضی اللہ عنہم پر تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اعتماد کیا علی ہذا القیاس۔

جس کو اپنے بڑوں کی بات ماننے کی ضرورت نہیں وہ زندیق ہے

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس کو اپنے بڑوں کی ماننے کی ضرورت نہیں وہ زندیق ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کی کتاب پڑھو جس پر اس کے زمانے کے بڑے لوگوں نے اعتماد کیا ہو، خود بخود کسی کتاب پڑھنے کا فیصلہ تم نہیں کر سکتے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا کو سمجھ کر چلنا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا کو پہنچ سکتے ہو جب کہ ان کی منشا کو دیکھ کر چلو گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا کو پہنچ جاؤ گے۔ لیکن بڑوں کے لئے اور بھی خطرات ہیں۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مشکوٰۃ دیکھ رہے تھے میں نے کہا کہ حضرت کیا دیکھ رہے ہیں؟ تو فرمایا اپنا باب دیکھ رہا ہوں، پھر فرمایا اپنی فصل دیکھ رہا ہوں، باب العلم کی فصل ثالث پڑھ رہا ہوں، اپنی فصل اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ ہمارے متعلق ہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاد فرمایا کہ امام سے پہلے اگر رکوع، سجدہ کر لیا تو

قیامت کے دن سرگدھے کی طرح ہوگا۔ اگر چار رکعت والی نماز کے امام کے خلاف کرے تو سرگدھے جیسا ہے تو جو زندگی کے امام ہیں ان کے خلاف کرنے والے کا سر کیسا ہونا چاہیے؟

سیرت میں، صورت میں، بیٹھنے میں، چلنے میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا کیا تھا، تجارت میں، زراعت میں، اسی طرح تمام معاملات میں یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا اس میں کیا ہے۔ یہ گھر کے معاملات میں، بچوں کے ساتھ معاملات میں، پڑوسیوں کے ساتھ معاملات میں منشاء نبوت، مقصد نبوت سامنے رہے تو دین آتا ہے۔ دین تو عمل سے پھیلے گا بلکہ تمہیں دیکھ کے پھیلے گا اگر اندر ہوگا بیٹھنے میں، چلنے میں اگر دین کو، سنت کو، معاشرت میں بول چال میں، چلنے، پھرنے میں جتنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہوگی اور جتنی اس میں سادگی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت معلوم ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا، پینا، جتنا اس کے قریب ہوتا چلا جاؤ گے اتنا آرام سے، عافیت سے رہو گے۔

آخری بات یہ ہے کہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو کچھ نہ جاننے والا کہتے رہنا اور بڑوں کی مان کر چلنا یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب کہ اس کے لئے یکسو ہو جائیں گے، یکسوئی کے ساتھ جب آدمی کام کرے، جب ہوتا ہے کام، ورنہ کام نہیں ہوتا۔ اس یکسوئی کا نام ہے ''استخلاص'' ایک کام کے ہو کر رہو۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ نے کہا ہے وہ کہنا ہے، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے وہ کرنا ہے، بالکل اس میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی۔ کوئی چیز دیکھنے کی نہیں شہروں میں۔

شیطان اور نفس کا کام ہے کہ یکسو نہیں ہونے دیتا، اور کسی چیز میں مشغول نہیں ہونے دیتا۔ اتنا بڑا کام ہے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اس کے علاوہ جن کاموں میں لگے ہوئے ہو وہ تو سلوٹوں میں ہی ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نگاہ نیچی کر کے چلو، اگر ادھر ادھر دیکھو گے تو یہیں رہ جاؤ گے۔ کام کرو اور سب مل کر کرو گے تو گاڑی چلے گی اور جب گاڑی چلے گی تو تمہیں بھی لے کر چلے گی۔ اسلام کے بغیر ہمارا بقا نہیں ہے اور اگر سب مل کر دھکا نہیں لگاؤ گے تو چند کام کرنے والے مر جائیں گے۔ پھر اور چند کام کرنے والے اٹھ جائیں گے لیکن گاڑی نہیں نکلے گی۔ اور گاڑی کو خطرہ نہیں ہے سواریوں کو خطرہ ہے۔ گاڑی حکومت کی ہے اس کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ سواریوں کو خطرہ ہے۔ اسلام اللہ کا ہے، اس کو نقصان نہیں پہنچے گا امت کو نقصان پہنچے گا اور پوری امت ایک ہے۔

آگے تشکیل شروع ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

بموقع پرانوں کا جوڑ 1997ء

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلًا ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ،

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ★

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ★

سب کچھ اللہ ﷻ کے قبضے میں ہے

قابل احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! اللہ ﷻ نے جو ساری کائنات کے خالق ہیں جو ساری مخلوق کے خالق ہیں، سب کو پیدا کیا ان سب کے خالق بھی اللہ ہیں اور ان سب کو جو حالات پیش آتے ہیں ان سب کے حالات کے خالق بھی اللہ ہیں۔ بیماری کے خالق بھی اللہ ہیں، صحت کے خالق بھی اللہ ہیں، غنا کے خالق بھی اللہ ہیں، فقر کے خالق بھی اللہ ہیں، جن حالات کو آدمی چاہتے ہیں یا مخلوق چاہتی ہے ان کے خالق بھی ہیں اور جن حالات کو مخلوق نہیں چاہتی ان کے بھی خالق اللہ ہیں۔

پھر ان پیدا شدہ حالات کو جن جن کے لئے جو حالات مناسب ہے اس حال کو اس ذات تک پہنچانا یہ بھی اللہ کا کام ہے، صحت کسی تک پہنچے کوئی واسطہ نہیں سوائے اللہ کی ذات کے، صحت کا کوئی حال کسی کے پاس آجائے تو اللہ کی طرف سے آیا حکومتوں کی طرف سے نہیں آیا، وہ صحت کا حال آگیا تو وہ میرا نہیں ہو گیا بلکہ وہ اللہ کے قبضہ میں ہے جب چاہیں اسے واپس لے لیں جب چاہیں اسے کم کر دیں جب چاہیں اسے زیادہ کر دیں، وہ بھی سارا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

تمام ذاتوں کا خالق بھی اللہ اور تمام حالات کے خالق بھی اللہ ﷻ ہیں۔ اور ان حالات کو ذاتوں تک پہنچانے کی طاقت وہ بھی صرف اللہ کے پاس ہے اور ان

حالاتوں کوتبدیل کرنے کی طاقت بھی صرف اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر چیز کو حالات پیش آتے ہیں، سورج کو بھی حالات پیش آتے ہیں، چاند کو بھی حالات پیش آتے ہیں، زمین کو بھی حالات پیش آتے ہیں، ہواؤں کو بھی حالات پیش آتے ہیں، پانی کو بھی حالات پیش آتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ حالات انسان کو پیش آتے ہیں اور یہ حالات پیش آتے رہیں گے آئندہ بھی۔

اچھے حالات کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے اعمال ہیں

اصل کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس کائنات کا شہزادہ یا یوں کہیے کہ اللہ کا خلیفہ '' **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً** '' خلافت کے لئے اس بندہ کو پیدا کیا ہے۔اس خلیفہ کو سب سے زیادہ حالات پیش آتے ہیں حالات دو قسم کے ہیں پہلے عرض کیا ہے(۱) ایک وہ حالات ہیں جن کو مخلوق نہیں چاہتی ہے(۲) ایک وہ حالات ہیں جن کو یہ مخلوق چاہتی ہے۔سارے عہدوں کا خالق بھی اللہ ﷻ ہیں اب ایسی صورت بن جائے کہ جن حالات کو خود یہ خلیفہ یعنی ہم انسان نہیں چاہتے وہ نہ آئیں اور جن حالات کو ہم چاہتے ہیں کہ وہ آجائیں۔اللہ ﷻ نے ہم انسانوں پر کرم فرمایا، انتہائی درجہ کا کرم یہ فرمایا کہ تم اپنے اعمال درست کرو، ہم ان کو جن کو تم چاہتے ہو وہ حالات آئیں اور وہ حالات جن کو تم نہیں چاہتے کہ وہ حالات نہ آئیں یہ ہم کر دیں گے اتنا معاملہ ہم تمہارے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔اس لئے کہ تم اللہ کے ہاں معزز، محترم اور خلیفہ ہو، ہم تمہارے حوالے کرتے ہیں اس معاملہ کو۔

اور اس کی آسان صورت ایک سودا ہے اسے کرلو اور وہ یہ ہے کہ اپنے سر

سے پیر تک جو اعمال ہیں دماغ کا سوچنا، آنکھوں کا دیکھنا، دماغ کا سوچنا بھی عمل ہے ، نہ سوچنا بھی عمل ہے، آنکھ کا دیکھنا بھی عمل ہے اور نہ دیکھنا بھی عمل ہے، زبان کا بولنا بھی عمل ہے نہ بولنا بھی عمل ہے۔ بولنا عمل ہے صحیح بولا یہ عمل ہو گیا غلط کوئی بات آئی کہنے لگا لیکن نہیں کہی یہ بھی عمل ہے۔ آنکھ کا دیکھنا بھی عمل ہے قرآن مجید کو دیکھنا یہ عمل، بیت اللہ کو دیکھنا یہ عمل، اماں کو دیکھنا یہ عمل، دادی کو دیکھنا یہ عمل، کسی غریب کو شفقت سے دیکھنا یہ عمل ہے، عمل یہ سب آنکھ کا عمل ہے، جن کو دیکھنے سے اللہ نے منع کیا ہے ان کو نہ دیکھنا بھی عمل ہے، ہاتھوں کا لکھنا بھی عمل، صحیح لکھنا بھی عمل اور غلط لکھنا بھی عمل، قدموں کا صحیح جانب چلنا بھی عمل اور غلط جانب چلنا بھی عمل، شرم گاہ کا صحیح جگہ استعمال ہونا بھی عمل، غلط جگہ پر استعمال ہونا بھی عمل۔

سر سے پیر تک یہ اعضاء و جوارح جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں، جن کو آج مخلوق بیچنے پر آئی ہوئی ہے اس کے ذریعے کما کر کھانے کی فکر میں ہے۔ یہ اللہ ﷻ کی امانت ہے بندے کے پاس، اس کا مالک میں نہیں ہوں کہ اس کو بیچتا پھروں یہ خیانت ہے اللہ کی امانت میں۔ اس کی حفاظت میرے ذمہ ہے اس کا صحیح استعمال میرے ذمہ ہے۔ اس کی حفاظت بھی میرے ذمہ ہے اس کا صحیح استعمال بھی میرے ذمہ ہے۔ اِن اعمال کو صحیح کرلو۔ یہ اعمال ہیں اور اعمال پہاڑوں سے نہیں نکلتے، پانیوں سے نہیں نکلتے، بلکہ اعمال سارے کے سارے آدمی کے اندر سے نکلتے ہیں، ان اعمال کا پہلے ذکر کیا ہے یہ سب باہر کے اعمال ہیں۔ اس سے اہم ترین اعمال اور اندر کے اعمال اور وہ بھی انسان کے اعضاء اور جوارح سے نکلتے ہیں دل کے اعمال ہیں محض رضائے الٰہی کے لئے بات کی طرف متوجہ ہونا، محض رضائے الٰہی کے لئے اُس

یقین کو دل میں اپنے پیدا کرنا جس یقین کو پیدا کرنے کا اللہ ﷻ کا حکم ہے اور جس یقین کے لئے سید الکونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں۔''اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَ زَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَ کَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ وَ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ'' اے اللہ ایمان کو ہمارے لئے محبوب ترین چیز بنا دے، یہ بھی عظیم ترین عمل ہے اور دل کا عمل ہے۔ جیسے دل سارے اعضاء کا سردار ہے اسی طرح دل کا عمل سارے بدن کے اعمال کا سردار ہے۔ سردار اعمال وہ دل کے اعمال ہیں، ایمان محبوب بنا دے اور اس کو دل کی زینت بنا دے اور ساتھ ساتھ ''وَ کَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ'' اور گناہ کو، نافرمانی کو، کفر کو ہمارے لئے مکروہ ترین چیز بنا دے۔

کمالِ ایمان کی علامت

یہ ایمان کا کمال ہے۔ ایمان درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ اگر اللہ ﷻ نے یہ وصف آدمی کے اندر پیدا کر دی کہ اس کو غلط عمل سے گھن آئے، اس کے لئے غلط عمل کے قریب جانا مشکل ہو، اس کی طرف رغبت کرنا مشکل ہو جیسے غلاظت کی طرف آدمی کو رغبت نہیں ہوتی۔ جتنی اللہ کی نافرمانیاں ہیں یہ غلاظت ہی غلاظت ہیں۔ اگر ان سے گھن آئے تو یہ ایمان کے کمال کی علامت ہے۔

اعمال کے ٹھیک اور صحیح ہونے کا معیار

یہ بڑے بڑے اعمال جن کا اب ذکر کیا اور وہ چھوٹے اعمال جو اعضاء جوارح کے اعمال ہیں ان سب کو ٹھیک کر لو اور سب کا ٹھیک ہونا یہ نہیں ہے جن کو تم ٹھیک کہو وہ ٹھیک ہیں، نہیں، جن کو قرآن ٹھیک کہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھیک

کہیں، وہ ٹھیک ہے۔ سوچنا وہ صحیح ہے جو حضور ﷺ کی سوچ کے ساتھ میل کھائے، اور قرآن کی سوچ کے ساتھ، وہ سوچ صحیح ہوگی۔ دیکھنا وہ صحیح ہوگا جو میل کھائے حضور ﷺ کے دیکھنے کے ساتھ، سننا وہ صحیح ہوگا جو میل کھائے جائے حضور ﷺ کے سننے کے ساتھ، یہاں تک کہ چلنا وہ صحیح ہوگا جو چال میل کھائے حضور ﷺ کی چال کے ساتھ۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ نے نمونہ بنا کر بھیجا ہے، قرآن پر عمل کرو؟ کس طرح جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ نماز کا حکم قرآن میں ہے ''**اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ**'' نماز قائم کرو لیکن نماز کو قائم کرو جیسے تمہارا جی چاہے نہیں بالکل نہیں، جیسے تمہارے میاں جی نے پڑھا دیا تھا اس طرح نماز بالکل نہیں جیسی تمہاری اماں جان نے نماز پڑھی تھی اس طرح بالکل نہیں ''**لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ**'' محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہتر اسوہ اور نمونہ ہیں۔ جیسی انہوں نے نماز پڑھی جتنی انہوں نے نماز پڑھی، جس جس وقت انہوں نے نماز پڑھی ہے وہ ساری کی ساری عملِ صالح ہے، وہ سارے اعمالِ صالحہ ہوں گے۔

تو یہ جسم تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہم نے۔ یہ تمہارا فرماں بردار ہے اور اسی پر تمہارا اختیار ہے ہر آدمی کا جب میں چاہوں آنکھ بند کرسکتا ہوں، جب چاہوں کھول سکتا ہوں۔ دماغ کا سوچنا اللہ نے مجھے مختار بنایا ہے جو سوچنا چاہوں سوچ سکتا ہوں اور جو میں نہ سوچنا چاہوں نہیں سوچ سکتا، جو لکھنا چاہوں لکھ سکتا ہوں جو نہ لکھنا چاہوں وہ نہیں لکھ سکتا، مختار بنایا ہے آدمی کو اللہ نے اختیار دیا ہے۔

یہ سارے اعضاء ہیں اور انسان ان سب کا بڑا اور سردار ہے جو کرنے کو کہتا

ہے وہ کرتے ہیں جس سے روک دیتا ہے وہ نہیں کرتے ، ہر صحیح کے کرنے کا حکم دو اور ہر غلط سے رکنے کا حکم دو، یہ تمہاری ذمہ داری ہے اگر تم یہ کر لو سر سے پیر تک اعضاء جوارح سے جو اعمال صادر ہوتے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اعمال کی مشین ہے جیسے زمین اور سمندر اور پانی اشیاء کی مشین ہے وہاں سے چیزیں نکلتی ہیں کہیں سے گندم نکل رہی ہے، کہیں سے چاول نکل رہے ہیں، کہیں سے پھل نکل رہے ہیں، کہیں سے کچھ نکل رہا ہے، اور کہیں سے کچھ نکل رہا، کہیں سے پٹرول نکل رہا ہے کہیں سے چاندی نکل رہی ہے کہیں سے چاول نکل رہے ہیں ۔ یہ سب چیزوں کی مشین ہے یہ آدمی اعمال کی مشین ہے۔

اگر یہ تمہاری اعمال کی چھ فٹ کی مشین صحیح ہو جاتی اور یہ صحیح اعمال کرنے لگتی تو اللہ جل شانہ کا ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ اللہ ﷻ کا قرآن میں وعدہ ہے اور پکا وعدہ ہے" **وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا** "اللہ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے وعدہ ہے پکا اور سچا، اگر تمہارے اعمال اچھی قسم کے آجائیں گے ہم نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اللہ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں ہر وقت موجود رہنے والے یہ دو فرشتے ہیں آدمی جو کرتا ہے وہ لکھتے ہیں جو کہتا ہے وہ لکھتے ہیں، جو دیکھتا ہے وہ لکھتے ہیں، جو سنتا ہے وہ لکھتے ہیں، ہر چیز لکھتے ہیں اور ہر صبح اور ہر شام فرشتے آسمان سے آتے ہیں۔ شام کو آتے ہیں دن بھر کے اعمال لے کر اوپر چلے جاتے ہیں دوسرے وقت میں دوسرے فرشتے آتے ہیں اور ساری رات بھر کے اعمال صبح کو لے کر چلے جاتے ہیں۔

جیسے اعمال اسی طرح کے حالات

جس طرح کے تمہارے اعمال نیچے سے اوپر کو آئیں گے اُس طرح کے

حالات ہم اوپر سے نیچے اتارتے ہیں، بس سیدھا سیدھا بالکل آسان سودا ہے اگر تمہارے وہ اعمال آئیں گے ہمارے پاس جو ہم چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے تمہارے وہ حالات نیچے جائیں گے تمہاری طرف جن کو تم چاہتے ہو۔ اور اگر تمہاری طرف سے وہ اعمال ہماری طرف آتے ہیں جن کو ہم نہیں چاہتے جن کو اللہ نہیں چاہتے، اللہ کا قرآن نہیں چاہتا، اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے۔ تو پھر ہم حالات بھی اسی قسم کے اتاریں گے جن کو تم نہیں چاہتے۔ تو یہ حالات تمہارے کوئی خراب نہیں کر رہا تم خود کر رہے ہو۔ اگر خراب ہو رہے ہیں تو تم خود خراب کر رہے ہو تمہیں اللہ نے اس میں مختار بنایا ہے۔

اس بنا پر کلیہ یہی ہے قرآن مجید آیا اس لئے ہے، یہی بتانے آیا ہے، یہی سمجھانے آیا ہے قرآن مجید تمہارے پاس یا فیل ہونے کے لئے نہیں آیا ہے، کہ تمہاری حکومتیں قرآن کو پاس کرتی ہیں یا فیل کرتی ہیں۔ یہ زندگیوں کے فیصلے کرنے کے لئے آیا ہے کہ تم نے جہنم میں جانا ہے یا جنت میں جانا ہے، تم نے یہاں عزت کی زندگی بسر کرنی ہے یا ذلیل ہونا ہے، تم نے لوگوں کے ہاتھوں مرنا ہے، تم نے بے چین رہنا ہے، تم نے بے آرام رہنا ہے، خوف و ہراس میں رہنا ہے کہ کسی کی عزت محفوظ نہ ہو کسی کی جان محفوظ نہ ہو کسی کا مال محفوظ نہ ہو اس کے فیصلے سنانے کے لئے قرآن مجید آیا ہے، قرآن مجید ہماری زندگیوں کے فیصلے سنانے کے لئے آیا ہے کہ تم نے زندہ رہنا ہے یا مرنا ہے اور بُری موت مرنا ہے یا اچھی موت مرنا ہے، یہ فیصلے کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو قرآن کے مطابق بنالو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنالو۔

ہمیں اپنے اعمال کو درست کرنا ہے، ہم نے اپنے آپ کو صحیح استعمال کرنا ہے جیسے اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم ہے بس تمہارے حالات درست ہو جائیں گے۔اسی دن درست ہو جائیں گے، اسی شام درست ہو جائیں گے۔اسی صبح درست ہو جائیں گے اسی وقت درست ہو جائیں گے۔اس بنا پر معاملہ اپنے ہاتھ میں ہے اور اس انسانیت میں سے انسانی طبقہ یہ اللہ کی مخلوق ہے اور عظیم مخلوق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے اللہ کا خلیفہ ہے اس عظیم الشان مخلوق کو اللہ جل شانہ نے یہ سلسلہ عطا فرمایا ہے کہ اسی پر ساری کائنات موقوف تھی۔یہ نہیں کہ تمہارے اندر سے اگر اعمال ٹھیک اوپر کو جائیں گے تو صرف تمہارے ہی حالات درست ہوں گے ،صرف تمہارے ہی نہیں ہواؤں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے، پانیوں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے، سمندروں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے، زمینوں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے، یہاں تک کہ درندوں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے اور درندوں سے بھی آگے بڑھ کر تمہارے دشمنوں کے حالات بھی درست ہو جائیں گے، ہاں تمہارے دشمنوں کے بھی حالات درست ہو جائیں گے وہ بھی وہ سوچیں گے جو تمہارے لئے مفید ہو گا۔دماغ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ تمہاری خیر سوچیں گے تمہارے لئے شر سوچنے کا حوصلہ ہی نہیں رہے گا۔

اس بنا پر اسی حقیقت کو دل سے تسلیم کرنے کی بنا پر اور قرآن مجید کی خبروں کی بنا پر اور **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبروں کی بنا پر ایک مرتبہ نہیں ایک کھرب مرتبہ قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی پوری زندگی شعور سنبھالنے کے وقت سے لے کر موت کے وقت تک صرف ایک ہی کام کیا ہے کہ

انسان ٹھیک ہوجائے اس لئے کہ یہ آج بھی صحیح ہوجاتا ہے تو سارا کچھ صحیح ہوجاتا ہے آخرت بھی صحیح ہوجاتی ہے دنیا بھی صحیح ہوجاتی ہے، زمینیں بھی صحیح ہوجاتی ہیں اور آسمان بھی صحیح ہوجاتا ہے سورج بھی صحیح ہوجاتا ہے، ہوائیں صحیح ہوجاتی ہیں، طوفان صحیح ہو جاتے ہیں سمندر صحیح ہوجاتے ہیں۔

اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام نے ساری زندگی مسلسل ایک ہی کام اور یہ ایک ہی کام بس کہ آدمی ٹھیک ہوجائے ہر وہ کام کرو کہ جس سے آدمی ٹھیک ہوجائے اور سب سے اخیر میں آنے والے سید مجتبیٰ احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ایک حکم الٰہی کا اضافہ کر دیا گیا، ایک حکم تو یہ کہ ساری زندگی دن کو بھی رات کو بھی فرصت کا جتنا وقت ملتا ہے اپنی کل صلاحتیں اپنا کل وقت اور کل مال اور کل اثر ورسوخ استعمال کرو اس بات میں کہ آدمی ٹھیک ہوجائے۔

آدمیوں کی تین قسمیں ہیں (۱) مرد (۲) عورت (۳) بچہ، عورتیں سب ٹھیک ہوجائیں، مرد سب ٹھیک ہوجائیں، بچے سب ٹھیک ہوجائیں یہ تینوں ٹھیک ہو جائیں ساری کائنات درست ہوجائے گی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفصیل سے بتایا ہے، اس پر کتابیں موجود ہیں کہ یہ عمل کروگے تو یہ ہوگا یہ عمل کروگے تو یہ ہوگا یہ عمل کروگے تو یہ ہوگا یہ غلط عمل کروگے تو یہ نتیجہ نکلے گا یہ غلط عمل کروگے، تو یہ نتیجہ نکلے گا یہ غلط عمل کروگے تو یہ نتیجہ نکلے گا، کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس وقت تاجر بد دیانت ہوتا ہے وہ بد دیانتی اپنے دفتر میں کر رہا ہے، اپنی دوکان میں کر رہا ہے، اپنے گھر میں کر رہا ہے، اپنے

سٹور میں کر رہا ہے، وہاں کر رہا ہے لیکن اس کے اثرات ساری کائنات پر پڑتے ہیں وہ غلط ناپتا ہے، وہ غلط تولتا ہے، وہ غلط سوچتا ہے، وہ غلط بولتا ہے، غلط لکھتا ہے، غلط لیتا ہے، غلط دیتا ہے، غلط بیچتا ہے، غلط خریدتا ہے۔

اس کے اثرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر بددیانت ہوگا تو قحط پیدا ہوگا نئی نئی صورتیں قحط کی ہیں، اس لئے کہ نئی نئی صورتیں بددیانتی کی ہیں جتنی صورتیں بددیانتی کی بڑھتی جائیں گی اتنی ہی قحط اور ہلاکت کی صورتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ اللہ کے ہاں ہر چیز کے خزانے موجود ہیں تو یہ ہمارا خود لایا ہوا ہے۔ یہ آٹے کے لئے ہائے ہائے کرتے پھرنا، یہ ہم نے خود اپنا لایا ہوا ہے، ان حکومتوں کے پاس کچھ نہیں یہ کہ نہ کچھ لاتی ہیں اور نہ لیجاتی ہیں۔ ان کے مرنے جینے کے تو اللہ فیصلے فرماتے ہیں۔

بنیادی غلطی

بقول مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، کچھ لوگ آئے ہوئے تھے حکومتی قسم کے سامنے بیٹھے تھے حضرت نے فرمایا کہ بنیادی غلطی چل رہی ہے، ڈھاکہ میں ہم تھے اس وقت فرمایا کہ ایک بنیادی غلطی چل رہی ہے اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں سمجھدار طبقہ بیٹھا ہے، اکھٹا ہے آپ بڑے لوگ جتنے بھی ہیں تم یہ کہتے ہو گورنر ہیں، جرنیل ہیں، وزیر اعظم ہیں، وزیر بھی ہیں یہ سارا جتنا طبقہ ہے ان کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کیا، ہم یہ کریں گے، ہم نے یہ کیا اور ہم یہ کریں گے اور یہ ہم یہ کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ماضی، حال، مستقبل سارا انہی کے قبضہ میں ہے۔ ماضی بھی ہمارے قبضہ میں ہے، حال بھی ہمارے قبضہ میں ہے اور مستقبل بھی

ہمارے قبضہ میں ہے۔اور فرمانے لگے کہ کبھی سوچا بھی ہے تم جب یہ کہتے ہو تو تمہاری رعیت جتنی بھی ہے، یہ جو تمہارے ماتحت ہیں تم سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، یہ بھی وہی باتیں کرتیں ہیں جو بڑے کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے وزیر اعظم نے یہ کیا، ہمارا وزیر اعظم یہ کررہا ہے اور ہمارا وزیر اعظم یہ کرے گا۔ ہمارے گورنر نے یہ کیا اور ہمارا گورنر یہ کررہا ہے اور ہمارا گورنر یہ کرے گا۔ یہ بھی وہی بات کرتے ہیں لیکن تم نے اور تمہاری رعیت نے یہ کبھی سوچا ہے کہ اگر تم سارے کے سارے دنیا کے صدر اور مملکتوں کے بڑے بڑے لوگ جو یہ سمجھتے ہو کہ سب کچھ ہم ہی کررہے ہیں اور ہمارے اشاروں پر دنیا ناچ رہی ہے اور چل رہی ہے اگر تم سارے مل کے ساری اپنی قوتوں کے ساتھ اکھٹے ہو کر ایک دفعہ مرنا بھی چاہو تو مر بھی سکتے ہو؟ اگر مرنا چاہو کہ دنیا کی جان چھوٹ جائے ،دنیا آرام سے رہنے لگے تو مر بھی سکتے ہو؟ جو مر نہیں سکتے تو کسی کا کیا بنائے گا، یہ ہماری انسانیت کا کچھ نہیں بنا سکتے۔ **وَاللّٰہِ الْعَظِیْمِ** یہ عظیم قسم کا شک ہے اور عظیم قسم کی غلطی ہے جب آدمی کا یقین خالق سے ہٹتا ہے تو مخلوق میں آکر چھپ جاتا ہے،خالق سے نگاہ ہٹی مخلوق میں اڑ گئی ،تباہی کا سامان ہوگیا،تباہی کا سامان ہے انسانیت کے لئے ،ان سے نہیں ہوگا بلکہ اپنے اعمال کو درست کرلو بلکہ یوں بھی ارشاد فرمایا کہ یہ جو غلط کریں غلط کرنے کے لئے مخلوق ہے اس کے مقدر میں یہی لکھا ہوا ہے تو اس کو گالیاں مت دو، اپنی اصلاح کرلو۔اس لئے کہ گالیاں دینے سے اللہ کا عذاب نہیں ٹلتا ہے یہ تو خدا کا عذاب بن کر آتے ہیں، یہ خدا کے عذاب کے نازل ہونے کا زریعہ بنتے ہیں،اس بنا پر ان کو گالیاں مت دو ان کا قصور نہیں ہے ان کا قصور گالیوں سے معاف نہیں ہوتا ہے اگر کرسکو تو ان کی اصلاح کی

کوشش کرو، ان کو بھی صحیح راستے پر لانے کی کوشش کرو۔

آئین سازی نہیں آدم سازی کی ضرورت ہے

تمہارے ملک کے سربراہ ایک دن اکھٹے تھے میں ان سے گفتگو کر رہا تھا میں نے ان سے کہا کہ یہ آئین سازیوں میں لگے ہوئے ہو یہ آئین سازیوں سے کچھ نہیں بنے گا آدم سازی کرو۔ آدمی صحیح ہوگا تو سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ ملک کا صدر بھی تھا گورنر بھی تھا، آئی جی بھی تھا، ڈی آئی جی وغیرہ سب طبقہ تھا تو میں نے کہا آدم سازی کرو، آدمی کو صحیح آدمی بناؤ آدمی صحیح چلنے والے آجائیں، اگر گھر کے آدمی صحیح ہو جائیں تو گھر ٹھیک نہیں ہوجائے گا؟ اگر بازار کے آدمی ٹھیک ہوجائیں تو بازار ٹھیک ہو جائیں گے۔ دفتر کے لوگ صحیح ہوجائیں تو دفتر ٹھیک ہوجائے گا سارے اوپر سے نیچے تک صحیح ہوں گے جب یہ صحیح ہوجائیں گے۔ تو اللہ کا وعدہ ہے قطعی وعدہ ویقین ہے ''**وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہ تَبْدِیْلاً** '' ''**وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہ تَحْوِیْلاً** '' اللہ کے فیصلوں میں کبھی تبدیل نہیں ہوتی، اس کے فیصلے طے شدہ ہیں۔ جب تم صحیح ہوجاؤ گے تو تمہارے حالات درست ہوجائیں گے، جس کسی حال میں بھی ہو تمہارے حالات درست ہوجائیں گے، اللہ کا وعدہ ہے۔

اس بنا پر انبیاء علیہم السلام انسانیت کے سب سے بڑے خیرخواہ ہیں وہ صرف ایک ہی کام کرتے ہیں اور مسلسل کرتے ہیں اور اسی کو انبیاء کرام کام بناتے ہیں، کام ان کا وہی ہوتا ہے دوسرے کام ان کے ضمنی چیزیں ہوتی ہیں، جیسے کوئی آدمی کہیں جاتا ہے شہر میں کسی جگہ میں کسی وقت میں بھوک لگتی ہے تو کھا لیتا ہے پیشاب کی ضرورت ہوتی ہے تو پیشاب کے لئے چلا جاتا ہے، پاخانہ کی ضرورت ہوتی ہے تو پاخانہ کے لئے چلا

جاتا ہے، نیند غلبہ کرتی ہے تو سو بھی لیتا ہے، لیکن سونے کے لئے کہیں نہیں جاتا، کھانے کے لئے کہیں نہیں جاتا، پیشاب پاخانے کے لئے کہیں نہیں جاتا، کام کے لئے جاتا ہے جس کام کے لئے وہ گیا ہے وہ سب کاموں پر غالب ہے ایسا کام کرو جس سے سب لوگ صحیح ہو جائیں بچے صحیح ہو جائیں اس کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** ﷺ کے وقت میں آکر اللہ ﷻ نے ایک اضافہ فرمایا کہ یہ خاتم النبیین ہیں ان کا کام بڑھا دیا، پہلے انبیاء کا کام یہ تھا کہ ایسی محنت کرو کہ تمہارے ساتھی درست ہو جائیں اور تمہارے جیسے انسان، عورتیں اور بچے درست ہو جائیں۔

اور حضور ﷺ کے وقت میں ایک اور حکم کا اضافہ کیا گیا کہ محنت کرو کہ تم درست ہو جاؤ اور محنت کرو تمہارے جیسے اور انسان درست ہو جائیں۔ جتنے موجود ہیں یہ انسان ہیں ان کو درست کرنے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ یہ ساری حضور ﷺ کی امت ہے قیامت تک، کچھ امت اجابت ہے کچھ امت دعوت ہے۔ جو امت دعوت ہے وہ بھی ٹھیک ہو جائے اور جس کے لئے حضور ﷺ داعی بن کر آئیں ہیں۔ وہ بھی درست ہو جائے جس نے حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا ہے وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ محنت اس انداز کی کرو کہ جس کو بھی اس محنت پر لے آؤ کہ وہ درست ہو جائے اُسے کہو کہ صرف تمہارا درست ہونا کافی نہیں ہے جو امتیں آنے والی ہیں ایسا انتظام کرو کہ جہاں جس جس ملک پر مشرق میں مغرب میں شمال میں جنوب میں جس جس جگہ میں وہ آنے والی ہیں جہاں کہیں وہ ہیں اور جو آنے والی ہیں جو موجود نہیں آنے والی ہیں آنے والی نسلوں کا انتظام کرنا بھی تمہارے ذمہ ہے ایسی محنت کرو ایسا ماحول بناؤ کہ جو وہ نئی نسلیں آئیں وہ بھی صحیح آدمی ہوں صحیح اعمال والی ہوں سر سے پیر

تک صحیح اپنے آپ کو استعمال کرنے والے ہوں۔

''**كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**''تم بہترین امت ہو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو، تمام انسانوں کی نفع رسانی کے لئے یہ اس امت کے متعلق حکم ہے یہ پہلی امتوں کے لئے حکم نہیں تھا یہ صرف اسی امت کے متعلق ہے تمام انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک آنے والے ہیں سب کو نفع پہنچانا ہے اور نفع ہر قسم کا نہیں، عام قسم کا نہیں، کسی کو پانی پلا دینا بھی نفع کی چیز ہے، کسی کو کھانا کھلا دینا بھی نفع کی چیز ہے بلا شبہ انکار نہیں ہے دنیا بھی نفع کی چیز ہے کسی کو سواری دے دینا بھی نفع کی چیز ہے کسی کو باغ دے دینا بھی نفع کی چیز ہے یہ سب نفع کی چیزیں ہیں لیکن ان سب نفعوں کے لئے نہیں بھیجے گئے ہو تم، تمہیں جس عظیم نفع کے لئے بھیجا گیا ہے وہ سب سے بڑا نفع ہے اور بنیادی نفع ہے اور ایسا نفع ہے کہ اگر وہ مل جائے تو پھر کسی نفع کی ضرورت نہیں رہتی، وہ ''**تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ**'' صحیح راستے پر لوگوں کو لگانا اور غلط راستے سے ہٹانا یہ اصل کام ہے۔ یہی انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے نہ کھانا اتنا ضروری ہے، نہ پینا اتنا ضروری ہے، اس لئے کہ کھانا اگر نہ ملے یا پینا اگر نہ ملے، سب سے زیادہ ضروری پینا بھی نہیں کھانا بھی نہیں، بلکہ سانس لینا ہے یعنی ہوا، کھانا اتنی بڑی ضرورت نہیں ہے پانی اتنی بڑی ضرورت نہیں ہے ہوا سب سے بڑی ضرورت ہے، آدمی کے لئے اگر آدمی ایسی جگہ پر آجائے جہاں ہوا مطلقاً نہ ہو ویسے تو ہوا اللہ ہر جگہ پہنچاتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں بالکل ہوا نہ ہو تو آدمی مرجاتا ہے۔ مرجائے گا نا؟ اگر یہ ضرورت پوری نہ ہوئی تو یہی ہوگا کہ مرجائے گا لیکن

جہنم میں تونہیں جائے گا، اگر ہدایت نہ ملی تو جہنم جائے گا۔

اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کو مقدم کرو سب سے بڑی ضرورت ہے اس سب سے بڑی ضرورت کو کرنے کے لئے اللہ ﷻ نے تمہیں بھیجا ہے اس امت کو بھیجا ہے۔ کہ ساری انسانیت کی نفع رسانی کا جو کام ہے'' **تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** '' تو اس کام کو کرے تاکہ ساری انسانیت کو نفع پہنچے جتنی آنے والی ہے قیامت تک۔ اور اللہ ﷻ اسی امت کے ہاتھوں یہ کام بھی کرائیں گے اس کے نتیجے میں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اللہ ﷻ کوئی گھر کچا پکا ایسا نہیں چھوڑیں گے مگر اس میں اسلام داخل کر کے چھوڑیں گے۔ تمام گھروں کے اندر دین ہی دین ہو گا انشاء اللہ محنت پر موقوف ہے۔ یہ محنت ہی ہمارا اصل کام ہے، ہم اس کے لئے پیدا ہوئے ہیں اللہ کی قسم اس کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں اسی کام کے لئے صرف اسی کام کے لئے، جو کر رہے ہیں اس کے لئے ہم پیدا ہی نہیں ہوئے نہ عورتیں اس کے لئے پیدا ہوئیں ہیں نہ بچے اس لئے پیدا ہوئے ہیں۔

دینِ اسلام سب سے آسان راستہ ہے

جتنا آسان کیا ہے دین کو کوئی راستہ بھی اتنا آسان نہیں ہے جتنا دین کا راستہ آسان ہے یا یوں کہئے کہ محمد ﷺ کا راستہ آسان ہے اور وہ جو فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے مسواک حضور ﷺ کو پسند تھی مسواک کے بارے میں فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا کہ امت کے لئے مشکل بن جائے گی، مشکل ہو جائے گی

ورنہ میں مسواک کو فرض قرار دے دیتا لیکن اس لئے فرض نہیں کیا کہ امت پر مشکل ہو جائے گی۔ حضور ﷺ کا جی چاہتا تھا عشاء کی نماز ذرا دیر سے پڑھ لیں فرمایا کہ دیر سے پڑھنے کو جی چاہتا ہے اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اسی کو ضروری قرار دے دیتا لیکن چونکہ امت مشکل میں پڑھ جائے گی اس واسطہ میں نے اس کو ہاتھ نہیں ڈالا، ہاتھ نہیں لگایا۔

ایک آدمی آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ ''۔اَوْصِنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اَوْجِزْ'' یا رسول اللہ مجھے نصیحت فرمائیں اور مختصر سی نصیحت فرمائیں اَن پڑھ آدمی ہوں۔ سید الکونین ﷺ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا ''صَلِّ صَلَاۃَ مُوَدِّعٍ'' ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر پڑھ لینا، ایک جملہ ہے صرف ''صَلِّ صَلَاۃَ مُوَدِّعٍ'' اسی کو اگر امت بھی پکڑ لے تو سارے قصے اول تا آخر آسان ہو جائیں کہ اگر آدمی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر پڑھنی شروع کر دے ساری منزلیں بہت آسانی کے ساتھ طے ہو جائیں اور موقع پر اگر کسی نے تیزی میں آ کر جوانی کے زور میں ہوتے ہیں اور کبھی اندر کا زور بھی پیدا ہو جاتا ہے کچھ لوگوں نے ساری ساری رات نماز پڑھنا شروع کر دی اور دن کو روزے رکھنا شروع کر دیئے۔

نفلی عبادات میں اپنے اوپر شدت کرنا ناپسندیدہ ہے

حضور ﷺ کو اس کی خبر دی گئی کہ یا رسول اللہ یہ روزہ نماز کا یہ کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوپر شدت مت کرو، تشدد مت کرو، اپنے اوپر سختی مت کرو۔ اللہ جل شانہ نے تمہارے اوپر دین کو آسان فرمایا ہے اور ساتھ ہی

فرمایا کہ میں کھاتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں سوتا بھی ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، آپ ﷺ رات کو تین تین دفعہ بھی اٹھے ہیں اور پوری رات بھی سوئے ہیں دو دو وقت بھی کھایا ہے ایک وقت بھی کھایا ہے تین دن کے بعد بھی کھایا ہے، جیسی جیسی صورتحال پیش آتی رہی کرتے رہے، لیکن کبھی ایسا نہیں کہ خوب زور لگاؤ مشقت کرو۔ بتایا کہ میری اعتدال والی چال چلو، حضور ﷺ والی اعتدال والی چال چلو اور میں کام کرنے والوں سے درخواست کروں گا کہ دیکھو جتنا حضور ﷺ نے کہا ہے کرنے کو اتنا کرو ساری چیزیں کرتے ہوئے کرو سالہا سال کریں اور مسلسل کریں اور دعوت ہی کا کام کرتا رہ جائے عظیم ترین کام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد حیاۃ ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

لیکن اگر بیوی کا حق ادا نہیں کیا اللہ کی قسم پکڑا جائے گا، اور اگر بچیوں کا حق ادا نہیں کیا، اگر بیٹی کا حق ادا نہیں کیا اللہ کی قسم پکڑا جائے گا، اگر پڑسیوں کا حق ادا نہیں کیا اللہ کی قسم پکڑا جائے گا، اور یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندوں کے حق، پڑوسیوں کے، شریکوں کاروں کے، بچوں کے اور بیویوں کے اور رشتہ داروں کے اماں کے ابا کے اگر ان کے حقوق ادا نہ کئے گئے، یہ عذر قبول نہ کیا جائے گا کہ میں فلاں کام میں مشغول تھا اور حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے کہ اگر بندہ نے میری حق تلفی کی ہے میرے حق کو ضائع کیا ہے اس میں کمی کی ہے یا ناقص ادا کیا ہے یا نام کا ادا کیا ہے تو معاف کر دوں گا، لیکن بندوں کا حق اگر ادا نہیں کیا تو اسے معاف نہیں کروں گا اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس بنا پر عرض کر رہا ہوں کہ ہر چیز کو اعتدال سے دیکھو نماز کی پانچ رکعتیں نہیں چاہئیں، چار چاہئیں، دو رکعت فجر کی چاہئیں تین نہیں چاہئیں، بہت سارا عمل نہیں چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا عمل چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کتنا کیا ہے اور کیسے کیا ہے ہر چیز کا خیال رکھنا پڑے گا، جتنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اتنا ہی کرنا ہے، اتنا ہی ہماری ذمہ داری ہے اتنا ہی کرنا سنت ہے، اتنا ہی کرنے میں فائدہ ہوگا، اتنا ہی کرنے کا پورا فائدہ ہوگا جتنا فائدہ ہونا چاہیے۔

اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع عمل میں ایسا فریضہ ہے قرآن مجید نے جو انداز اختیار کیا ہے دین کے احکام کے متعلق۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایمان لاؤ ایمان کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتا، اس واسطے صحابہ فرماتے ہیں'' **تَعَلَّمْنَا الْاِیْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ** '' پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔ اور افسوس ناک سی بات یہ ہے مگر کہنی پڑتی ہے کہ ساری دنیا قرآن سیکھ رہی ہے مگر ایمان کوئی نہیں سیکھتا۔ صحابہ کہتے ہیں'' **تَعَلَّمْنَا الْاِیْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ** '' پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔

اور یاد رکھو جنہوں نے ایمان نہیں سیکھا ہے انہوں نے قرآن نہیں سیکھا ہے مغالطے میں نہ رہیں کہ ہم نے قرآن سیکھ لیا ہے جنہوں نے ایمان نہیں سیکھا ہے انہوں نے قرآن نہیں سیکھا ہے دھوکہ میں نہ رہیئے قیامت میں جا کے کھلے گا جب کوئی کچھ نہیں کر سکے گا کچھ کرنے کا موقع نہیں ہوگا۔ یہی موقع ہے کچھ کرنے کا، ایمان سیکھو ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

اس بنا پر سب سے پہلی شرط ہے ایمان عمل کے قبول ہونے کا دارومدار

ہے۔ جیسے پہلے عرض کر چکا اسی پر ہے احوال کا دارومدار اعمال پر ہے اعمال ٹھیک ہو جائیں اعمال کیا ہیں سب سے پہلے اعمال میں وہ ایمان ہے ایمان کو سیکھو ایک اللہ سے ہونے کا یقین اس کا نام ایمان ہے، صرف **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھنے کا نام ایمان نہیں ہے دل کے یقین کا نام ہے۔

دل میں ایمان کے بغیر صرف زبان سے ایمان کا اقرار نفاق ہے

''**قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا**'' منافق لوگ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے دیہاتی لوگوں کو دعوت پہنچ گئی کسی نے دعوت دی انہوں نے صرف زبان سے قبول کر لی، کلمہ پڑھ لیا اور بظاہر خوشی خوشی آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنائی کہ یا رسول اللہ ہم ایمان والے ہو گئے، حالانکہ دل میں نفاق ہے'' **قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا**'' مدینہ کا واقعہ ہے قرآن مجید میں اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آ کر یہ کہا کہ ان سے کہہ دو'' **قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا**'' ان سے کہہ دو کہ ابھی ایمان والے نہیں بنے۔ وہاں کلمہ پڑھ کے گاؤں میں سے آئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلمہ پڑھ کے کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان والے ہو گئے جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ ابھی ایمان والے نہیں بنے۔ اور وجہ اللہ نے خود بیان فرمائی'' **وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا**'' بلکہ یوں کہو کہ ہم نے ظاہری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لی ہے، کلمہ پڑھنا بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لینا ہے قرآن کی بات مان لینا ہے اللہ کی بات مان لینا ہے، آدمی ایمان والا نہیں بنتا'' **لَمْ تُؤْمِنُوْا**'' ایمان والے نہیں بنے ابھی، ''**لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا**'' بلکہ یوں کہو کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لی ہے یہ کہنا صحیح ہوگا۔

کیوں ایمان والے نہیں بنے؟ ''وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ''
ابھی تمہارے دلوں کے اندر ایمان داخل نہیں ہوا ہے زبان پر ہے اور جو صرف زبان پر ہوتا ہے وہ ایمان نہیں ہوتا وہ کلمہ ایمان ہوتا ہے جو زبان پر آتا ہے صرف۔ ابھی دل کا یقین نہیں بنا ہے یہ ایمان ابھی دل میں داخل نہیں ہوا ہے جب تک دل میں یقین داخل نہیں ہوتا آدمی ایمان والا نہیں بنتا۔

قرآن کا فیصلہ ہے وہ ایمان سیکھو اس ایمان کے سیکھنے میں سالہا سال لگتے ہیں اور صحابہ کے لگے ہیں **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** تو غیر مسلم آتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے ہیں اسی وقت مجھے تو یاد نہیں ہے کہ کسی کو **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ** تین دفعہ تکرار کرایا ہو اور تیسری یا چوتھی دفعہ اس نے صحیح نہ پڑھ لیا ہو۔ تین چار دفعہ کہلوانے سے کافر بھی یاد کر لیتا ہے، غیر مسلم جو ہے وہ بھی یاد کر لیتا ہے تین چار دفعہ میں، جس کے سیکھنے پر سالہا سال لگے ہیں صحابہ کے اس کے سیکھنے پر کلمہ شہادت پر، کلمہ شہادت یاد نہیں ہوتا ان سے؟ اندر کا یقین جو پیدا کرنا ہوتا ہے جس کو ایمان کہتے ہیں وہ اندر پیدا کرنے میں سالہا سال لگتے ہیں وہ دنوں مہینوں میں نہیں آتا ہے کبھی نہیں آیا ہے وہ سالہا سالوں میں آتا ہے سالہا سال زندگیاں لگتی ہیں تب آتا ہے۔

جرائم ختم کرنے کا صرف ایک ایمان والا ہی طریقہ ہے

ہر برائی سے ہٹنا آسان اور ہر خیر کی طرف بڑھنا آسان۔ دنیا میں معصیت کو ختم کرنے کے لئے، جرائم کو ختم کرنے کے لئے کوئی طریقہ نہیں ہے، وہ سارے

جتنے طریقے تھے وہ سارے آزمائے جا چکے ہیں وہ سارے طریقے ناکام ہو چکے ہیں، صرف ایک طریقہ باقی ہے وہ **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے ایمان سیکھانے کا۔ ایمان سیکھواور امت پر محنت کرو سارے لگ کے ایمان سیکھواور ایمان سیکھ لواور ایمان سکھا دو، اور ایسا آسان ہے کہ سکھاتے سکھاتے سیکھنا ہوتا ہے اس کو سکھاتے ہوئے سیکھو۔ لوگوں کو سکھانا شروع کر دو تمہارا کام بنتا چلا جائے گا، لوگوں کو سکھانا شروع کرو خود بھی سیکھتے چلے جاؤ گے، اس کو سکھا دو اپنے آپ تمام جرائم ختم ہو جائیں گے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں مدینہ میں ایک مرتبہ جرم ہوا جرائم نہیں تھے وہاں پر، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہوا جس آدمی نے جرم کیا وہ بھاگا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے، اس کو لایا نہیں گیا ہے، اس کو پولیس نہیں لائی ،گرفتار نہیں ہوا ،اسے فوج نہیں لائی، اسے اور کوئی آدمی نہیں لایا۔ وہ خود آیا ہے اور خود کیا، اسے ایمان لایا ہے۔ اسے ایمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا ہے اور آکر یہ کہتا ہے'' **طَہِّرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ** '' یارسول اللہ مجھے پاک کریں میں گندہ ہو گیا ہوں مجھے پاک فرمائیں مجھے پاک کر دیں مجھے پاک کر دیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ مجھے پاک کرو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے ہیں اِدھر سے آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نے منہ اُدھر کر لیا، وہ اُدھر سے اٹھ کر اِدھر آ گیا پھر کہا یارسول اللہ مجھے پاک کیجئے ،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اُدھر منہ پھیر لیا وہ اٹھ کے اُدھر آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ اس لئے پھیر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہ رہے ہیں کہ یہ چپ ہو جائے اس لئے کہ یہ خود آیا ہے یہ جرم کر کے آیا ہے، عظیم جرم کر کے آیا ہے، زنا ہوا ہے، زنا

کر کے آدمی یوں بھاگا ہوا نہیں آجاتا ہے جب اس کی توبہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے، تب وہ آتا ہے، کامل توبہ ہو چکی ہے اللہ کے ہاں معاف ہو چکا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ گناہ اس کا اللہ نے معاف فرما دینا ہے یہ بچ جائے، اس لئے منہ اِدھر پھیر لیا اُدھر پھیر لیا۔ لیکن جب تیسری دفعہ بھی ادھر آ کر اقرار کیا ہے میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کریں تو جب قاضی کے سامنے تین دفعہ کوئی مجرم اقرار کرے تو اس کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ حد لگائے، وہ مجبور ہے کہ حد لگائے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ماعز کے لئے استغفار کرو اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی ایک جماعت میں تقسیم کر دی جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے۔ وہ مجبور ہے کہ حد لگائے۔

عورت کے معاملہ میں بھی یہی ہوا ہے ایک عورت کا معاملہ ہے اور ایک مرد کا معاملہ ہے عورت کے معاملہ میں یہی ہوا اور مرد کے معاملہ میں بھی یہی ہوا، عورت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، عورت کے لئے یہ بات اور زیادہ مشکل ہے نسوانی حیا کی بنیاد پر، لیکن وہ زنا کے بعد آتی ہے اور آکے کہتی ہے کہ یا رسول اللہ مجھ سے زنا ہوا ہے مجھے آپ پاک کریں۔ ان کو سمجھ نہیں آتا کہ یہ اللہ کا گھر ہے یہ زمین وآسمان اللہ کا ہے سارا اللہ کا بنایا ہوا ہے، اللہ ﷻ مالک ہیں اسی کا کھاتا ہوں، اسی کے گھر میں رہتا ہوں، اسی مالک کے سامنے میں نے یہ کام کیا ہے میرے لئے زندہ رہنا آسان نہیں، وہ زندہ رہنا نہیں چاہتا اس کو زندہ رہنا مشکل ہے، اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہے اس کی حیا کا تقاضا یہی ہے، اس کی غیرت کا تقاضا یہی ہے، اس کی شرافت کا تقاضہ یہی ہے۔ آ گیا اور مرد آیا اسی طرح جس طرح میں نے پہلے عرض کیا،

عورت آئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ہاں اس نے اقرار یوں کیا کہ میں

حاملہ ہوگئی ہوں زنا سے، حمل بھی ٹھہر گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حمل کے حالت میں حد نہیں لگائی جاسکتی منع ہے، اس لئے جب بچہ پیدا ہوجائے پھر آنا۔ جب بچہ پیدا ہوا اسی دن آگئی بچہ کو لے کر کہ بچہ پیدا ہوگیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یہ بچہ دودھ پیتا ہے جب تک اس کو دودھ نہیں چھڑائے گی اس وقت تک حد نہیں لگائی جا سکتی قانون ہے شرعی، پھر واپس چلی گئی جس دن بچہ کا دودھ چھڑایا اور روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیا اور بچہ کھانے لگا وہ کھاتا ہوا روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھا لے کر آگئی کہ یارسول اللہ یہ کھانے پہ آگیا ہے مجھے حد لگایئے۔ حضور ﷺ نے اس وقت حد لگائی، حد لگانے کا حکم دیا، حد لگائی گئی، وہی پتھر مار مار کر ختم کر دیا گیا اس کو، جب پتھر مار رہے تھے اس کو تو پتھر مارنے والوں میں سے ایک پتھر ایسا لگا کہ ایک صحابی کے منہ پر خون کے چھینٹے پڑے، جب منہ پر خون کے چھینٹے پڑ گئے تو ان کی زبان سے سخت الفاظ نکلے اس عورت کے متعلق، حضور نے ارشاد فرمایا سخت الفاظ مت کہو اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظالم ٹیکس وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اس کو بھی معافی مل جائے۔ ایمان آنے سے میں عرض کر رہا تھا کہ ایمان کے آنے سے معصیت ختم ہوجاتی ہے ہر خیر کی طرف بڑھنا آسان ہے ہر شر سے پیچھے ہٹنا آسان ہو تا ہے بلکہ اللہ ۞ ایسی توبہ نصیب فرماتے ہیں ایمان کی برکت سے اگر غلطی بھی ہوتی ہے تو اللہ ۞ ایسی توبہ نصیب فرماتے ہیں کہ جہاں پہلے ہوتا ہے اس سے کئی درجے آگے نکل جاتا ہے۔ ''**أُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ**''

عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک صورت اور آسان سی صورت ہے سارے مسائل کا حل ایمان کا سیکھنا ہے، ایمان سیکھنا سارے مسائل کا حل ہے علم بھی صحیح ہوجائے گا

محبتیں بھی آجائیں گی، اعمال کا کرنا بھی آسان ہوجائے گا۔ ایمان جب آجاتا ہے تو آدمی کا اعمال کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا ہے سچ بولے بغیر گزارہ نہیں ہوتا ہے ہر اچھا کام کئے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، یہ نہیں کہ آدمی نماز پڑھنے لگ جاتا ہے نہیں نماز پڑھے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، سچ بولے بغیر گزارہ نہیں ہوتا یہ تقاضے ہیں ایمان کے جیسے صحت کے تقاضے ہوتے ہیں اور ایمان ایسے ہی آتا ہے جیسے صحت آتی ہے وہ آتے ہوئے نظر نہیں آتی لیکن جب صحت آتی ہے جس دن صحت آنے لگتی ہے۔

جب ایمانی صحت ہوتی ہے تو اعمالِ صالحہ کی بھوک لگتی ہے

ابھی ہم مدینہ طیبہ میں تھے بخار ہوگیا بخار بھی تیز بار بار چڑھتا تھا سردی کے ساتھ، ڈاکٹر صاحب آئے بخار کو تیسرا دن ہو چکا تھا اور ڈاکٹر صاحب چونکہ دوا دے رہے تھے بخار کو اتارنے کی، آئے اور نبض دیکھی اور اس کے بعد کہنے لگے کہ آج بھوک نہیں لگی؟ میں نے کہا آج بھوک تو لگ رہی ہے کہنے لگے، گیا بخار، صحت کی علامت ہے بھوک لگے گی، پیاس لگے گی، بولنے کو جی چاہے گا، چلنے کو جی چاہے گا، سننے کو جی چاہے گا، دیکھنے کو جی چاہے گا، پھرنے کو جی چاہے گا، سب چیزوں کا جی اسی وقت آتا ہے، جب صحت ہوگی۔ جب صحت نہیں رہتی تو کسی چیز کے لئے جی نہیں چاہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب ایمان اندر نہیں رہتا ہے یا کمزور ہوجاتا ہے، آخری درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو نہ نماز کے لئے جی چاہتا ہے نہ تلاوت کے لئے جی چاہتا ہے نہ ذکر کے لئے جی چاہتا ہے نہ دعوت کے لئے جی چاہتا ہے کسی نیک کام کے لئے جی نہیں چاہتا اور جب ایمان آجاتا ہے اور اگر ایمان آجائے گا اگر جاندار قسم کا ایمان تو

اللہ کی قسم جان دینا بھی آسان ہوجاتا ہے اور اپنی جان دینی بھی آسان ہوتی ہے۔

مدینہ کی ایک عورت اپنے چار بچوں کو بلاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان جہاد میں جانے کے لئے بلایا ہے اور میدان میں تمہارے والے میدان میں نہیں اجتماع والے میدان میں کھلی جگہ بلکہ اس میدان میں جہاں جانیں دینی ہوتی ہیں میدان جہاد، اس کے لئے بلایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور ماں بہت کمزور ہوتی ہے اپنے بچوں کے مقابلے میں، محبت میں مجبور ہوتی ہے اور پھر جوان بچے ہوں ان کی محبوبیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے چار جوان بچے بلاتی ہے اور ان سے کہتی ہے کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف جانے کے لئے کہا ہے اس لئے صرف جانے کا ارادہ کرو آنے کا ارادہ نہ کرو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پوری ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعوت دی ہے وہ پوری ہو، اس لئے صرف جانے کا ارادہ کرو، اور ساتھ یہ کہتی ہے کہ صفِ اوّل میں رہنا، جہاد کی بھی صفِ اوّل ہوتی ہے صرف نماز کی صفِ اوّل نہیں ہوتی، ہر چیز کی صفِ اوّل ہوتی ہے، خرچ کرنے کی، قربانیاں کرنے کی، صبر کرنے کی، تحمل کرنے کی، دعائیں کرنے کی، ذکر کرنے کی، تلاوت کرنے کی، ہر چیز کی صفِ اوّل ہوتی ہے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی جان دینے کی، اور کہا کہ صفِ اوّل میں رہنا۔ بچے صفِ اوّل میں رہے اور چاروں شہید ہوئے اور جب اس ماں کو خبر ملی ہے تو ماں کہتی ہے کہ اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے چار شہیدوں کی ماں بنادیا ہے۔

ایمان کے بعد یہ واقعے ہوتے ہیں اور ایمان کے بعد یہ عام بات ہے، آسان بات ہے ایمان سیکھنے میں بے شک دقتیں پیش آتی ہیں اس میں دھکے کھانے

پڑتے ہیں، اس میں ماریں بھی کھانا پڑتی ہیں، اس میں بلال رضی اللہ عنہ بھی بنتا پڑتا ہے اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بننا پڑتا ہے عمر رضی اللہ عنہ بھی بننا پڑتا ہے فاقے بھی کرنے پڑتے ہیں گرمیاں بھی سہنی پڑتی ہیں سردیاں بھی سہنی پڑتی ہیں دقتیں بھی برداشت کرنا پڑتی ہیں لیکن دقتیں صرف اسی دور کی ہیں۔ جب ایمان آجاتا ہے تو پھر مزے ہی مزے ہیں ادھر سے تو کام ہونے کے اعتبار سے مسئلہ آسان ہوجاتا ہے۔ اللہ ﷻ کا وعدہ ہے اپنے بندوں کے ساتھ جو میں کہتا ہوں وہ تم کرلو، جو تم کہتے ہو وہ میں کردوں گا، اللہ کا وعدہ ہے اور کتنا شاندار وعدہ ہے اور سستا سودا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان کے کام میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں لگ جاتے ہیں۔ بندہ جب اپنا کرتا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کرتا ہے، اللہ تو اپنی شایانِ شان کریں گے۔

سب چیزیں آسان ہوجاتی ہیں کوئی مسئلہ مسئلہ نہیں رہتا ہے، سب لوگوں کی عزتیں بھی محفوظ ہوتی ہیں مال بھی محفوظ ہوتے ہیں اور جانیں بھی محفوظ ہوتی ہیں اور اللہ کی قسم حفاظت کا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے یہاں تک جو راستے تھے تم نے سب آزما لئے ہیں۔ دنیا بھر میں لوگ پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرف آمدورفت سب لوگوں کی ہے تم لوگوں نے دیکھا ہوا ہے ہم نے بھی دیکھا ہے سب سے زیادہ جرائم کی تفتیش، مجرمین کا تعاقب، تعاقب کا سامان، اس کے لئے مناسب اسلحہ مناسب سواریاں، مناسب مقدار پولیس کی، مناسب مقدار فوج کی، اس کے لئے مناسب اسلحہ کی فراوانی یہ ساری چیزیں موجود فوجیں موجود ہیں اور پولیس بھی موجود ہے اس کے علاوہ ادارے در ادارے ایک ادارہ بے ایمان ہوجاتا ہے تو ایک اور ادارہ بنا دیتے ہیں وہ بے ایمان ہوگیا اس کے اوپر ایک اور ادارہ بنا دیتے ہیں پھر وہ

بے ایمان ہو گیا اس کے اوپر دوسرا ادارہ، ادارہ پر ادارہ چڑھتا چلا جاتا ہے کئی کئی منزلیں بے ایمانی کی ہو رہی ہیں، اس کے نتیجے میں معصیت کم نہیں ہو رہی بڑھ رہی ہے اور غلیظ ترین صورتوں کے ساتھ۔

اب تو ایسی صورت بن گئی، بنتی جا رہی ہے جیسی گدھوں، کتوں کی زندگی ہوتی ہے، جیسے گدھے کو گدھی پر چڑھتے ہوئے کوئی شرم نہیں آتی بازار میں اس طرح کسی مرد کو عورت کے پاس جاتے ہوئے کوئی عار اور حیا باقی نہیں رہی، جیسے کتیا کتے کو دیکھا ہوگا تم نے اکھٹے، اسی طرح عورت اور مرد اکھٹے پھر رہے ہیں، بلکہ ایک ایک کتیا کے پیچھے دس دس کتے جیسے ادھر معاملہ ہے ویسے ہی ادھر معاملہ ہے۔ جو کتوں گدھوں کا معاملہ ہے وہی ان عورتوں اور مردوں کا معاملہ ہے۔ یہ ساری بے ایمانی کی زندگی کے نتائج ہیں بے یقینی کی زندگی کے نتائج ہیں، اگر اللہ ﷻ ایمان نصیب فرمادے اور ایمان کی برکت سے اعمالِ صالحہ عطا ہوتے ہیں، وہ تو میں پہلے عرض کر چکا کہ اعمالِ صالحہ تو ایمان کے طبعی تقاضے ہیں گزارہ نہیں ہوتا آدمی کا روزہ رکھے بغیر، گزارہ نہیں ہوتا نماز پڑھے بغیر۔

مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ تھے (مرحوم) ان سے ملنے گئے تو کہنے لگے کہ ہمارے ایک استاد تھے (مرحوم) ان کو ہم دیکھتے تھے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو ان کو ایک بے چینی سی لگ جاتی تھی اور اس وقت تک چین نہیں آتا تھا جب تک نماز نہیں پڑھ لیتے تھے۔ جیسے صحت مند آدمی کو بھوک لگتی ہے پیاس لگتی ہے اسی طرح عبادت کی بھوک لگتی ہے ایمان کی بھوک لگتی ہے، اخلاق کی بھوک لگتی ہے مگر وہی جب صحت ایمانی آجاتی ہے صحت ایمانی پر موقوف ہے۔

میں اس بنا پر کہہ رہا تھا میں کل ساتھیوں کو کہہ رہا تھا بھائی زور دے رہے

تھے زور لگا رہے تھے کل ظہر کے وقت، جو آپ زور آزمائی کر رہے ہو اور اس سے پہلے بھی کرتے رہے ایمان کے ساتھ اعمال کے ساتھ بھی اگر کسی بچے کو حفظ کرانا ہے تو سنانے سے کوئی آدمی حفظ نہیں کر سکتا۔ اگر کسی بچے کو روزانہ چھ سات بجے سے بارہ بجے تک آپ اس کو قرآن سناتے رہیں کیا وہ حافظ ہو جائے گا؟ دس سال سناتے رہیں تب بھی یاد نہیں ہو گا وہ تو تھوڑی سی سورت سناؤ پھر اسے کہو یاد کرے وہ تکرار کرے گا تکرار کرے گا اتنا تکرار کرے کہ وہ حافظوں کی ایک اصطلاح ہے کہ پکا پانی جب تک نہ ہو جائے گا اتنا تکرار کرے گا مسلسل تکرار کرنے سے وہ حفظ ہو جاتا ہے یاد ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سبق یاد کرانا چاہتا ہے تو اس کو تکرار کرنا ہو گا۔ سننے والا سنانے والے مطمئن ہو گئے کہ ہم سنا چکے ''**وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ**'' سنا دیا گیا ہو گیا۔

کسی کام کو سیکھنے کے لئے اس کام والوں کے ماحول میں رہنا ضروری ہے

سننے سے نہ کبھی کوئی ڈاکٹر بنا ہے۔ سننے سے ڈاکٹر بن جاتا ہے؟ یا پڑھنے سے بن جاتا ہے؟ سیکھنے سے بنتا ہے ڈاکٹروں کے ماحول میں رہ کر سالہا سال لاکھوں روپے خرچ کر کے پھر جا کے ڈاکٹر بنتا ہے۔ انجینئر بنتا ہو، انجینئرنگ سیکھنی ہو تو انجینئروں کے درمیان رہ کر انجینئرنگ سیکھنی ہو گی اور انجینئرنگ سیکھنے کے لئے اتنے سال لگانے کے بعد انجینئر بن جائے گا۔

بالکل اسی طرح سے اگر ایمان سیکھنا ہے اگر دین سیکھنا ہے تو دینداروں کے درمیان رہ کر دین سیکھا جائے گا اور سالہا سال لگانے پڑیں گے اس پر، ایمان والوں کے درمیاں رہ کر ایمان سیکھا جائے گا، توبہ والوں کے درمیان رہ کر توبہ سیکھی جائے گی،

علم والوں کے درمیان رہ کر علم سیکھا جائے گا، ذکر والوں کے درمیان رہ کر ذکر سیکھا جائے گا، عبادت والوں کے درمیان رہ کر عبادت سیکھی جائے گی۔

ہماری غفلت کی انتہاء ہوگئی ہے میں آپ کو کیا بتاؤں ذکر کر کے کچھ شرم بھی آتی ہے ہمارے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ ان کے ساتھ میرا طبعی تعلق تھا، میں ایک دفعہ تقسیم سے پہلے کی بات ہے سن 44ء میں ان کے ہاں بیعت ہونے کے لئے چلا گیا وہاں میں شام کو پہنچا مغرب کا وقت قریب تھا، شیخ سے ملاقات ہوئی اپنے گھر پر، اس وقت میں تیار ہو رہے تھے اٹھنے کے لئے کہ وضو کریں اور مغرب کی نماز کے لئے چلیں۔ ملاقات ہوئی پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کر دیا، فرمانے لگے کہ نماز کا وقت قریب ہوگیا ہے تم بھی چلو مسجد میں وضو کرو میں بھی آتا ہوں اور کھانا یہیں واپس آ کر نماز کے بعد گھر پر ہوگا۔ ہم مسجد میں چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی مسجد میں آ گئے۔ اذان شروع ہوگئی، اذان ختم ہوگئی، نماز میں کھڑے ہوگئے، میں شیخ کے ساتھ ہی پہلی صف میں کھڑا ہوگیا۔ نماز پڑھی تین فرض پڑھنے کے بعد احتراماً اگلی صف سے پچھلی صف میں آ گیا، میں نے بھی دو سنتوں کی نیت باندھ لی اور شیخ نے بھی دو سنتوں کی نیت باندھ لی، ہماری دو سنتیں دو منٹ میں ختم ہوگئیں اور شیخ ابھی پہلی رکعت کے سجدے میں نہیں گئے تھے۔

جب ہم لاہور میں پڑھا کرتے تھے کسی زمانہ میں، تو مہتمم صاحب نے علماء کو بلایا ہوا تھا، ایک تقریب سی تھی، کھانے پر آئے ہوئے تھے۔ کھانا وغیرہ کھایا، ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا نماز پڑھی، مسجد بھر گئی ظہر کے بعد طلباء کے سبق ہوتے تھے، طلباء نے دو سنتیں پڑھیں وہ فوراً چلے گئے، مسجد خالی ہوگئی۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب دو حضرات موجود تھے، انہوں نے

جب دو رکعتوں پر سلام پھیرا، تو عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا حبیب الرحمن صاحب فرمانے لگے کہ طلباء کہاں گئے تو مہتمم صاحب کہنے لگے تمہیں نماز یاد نہیں ہے ان کو یاد ہے وہ پڑھ پڑھا کر چلے گئے۔

اپنے بچے کو بیٹھ کر ایمان کی دعوت دو اس دعوت سے بھی ایمان کی حلاوت دل میں داخل ہوگی، اپنے بچے کو ایمان کی دعوت دو گے تو اس کی برکت سے تمہارے دل کے اندر ایمان نصیب ہوگا۔ اگر اپنی بیوی کو دعوت دو گے تب بھی ایمان تمہارے اندر داخل ہوگا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور الحمد للہ اس کا اہتمام ہوتا ہے اور اچھے انداز سے اہتمام ہوتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو نہلاتے ہیں اور نہلاتے ہی پہلا کام کیا کرنا ہوتا ہے اذان اور اقامت، یہ جو معصوم بچے کو کہ ابھی اس کے کان سننے والے نہیں بنے، اور ابھی اس کی آنکھیں دیکھنے والی نہیں بنیں، دیکھنے کی استعداد تو اللہ نے پیدا فرما دی ہے ابھی دیکھنے والی بنی نہیں ہیں اور دیکھنے کا کام شروع نہیں کیا ہے۔ دماغ رکھ دیا ہے سوچنے کی صلاحیت اللہ نے دے دی ہے لیکن ابھی دماغ سوچنے نہیں لگا، سیکھنے کا کام ابھی شروع نہیں کیا، اب اس وقت میں اس کے سامنے کام جو ساری تکبیر اللہ اکبر اور اقامت پڑھی جاتی ہے اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ اللہ کی قسم اس کا فائدہ ہے یہ آواز اپنے اثرات پیدا کرتی ہے پہلے اس بچہ میں ایمان کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ جو اینٹ رکھ جاتی ہے وہ نظر نہیں آتی ہے، یعنی بنیاد کے لئے اینٹ یا پتھر رکھا جاتا ہے وہ نظر نہیں آتا ہے لیکن بنیاد رکھ دی گئی ہے۔

اس بنا پر عرض کر رہا ہوں کہ بچہ جو ناسمجھ ہے بالکل اس ناسمجھ بچے کو بیٹھ کر ایمان کی دعوت دیں وہ جو آپ کے دماغ میں علم ایمان کا محفوظ ہے وہ انشاء اللہ دل تک پہنچے گا اور دل یقین سے بھرے گا۔ اور جوں جوں جتنی بھی دعوت آپ دیتے چلے

جائیں گے اور جتنی قربانی کر سکے اس کے لئے جتنی محنت کریں گے اور جتنی رضائے الٰہی کے لئے کریں گے اتنا ہی زیادہ اللہ ﷻ یقین نصیب فرمائیں گے، تمہارے دل کا یقین بڑھتا چلا جائے گا اور قوی سے قوی تر ہوتا چلا جائے گا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ سب سے پہلے سیکھنے کی چیز ایمان ہے، اس لئے ایمان کو سیکھیں۔ اعمال کب اللہ کے ہاں قبول ہوں گے، اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ عمل ایمان کے ساتھ ہوں۔ جب وہ آدمی عمل کر رہا ہے اس کا ایمان بھی ہو اس پر دوسری شرط یہ ہے کہ محض رضائے الٰہی، اخلاص کے ساتھ کرے۔ اگر اخلاص کے ساتھ عمل نہیں کرتا ہے تو اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے اس عمل پر اللہ کی طرف سے کچھ نہیں ملے گا۔ ایمان کے ساتھ کیا گیا ہے، اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہے، لیکن حضور ﷺ کا طریقہ اس میں نہیں آیا ہے، حضور ﷺ کی سنت اس میں پوری نہیں، حضور ﷺ کا طریقہ اس میں نہیں آیا ہے، وہ عمل بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے۔

سید الکونین ﷺ مسجد نبوی کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں ایک آدمی سامنے آیا اس نے نماز کی نیت باندھی، دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیرا، اور سلام پھیرنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آکر حضور ﷺ کو سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور جواب میں ساتھ ہی فرمایا ''**اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ**'' لوٹ جاؤ تم نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، اس نے جا کر پھر پڑھ لی، پھر سلام پھیر کر حاضر ہوئے، سلام عرض کیا آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اور ساتھ ارشاد فرمایا کہ ''**اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ**'' تم لوٹ جاؤ نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی انہوں نے آکر پھر پڑھ لی پھر سلام پھیر کر پھر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد

فرمایا'' ''اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''لوٹ جاؤ اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے سکھا دیجئے مجھے جو پڑھنی آتی ہے وہ تو میں نے پڑھ لی ہے۔اور یہ میرا ایمان ہے کہ جس کو اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ نماز کہیں نماز تو وہ ہوگی،آپ مجھے سکھلا دیں اس طرح کی نماز، کہ آپ کے نزدیک میری نماز بن جائے۔اس پر حضور ﷺ نے جوان کو نماز سکھائی اس سے امت کے سامنے جو مسئلہ آیا کہ رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑے نہیں ہوتے تھے، تمہارے ہاں تو یہ عادت نہیں ہے؟ سب کا یہی حال ہے اطمینان سے کھڑے ہونا چاہے اطمینان سے'' سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ، حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ، کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی، حضور ﷺ سے سارا منقول ہے، اطمینان کے ساتھ کھڑا ہونا، اور دو سجدوں کے درمیان جب آدمی بیٹھتا ہے اطمینان سے بیٹھتے نہیں، جلدی سے دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں اطمینان سے بیٹھتے نہیں۔جب سجدہ سے اٹھو تو اطمینان سے بیٹھو اور دو سجدوں کے درمیان جو پڑھنے کا حضور ﷺ سے منقول ہے اس کو پڑھو اور سجدے میں جاؤ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بالکل کھلے انداز میں کہا جا سکتا ہے حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا میرے صحابہ کا خیال رکھنا، میرے صحابہ کا خیال رکھنا، میرے صحابہ ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی آدھا سیر جو صدقہ کرے خدا کے راستہ میں خرچ کرے تو اس صدقہ کو تمہارے بعد میں آنے والے لوگ وہ نہیں پہنچ سکیں گے جو اُحُد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں۔

ان کا چھوٹا سا عمل اخلاص کے ساتھ اتنا ہے اتنا اس کے ساتھ ایمان ہے اس کے ساتھ حضور ﷺ کی اتباع اتنی ہے، یہ تین چیزیں وزن دار بناتی ہیں عمل کو،

تمہارے عمل میں جان نہیں ہے، اصل جان اس سے پڑتی ہے اخلاص سے، ایمان سے، اور حضور ﷺ کی اتباع سے عمل جاندار بنتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی اسی طرح ہے "تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ★ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ★" اَیُّکُمْ اَکْثَرُ عَمَلاً نہیں آیا ہے، کہ بہت سارا عمل چاہیے، نہیں، بلکہ حسین ترین عمل چاہیے۔ اور حسین ترین عمل وہ یہی ہے جو حسین ترین ذات سے میل کھاتا ہو، اور وہ ہیں حضور ﷺ۔ اس عمل کو اللہ کے ہاں قبول کیا جاتا ہے۔

اس بنا پر عرض کر رہا تھا یہ کہ ان اعمال کو صحیح کرنے کے لئے یہ بنیادی اعمال ہیں ان کو سیکھنا پڑتا ہے اور سید الکونین ﷺ نے مکہ معظّمہ میں یہی کام کیا پہلے تمام صحابہ کو ایمان سکھایا، اخلاص سکھایا، اور علم سکھایا، یہ تین بنیادی وصف سکھائے۔ اس لئے کہ اعمال کا وقت آگے مدینہ میں آ رہا ہے عمل تو صبح میں کوئی ہوگا، ظہر میں کوئی ہوگا، عصر میں کوئی ہوگا، مغرب میں کوئی، اور عشاء میں کوئی ہوگا۔ اعمال پر اعمال، اس لئے کہ اعمال کی تو بارش برسنے والی تھی، تو پہلے تیار کیا کہ ایمان بھی تیار ہو اور اخلاص بھی تیار ہو اور حضور ﷺ کا لایا ہوا علم بھی صحیح ہو، اور اس پر اعتماد بھی تیار ہو، اور اس پر یقین بھی تیار ہو، تاکہ جو عمل کرتے جائیں، اللہ کے ہاں قبول ہوتے جائیں اور حالات تبدیل ہوتے جائیں۔ اور اللہ ﷻ نے ایسے حالات تبدیل کئے کہ کوئی تمہاری جو عام رواجی چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

مدینہ طیبہ کا نقشہ اور اس کی شان

مدینہ طیبہ کے اندر مدینہ ایسا شہر ہے کہ جس میں تمہاری رواجی چیز موجود نہیں،

نہ تو شاندار محلات ہیں ایک پکا مکان بھی مدینہ میں موجود نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں، چھپر سارے کے سارے اور چھپر بھی وہ ہیں جو خالی ہیں، ان کے اندر زیورات نہیں ہیں، ان کے اندر جو گھروں کے سامان ہوتے ہیں وہ سامان نہیں ہیں، ان کے اندر کھانے پینے کے سامان نہیں ہیں، ان کے اندر پہننے کے سامان نہیں ہیں، کوئی چیز موجود نہیں ہے، زینت کے سامان موجود نہیں ہیں کوئی چیز موجود نہیں ہے، مال و دولت نہیں ہے، چار چار دن کے فاقے ہیں پانچ پانچ دن کے فاقے ہیں یہاں تک کہ اماں جان (یہ بھی بتا دوں آخری دور کا وقت ابتداء میں تو مسافر تھے خیال ہوا کہ ابتداء میں تو فاقہ ہوتا ہے ابتداء میں تو دقت آتی رہتی ہے کبھی فاقہ بھی آ گیا) آخری دور کا وقت بھی بتا ئیں، نہیں یہ فاقہ اور فاقہ کی حالت آخر تک برابر رہی ہے یہاں تک کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا ہے اماں جان گواہ ہیں گھر کی شاہدہ، گواہ ہیں کہ اس دن میں گھر چراغ جلانے کے لئے ادھار تیل مانگنے کے لئے اپنی پڑوسن کے گھر گئی تھیں اور اس دن ادھار تیل مانگ کر لائی تھیں، ہمارے گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل نہیں تھا۔

یہ سارے گھر خالی ہیں اور یہی مدینہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں خلافت کے قابل بن چکا تھا۔ اور پوری کامل و مکمل خلافت بن چکی تھی، بن گئی اور ایسی پختہ بنی کہ بنی رہی۔ قصاص کے فیصلے، سرحدوں کے فیصلے، اپنوں کے فیصلے، غیروں کے فیصلے، یہودیوں اور مشرکین کی اجتماعی زندگی کے فیصلے اور سارے قصے جتنے بھی ہیں سارے اللہ ﷻ نے پاک فرمائے، اور انہیں اعمال کی برکت سے صرف انہی اعمال اور اخلاص اور اخلاق ان اعمال کی برکت سے اللہ نے سارے مسائل حل فرما دیئے۔ کوئی قضیہ کھڑا ہوا نہیں، جتنے قضیے دنیا میں خلافتیں قائم کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں

کوئی قضیہ نظر نہیں آتا ہے۔ پوری تاریخ میں اعمال ہی اعمال ہیں، ایمان ہی ایمان ہے اوراس کی برکت سے پوری کی پوری خلافت قائم ہے، مدینہ کا شہر ہے جرائم کا نام نہیں ہے، اعمال اور ایمان سے جرائم گئے ہیں جرائم کا خاتمہ پولیس کے ذریعے نہیں کیا، فوج کے ذریعے نہیں کیا کبھی نہیں ہوا اور کبھی نہیں ہوگا، ایمان کے ذریعے جرائم کا خاتمہ ہوسکتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے۔

اور کہنا میرا یہ ہے کہ دیکھو پُرانوں کا جوڑ ہے پرانوں کو بلایا جاتا ہے سال کے بعد مشورے ہوتے رہتے ہیں کہ کیا کیسے کیسے کرنا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے، اپنے ساتھیوں کو سکھانا بھی ہے، بتانا بھی ہے، بڑھانا بھی ہے آگے چلانا بھی ہے، ان سے کام لینے ہیں، انہی کے سپرد کرنے ہیں، کام اندر کے بھی اور باہر کے بھی، ملکوں کے بھی، براعظموں کے بھی، ہر جگہ کے، تو کیسے کیسے کریں اور ان کاموں میں یہ دس دن بھی ہیں، کہ سال میں دس دن کے لئے اکھٹے ہو جایا کریں اور آپس میں بیٹھ کر تفصیلی باتیں کیا کریں۔ اور اس نیت سے رہا کریں دس دن کے لئے۔ کہ ہم یہاں بلا شبہ پرانوں کے نام سے پکارے گئے اور پرانوں کے نام سے بلائے گئے کہ پرانے آ جائیں، اور پرانے کہنا ہی ہوتا ہے باقی کوئی دس سال سے، کوئی بیس سال سے لگے ہوتے ہیں، کوئی چالیس سال سے کوئی اس سے بھی زیادہ وقت لگے ہوتے ہیں، اللہ کا شکر ہے لگے ہوئے ہیں کام میں، اللہ نے توفیق عطا فرمائی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ان سب کو جمع کیا جائے، ایک تو یہ بات سمجھائی جائے کہ اپنے آپ کو پرانا نہ سمجھیں، اپنے آپ کو پرانا مت سمجھیں ہم پرانے نہیں، پرانے تھے، سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وہ پرانے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ضروری ہے

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام پرانے تھے، ان کی اتباع کرنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''**عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ**'' تم پر لازم ہے میری اتباع، اور خلفاء راشدین کی اتباع، ان کے پیچھے پیچھے چلنا ہے ان کو دیکھنا ہے، ان کے قدم بقدم چلنا ہے اپنی ہر چیز میں، اپنے ایمان کو ان کے پیچھے لگاؤ، ان کو دیکھو، ان کے ایمان کو دیکھو اور اپنے ایمان کو دیکھو، ان کی نماز کو دیکھو اور اپنی نماز کو دیکھو، اپنی نماز کو ان کی نماز پر پیش کرو، دیکھو برابر آرہی ہے یا نہیں آرہی ہے، اپنی عبادت کو ان کی عبادت پہ دیکھو، اپنے اخلاق کو ان کے اخلاق پر دیکھو، اپنی قربانیوں کو ان کی قربانیوں پر دیکھو، اپنے علم کو ان کے علم پر دیکھو، اپنی سوچوں کو ان کی سوچوں پر دیکھو، اپنی فکر اور تفکرات کو ان کے تفکرات پر دیکھو، اگر ان سے میل کھاتی ہے تو دین ہے وگرنہ دین نہیں ہے، دین نہیں ہے، دین نہیں کہلاتا ہے۔

اور واقعاتی بات یہی ہے تو ہم اس معاملہ میں بہت کمزور ہو گئے ہیں دین کا نام لینا، دین کا وعظ کہنا اور دین کی تقریر کرنا بہت آسان ہے، بہت آسان کام ہے یہ بہت آسانی کے ساتھ کافر بھی کرسکتا ہے۔ ہم نے ایسی شاندار تقریریں سنی ہیں۔ وہ ایک ہمارا معروف ومشہور مناظر عالم تھے (مرحوم) ان کا مناظرہ ہوا تھا، اور مناظرے میں ماشاء اللہ یہ جو ہمارے مسلمان عالم مناظر تھے اس نے بہت جلدی سے اسے قابو کرلیا وہ بے چارہ جلدی سے قابو میں آگیا کہیں نکلنے کا راستہ نہ رہا۔ جب وہاں سے

فارغ ہوکر مناظرہ سے واپس آتے آتے مولانا کھڑے ہوگئے، مجھے کہنے لگے بتاؤ آج کا مناظرہ کیسا رہا۔ میں نے کہا یہ پھر بات کرلیں گے، میں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ مجھے مناظرہ کے درمیان تو بڑی شرم آئی تھی، سارے متوجہ ہوگئے میں نے کہا کہ یقین جانو بڑی شرم آتی تھی، سارے متوجہ ہوگئے کہ کیوں بھائی تجھے کیوں شرم آ رہی تھی۔ میں نے کہا وہ جو ہندو تھا وہ قرآن مجید آپ سے اچھا پڑھتا تھا باقاعدہ قرأت کے ساتھ، بہت اچھے تلفظ کے ساتھ، بہت اچھا قرآن پڑھتا تھا، مسلمان سے اچھا قاری کون ہوسکتا ہے۔ جو کام جہاں تک کافر کرسکتا ہے، وہ دین نہیں ہے۔ دین اصل وہاں سے شروع ہوتا ہے جو کافر نہیں کرسکتے، اگر کافر کرے تو مسلمان ہوجائے، وہ مسلمان ہوجائے وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ پتہ نہیں تم اس بات کو سمجھے ہو یا نہیں مگر واقعہ بالکل یہی ہے۔

اس بنا پر اپنے اندر کو بھی ٹٹولنا ہے، اپنے اندر کو بھی دیکھنا ہے اللہ کے سامنے پیش کرنا ہے، لوگوں نے لکھا ہے کہ جو آدمی اپنے آپ کو قرآن وسنت پر پیش نہیں کرسکتا اسے آدمی مت شمار کرو، اپنے آپ کو قرآن وسنت پر پیش کرنا ہے یا نہیں کرنا؟ میں قرآن وسنت کے مطابق ہوں یا نہیں ہوں۔ اس لئے کہ کام گھر سے شروع کرنا ہے، باہر سے شروع نہیں کرنا ہے، کام باہر سے شروع نہیں ہوتا ہے کام گھر سے شروع کرنا ہے۔ اخلاق کے اعتبار سے، اپنے معاشرت کے اعتبار سے، صورت کے اعتبار سے، سیرت کے اعتبار سے، کھانے کے اعتبار سے، تعلیم کے اعتبار سے، نکاح، شادی کے اعتبار سے، جینے، مرنے کے اعتبار سے، ہر چیز کے اعتبار سے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق رہنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق بننا ہے، جب تک یہ مطابقت نہیں ہوتی

اتنے تک یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا ''**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً** '' اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اسلام میں پورے پورے داخلہ کے لئے اللہ جل شانہ ایسی صورت پیدا کر دے کہ ہمارے اندر شوق پیدا ہو جائے پورے مسلمان ہونے کا، شوق بدل جائیں۔

اس وقت ہمارے شوق دنیا کے ہیں، باہر کے شوق ہیں، بلکہ گستاخی معاف ہو یہودیت کے شوق ہیں، نصرانیت کے شوق ہیں، جو نصرانیوں کو پسند ہے وہ ہمیں پسند ہے، جو یہودیوں کو پسند ہے وہ ہمیں پسند ہے۔ اور جو محمد رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے وہ مسلمان کو پسند ہی نہیں رہا۔ اور میں سمجھتا ہوں اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے بعد ایمان ہی نہیں رہتا، ایمان کا کوئی نام ہی نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی معاشرت پسند نہیں ہے۔ قرآن پاک صاف کہتا ہے ''**کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا** '' کھاؤ پیو لیکن اسراف مت کرو، کیونکہ وجہ آگے یہ بیان فرمائی ہے ''**اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ** '' اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے، یہ ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ جیسے مملکت کی طرف سے اب تک یہ شاہی انداز کئے ہوئے ہے، یہ جملہ کہ یہ فلاں ملک کا سفیر جو ہمارے ملک میں سفیر ہے، اس کو واپس جانے کا حکم مملکت نے دیا ہے کہ 24 گھنٹوں میں ہمارے ملک سے نکل جاؤ، ہمارا ملک خالی کر دو، ناپسندیدہ قرار دے کر ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا، یہ ناپسندیدہ آدمی ہے۔ قرآن کہتا ہے یہ آدمی جب اسراف کرتا ہے ناپسندیدہ ہوتا ہے اور ہمارا مزاج یہ بن گیا ہے کہ جب تک ہم اسراف نہ کریں ہم پسندیدہ نہیں بنتے، مکان میں جب تک ہم اسراف نہ کر لیں ہمیں پسند نہیں آتا ہے، سواری میں اسراف نہ کر لیں ہمیں پسند نہیں آتا ہے، لباس

میں اسراف نہ کرلیں پسند نہیں آتا ہے، کھانے میں اسراف نہ کرلیں ہمیں پسند نہیں آتا ہے، شادی میں اسراف نہ کریں ہمیں پسند نہیں آتی ہے، کیا وہ چیز ہے جو اسراف کے بغیر ہمیں پسند نہیں آتی۔ قرآن جسے ناپسندیدہ قرار دیتا ہے ہم اسے پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

اس لئے یہ بہت خطرناک راستہ ہے اور ہم خطرناک منزل تک پہنچ گئے ہیں، خدا کے واسطے اس منزل کو چھوڑ دو، اس منزل کو چھوڑ دو، اس راستہ کو چھوڑ دو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مد میں بہت شدید احکامات ہیں، شدید احکامات ہونے چاہئیں، اگر عقل ٹھکانے ہو تو، عقل ٹھکانے ہو تو ہر جگہ ہوتے ہیں یہ۔ اور ہونے چاہئیں اسی طرح سے '' **مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** '' جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا وہ ہمارا نہیں ہے۔ جو کسی دشمن ملک کی وردی پہن کر آئے گا وہ ہمارا نہیں ہے، ہم اس کو گولی سے اڑا دیں گے، وہ ہمارا نہیں ہے، دشمن کی وردی پہننے والا ہمارا نہیں ہے۔ اس لئے دشمن کی چیزیں ہم تو اس وقت میں اپنی جان، اپنا مال، اپنا وقت، اپنے گھروں کے اندر میں یہودیت کو پال رہے ہیں، نصرانیت کو پال رہے ہیں، شرک پل رہا ہے، کفر پل رہا ہے، کچھ کفر کی رسمیں ہیں، کچھ مشرکین کی رسمیں ہیں، کچھ یہودیت کی رسمیں ہیں، کچھ نصرانیت کی رسمیں ہیں، ہم اس کو پالنے کے لئے نہیں ہیں۔ ہم تو **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے والے کے نام کو اسلام سمجھتے ہیں، صرف اسی کا نام اسلام ہے، اگر وہ نہیں ہے تو دوسرے کا نام اسلام نہیں رکھا جا سکتا۔

دینی دعوت کے لئے اکھٹے ہونا اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذریعہ ہے

اس بنا پر اکھٹے ہو جاؤ اللہ کا احسان ہے کہ کچھ لوگ ہیں جنہوں نے قدم آگے بڑھا دیئے ہیں، ایمان کے اعتبار سے بھی، عبادت کے اعتبار سے بھی، اخلاق کے اعتبار سے بھی، قربانیوں کے اعتبار سے بھی، سوچ کے اعتبار سے بھی، علم کے اعتبار سے بھی، فہم کے اعتبار سے بھی، فکر کے اعتبار سے بھی، کچھ قدم آگے بڑھا دیئے ہیں۔ آگے قدم بڑھانے والے بھی اور پیچھے رہنے والے دونوں مل جائیں، اکھٹے ہو جائیں یہ بھی بہت دیر سے لگے ہوئے ہیں وہ بھی بہت دیر سے لگے ہوئے ہیں، جب آپس میں ملیں گے تو اللہ ﷻ مدد فرمائیں گے۔

اور صورت یوں بنے گی'' حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے لکھا ہے جماعت کے فضائل میں، کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے اس پر فضائل لکھیں ہیں اور اس میں ایک بات لکھی ہے جو اس وقت یاد آئی ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی اس کو کیا کہتے ہو نماز نہیں ہو رہی ہے یا نماز ہو رہی ہے، جی نماز ہو رہی ہے سب یہی کہتے ہیں کہ نماز ہو رہی رہے یعنی ایک نماز ظہر کی ہو رہی ہے، تب بھی ایک نماز ہے عصر کی ہو رہی ہے تب بھی ایک نماز ہے، مغرب کی نماز ہو رہی ہے تب بھی ایک نماز ہے، ایک نماز ہے پڑھنے والے بہت ہیں، ان پڑھنے والوں میں دو طرح کے آدمی ہیں ایک تو وہ جن کی مقبولین والی نماز جو حضور ﷺ نے کہا تھا'' **صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي** '' نماز ایسی پڑھو جیسی مجھے دیکھتے ہو، میری والی نماز پڑھو۔ کچھ تو ایسے ہیں جو حضور ﷺ والی نماز پڑھنا جانتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کی نماز کی کوئی کل بھی

سیدھی نہیں ہے، نہ قرأت صحیح ہے، نہ قومہ صحیح ہے، نہ رکوع صحیح ہے، نہ سجدہ صحیح ہے، نہ سجدوں کے درمیان بیٹھنا صحیح ہے، کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے، نہ خشوع اور توجہ الی اللہ صحیح ہے، کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مسئلہ شریعت کا، ایک آدمی نے دس تھان خریدے، ان تھانوں میں سے دو تین تھان خراب نکل آئے، تو آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دو تھان تیرے ناقص ہیں ان کا کپڑا خراب ہے یہ دو تھان واپس لے لو اور یہ باقی تھان میں لے لیتا ہوں۔ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اگر اس نے عیب کی وجہ سے واپس کرنے ہیں تو سارے کے سارے واپس کردے، پھر اپنا سودا کرتا رہے اور اگر رکھنے ہیں تو سارے رکھ لے، اس لئے کہ سودا اکھٹا ہوا ہے (ایک سودا ہے) یہ سودا لینا ہے یا نہیں لینا، اگر لینا ہے تو سارا لینا ہے، اگر نہیں لینا تو سارا نہیں لینا، واپس کرنا ہے تو سارا واپس کردے، تو کہتے ہیں کہ یہ شریعت کا مسئلہ ہے ہمیں جب اللہ نے یہ حکم دیا ہے تو اللہ کا اپنا دستور بھی یہی ہوگا۔

ہماری نمازیں دو طرح کی ہیں ناقص بھی ہیں اور کمزور بھی ہیں اور اچھی بھی ہیں اللہ میاں اچھی اچھی رکھ لیں، اور ناقص کو واپس کردیں، اللہ ﷻ یہ نہیں کریں گے۔ ان کے ساتھ ان کا بیڑا بھی پار ہوجائے گا، انشاء اللہ ان کا بھی بیڑا پار ہوجائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، ایک پکا ہو تو باقی بھی پکنا شروع ہوجاتے ہیں۔ جب اکھٹے ہوں گے تو انشاء اللہ العزیز مختلف اور اچھی اور صاف چیزیں لوگوں میں موجود ہوں گی، وجود میں آئیں گی۔

یہ تو ایک لمبی اور بڑی شاندار دوکان ہے جس میں ہر قسم کی چیزیں موجود ہیں ایثار والوں سے ایثار سیکھ لو، مجاہدہ والوں سے مجاہدہ سیکھ لو، قربانی والوں سے قربانی سیکھ لو،

ہر چیز موجود ہے سیکھی جاسکتی ہے اوران سب کو سیکھو۔اس لئے کہ آدمی بنتا ہے تو بنتا ہی رہتا ہے، اگر بننا چھوڑ دے تو بگڑنا شروع ہو جاتا ہے، فیصل آباد جب بننا بند ہو گیا تو سمجھو بگڑنا شروع ہو گیا، بگاڑ شروع ہو گیا۔اس لئے اپنے کام کرنے والوں کو سنبھالنا بھی ہے کہ بگڑیں نہیں،اس بگاڑ سے بچنے کے لئے آپس میں اکھٹے ہوں اپنے اچھوں کو دیکھ کراس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، ہر ایک اپنے ساتھیوں کو دیکھے اوران کی خوبیوں کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کرے،جس حال میں ہے آگے بڑھے،جس حال میں ہے آگے بڑھے۔

اچھے ماحول اوراچھی مجلس کے اثرات

ہر آدمی کو آگے بڑھنے کا موقع مل سکتا ہے، کیونکہ ماحول ہے، ماحول ایک ایسا تیز دھار پانی کی مثل ہے مشرق سے مغرب کو دریا آرہے ہیں، اگر کوئی آدمی اس دریا کو جو مشرق سے مغرب کو آرہا ہے اگر یوں سیدھا نکلنا چاہے باہر دوسرے کنارے تو لگ سکے گا؟ سیدھا نہیں لگ سکے گا۔ کچھ نہ کچھ بہاؤ کے ساتھ آگے آنا ہی پڑے گے۔اگر دریا ادھر کو بہہ رہا ہو تو سیدھا نہیں لگ سکے گا کچھ نہ کچھ نیچے آنا پڑے گا۔لیکن جتنا پکا تیراک ہو گا اتنا ہی کم آئے گا،لیکن آئے گا ضرور۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اچھی مجلس والے لوگوں میں رہنا چاہئے۔

ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جیسے عطار کی دوکان کہ اوّل تو عطار کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جب کسی کو عطر دکھلاتا ہے تو اس کو عطر دکھلانے کے لئے اس کی کسی جگہ

لگا تا ہے اور پھر کوئی ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو اس کو بھی تھوڑا سا لگا دیتا ہے، تو ایک عطر انشاء اللہ لگتا رہے گا بغیر مانگے ، بغیر چاہے، بغیر کچھ کئے ویسا ہی عطر، لگانے والا عطر لگا تا ہی رہتا ہے جس کے پاس کچھ ہوتا ہے وہ آگے دینے کی خود ہی فکر کرے گا، دوسرا یہ اگر خود نہ لگائے وہ بخیل قسم کا عطار ہو تو خوشبو آتی رہے گی ان شاء اللہ العزیز، جتنی دیر دوکان پر بیٹھا رہے گا خوشبو تو کہیں نہیں گئی، اس خوشبو پر آدمی کی طبیعت آمادہ ہوتی کہ یہ خوشبو تو لینی ہی چاہیئے، چاہے مہنگی ہے یا سستی، جیسی کیسی بھی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھانے کے لئے جمع کیا جا تا ہے، اس لئے درخواست یہ ہوتی ہے کہ دس دن پورے لگائے جائیں۔ اگر پورے دس دن یکسوئی کے ساتھ لگائے جائیں اور یہی کام کیے جائیں ادھر ادھر کی الا بلا میں مصروف نہ ہوں آدمی نماز کی صفت پر آجائے یہ پرانوں کا اجتماع ہے صفتِ صلوۃ پر اس کو آجانا چاہیے۔ حضرت جی ؒ کا ارشاد ہے جب تک کوئی عمل صفتِ صلوۃ پر نہیں آتا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتا، نماز کی یکسوئی کی بنیادی چیز یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑو جیسے تم سب کچھ چھوڑ کر کے آئے ہو سب کچھ چھوڑو اور سب کچھ کا خیال بھی چھوڑو، سب کچھ کا تذکرہ بھی چھوڑو، جیسے نماز کے اندر سب کچھ کا خیال بھی چھوڑا جاتا ہے، جیسے نماز میں پہلے سب کچھ چھوڑا جاتا ہے پھر سب کچھ کا خیال بھی چھوڑا جاتا ہے، پھر سب کچھ کا تذکرہ تک بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہیں والے تذکرے کرو، یہیں والی باتیں کرو، ایمان کی باتیں کرو، اعمالِ صالحہ والی باتیں کرو، عبادت والی باتیں کرو، اخلاق والی باتیں کرو، قربانیوں والی باتیں کرو، یہاں والی باتیں ہوں وہاں والی کوئی بات درمیان میں نہ آئے، کسی حال میں بھی

ہم اپنے آپ کو دس دن کے لئے پابند کرلیں، اللہ ﷻ سے امید ہے کہ ان دس کے اندر سال بھر کی خوراک جمع کی جاسکتی ہے، سال بھر کا اتنا سرمایہ ہمیں مل سکتا ہے کہ پھر کرید کرید کر، اسی میں سے دیکھ دیکھ کر، اسی میں سے نکال نکال کے، اسی میں سے ذکر اور مذاکرہ کر کے انشاء اللہ سال بھر گزارہ ہوتا رہے گا۔ اسی کام کو کرنے کے لئے۔

اور اس میں بنیادی چیز وہی جو میں نے پہلے عرض کی ایک تو ایمان و اخلاص والے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا علم و اخلاق یہ چیزیں ان کو سیکھنے کی کوشش، ان کو سیکھنے کی طرف اپنے آپ کو لانا اور اپنے آپ کو دیکھنا کہ میں کہاں ہوں کچھ بنا ہوں یا نہیں بنا ہوں، مجھے بننا ہے مجھے کچھ بننا ہے، مجھے آدمی بننا ہے، مجھے خود بننا ہے، یہ نہ سمجھا جائے کہ میں تو پرانا ہوں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اور بالکل برحق ہے کہ جس نے اپنے آپ کو سمجھا کہ میں بنا ہوا ہوں اس سے زیادہ کوئی اور بگڑا ہوا نہیں ہوتا، وہی سب سے زیادہ بگڑا ہے علامت و نشانی یہی ہے جو سمجھتا ہے کہ میں بنا ہوا ہوں اس سے زیادہ بگڑا ہوا کوئی نہیں ہوتا۔ اس بنا پر شیطان کا دھوکہ ہوتا ہے اور اسی راستہ سے مارتا ہے انسان کو اور کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے انسان کو، اللہ جل شانہ محفوظ رکھے۔

اسے اپنی تربیت کا میرے بننے کا میرے صحیح ہونے کا، میرے درست ہونے کا، میرے اندر کیا کیا کمیاں ہیں، دوسروں کی کمیاں مت دیکھو، بقول ہمارے شاہ جی مرحوم کے کہ آدمی کا بس یہی حصہ ہے دیکھنے کا باقی سب نہ دیکھنے کا ہے، مت دیکھو کسی کی اور ادھر ادھر یہی دیکھنے کا حصہ ہے، یہی دیکھو جو خوبیاں ہیں وہی دیکھو کسی کی بدی کے پیچھے مت پڑو، اپنی بدی کے پیچھے پڑو، بدیاں دیکھنی ہیں، غلط کاریاں

دیکھنی ہیں، گناہ دیکھنے ہیں، معصیت دیکھنی ہے، غلطیاں دیکھنی ہیں تو اپنی دیکھو، کائنات کا سب سے گندا انسان اور اندھا انسان وہ جسے اپنی غلطیاں نظر نہ آئیں۔

اور بدقسمتی یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز باہر کی نظر آتی ہے تو دوسرے لوگوں کی نظر آتی ہے اپنی نظر نہیں آتی، اسراف نظر آتا ہے تو دوسروں کا، اپنا نظر نہیں آتا، اسی طرح تمام عیوب اور بیماریوں کا یہی حال ہے، اپنے آپ کو دیکھو اپنی غلطیاں دیکھو، اللہ سے توبہ کرو، توبہ کی جگہ ہے اور سیکھنے کی جگہ ہے، سیکھنے کا موقعہ ہے۔اور ایک چیز سامنے رکھو کہ جوڑ اس کا نام ہے، بلا وجہ نہیں اس کو جوڑ کہہ دیا گیا، بڑے بڑے نام رکھنے تو ہمیں پسند نہیں ہیں۔

تبلیغی جماعت کے نام کی وضاحت

آپ کو معلوم ہوگا کہ تبلیغی جماعت ایک جماعت ہے دنیا میں، جس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا ہے اللہ کا شکر ہے نہ اس کا کسی نے نام رکھا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی صندوق ہے، اور نہ اس کی کوئی رسید بک ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی چندہ کی جگہ ہے نہ اس کا کوئی دفتر ہے، اور اگلی جماعتوں کی ضروریات و حالات ہیں ان کو تو زبان پر لانے میں حجاب ہوتا ہے، ان کا تو میں ذکر نہیں کرنا چاہتا زبان پر بھی نہیں لانا چاہتا، اس جماعت کی وہ ساری چیزیں نہیں ہیں، نہ اس کی کوئی چیزیں جو جماعتوں والی ہوتی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، اس لئے اس کو اب تک اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے، اور اللہ کرے آئندہ بھی محفوظ رہے، اسے ہر بلا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ کام ہے بقول ہمارے ایک ساتھی کے پوچھا کہ آج کسی سے ملنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ کچھ سوالات ہوں گے، ایک سوال اگر یہی ہو کہ جماعت

کیسی جماعت ہے، اس کے کیا مقاصد ہیں اس کے کیا کام ہیں، اور اس کی تفصیل کیا ہے کیسے بتائیں؟ میں نے ان کو کہا کہ تم اسے کہو کہ یہ جماعت نہیں ہے جن کو تم جماعتیں کہتے ہو، اس نام کی یہ جماعت نہیں ہے، اس اعتبار سے یہ جماعت نہیں ہے۔ اس جماعت کی مثال تم ایسی سمجھو مسجد میں، میدان میں، یا عیدگاہ، یا جنازگاہ میں لوگ اکھٹے ہوئے، جنازہ کی نماز پڑھی اور چھٹی ہوگئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، عیدگاہ میں لوگ اکھٹے ہوئے، ایک امام بن گیا باقی مقتدی بن گئے، نماز پڑھی لی پھر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ نماز کے وقت میں اکھٹے ہوئے، نماز کی اذان دی، اذان پر اکھٹے ہوئے، اکھٹے ہوکر نماز پڑھی، نماز پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کو اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے، ہماری جماعت اسی قسم کی جماعت ہے اس سے زیادہ اس کے اندر جماعت کا نظم ونسق جماعت کی چیزیں، کوئی چیز بھی نہیں ہے، کسی چیز کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرو، یہاں سے کچھ نہیں ملے گا انشاءاللہ العزیز۔

اور جماعت والوں سے یہ درخواست ہے جو کام جماعت کا کرتے رہتے ہیں اس اعتبار سے جماعت کے لفظ کا استعمال بھی ہوتا ہے کہ ہمارے ذمہ دین کی دعوت کا کام ہے ہمیں اللہ نے اسی لئے پیدا کیا ہے یہ ہمارے بنیادی حقوق ہیں، ایک بنیادی حقوق دنیا والے ہیں یہ میں باہر کی بولی بول رہا ہوں، بنیادی حق تو ہمارا یہی ہے کہ ہم تبلیغ کے لئے پیدا ہوئے ہیں، ہمیں کوئی نہیں روک سکتا ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ ہمیں روکے اور اللہ کی قسم سوائے تبلیغ کے اور کچھ نہیں چاہتے ہمیں تبلیغ کرنی ہے، اور دعوت دینی ہے، اور ہر قیمت پر دینی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بنیادی حق کا کچھ ہم لوگ خود اپنی ذات کی بنیاد پر اس کے اوپر دقتیں اور مشقتیں لا رہے ہیں، وگرنہ اس بنیادی حق سے ہمیں کوئی بھی رکاوٹ نہیں بنتا، نہ ماں بنتی ہے، نہ باپ بنتا

ہے، نہ دادا بنتا ہے، نہ قوت رکاوٹ بنتی ہے۔

ایک دفعہ ہم سفر میں تھے ہمارے ایک ساتھی کہنے لگے کہ یہ بنیادی حق ہے جیسے مفتی صاحب آپ نے کہا ہے اگر یہ تبلیغ کا کام اس طرح ہو، ذکر اس کا ہو رہا تھا کہ جو کچھ کرنا ہے ایک ہی انداز سے کرو، ایسا معلوم ہو کہ واقعی یہ آپس میں جڑے ہوئے ساتھی ہیں، جوڑ والے ہیں، جوڑ آپس میں جڑے ہوؤں کو ہی کہتے ہیں، اور بے جڑے ہوؤں کو تو کوئی جوڑ والا نہیں کہتا۔ تو جوڑ ہو آپس میں، اور جوڑ ایسا ہو آپس میں کہ جس سے بات کرو وہی بات کرو، جس سے بات ہو وہی بات ہو، لمبی چوڑی شاندار تقریروں سے نہیں، تبلیغ شاندار تقریروں کا نام نہیں ہے، دعوت کا نام ہے، افہام وتفہیم کا نام ہے، سمجھنے سمجھانے کا نام ہے، اپنے ساتھیوں کو صحیح لائن پر آمادہ کرنے کا نام ہے، صحیح کاموں پر آمادہ کرنا۔

ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہمارے محلہ میں رہتے تھے پرانے ساتھی بھی تھے ویسے ملنے جلنے کے اعتبار سے، میں نے ان کو کہا بھائی ایسا کرو جماعت میں چلے جاؤ، کچھ جماعت میں وقت لگا لو کہنے لگے مفتی صاحب میں تو بالکل ان پڑھ ہوں، میں نے کہا ان پڑھ بھی تو کام کرتے رہتے ہیں، پڑھوں کے ساتھ مل جاؤ، ان پڑھ بھی کر سکتے ہیں۔ ان پڑھ بھی کام کر سکتے ہیں، ان پڑھ بھی کام کر رہے ہیں۔ الحمدللہ فلاں ان پڑھ ہے فلاں ان پڑھ ہے، فلاں ان پڑھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں جی فلاں بھی اچھا بھلا ہے، فلاں بھی اچھا بھلا ہے، میں تو بالکل ایسا ہوں کہ بالکل کوئی چیز بھی نہیں آتی، مجھے نہ تقریر کرنی آتی ہے نہ کوئی چیز آتی ہے۔ تو میں نے کہا بھائی اس کی ذہانت متوجہ ہو گئی ہے جواب تو ایک ہی ہے، اس کو اس وقت چھوڑ دو، تو میں نے اس بات کو چھوڑ کر کوئی کھانے پینے کی چیز آگے بڑھا دی، تو وہ کھانے پینے لگا، میں نے کہا

اور بچوں کا کیا حال ہے؟ گھر میں کیا حال ہے؟ خیریت ہے وہ ایک رشتہ تھا، میں جب سفر پر جا رہا تھا سفر سے پہلے تم نے کہا تھا کہ دعا کیجئے کوئی رشتہ اللہ کرے۔۔۔۔۔کہنے لگا ہاں ہاں مفتی صاحب اللہ کا شکر ہے آپ کی دعا کی برکت سے وہ رشتہ ہو گیا ہے،۔

میں نے کہا یار وہ تو اس کا باپ تیار نہیں تھا، ماں بھی تیار نہیں تھی، تو کیسے تیار ہو گئی تھیں، میں نے کہا کہ رشتہ ہوا ہے یا شادی بھی ہو گئی ہے؟ کہنے لگا الحمدللہ رشتہ بھی ہو گیا، شادی بھی ہو گئی الحمدللہ بہت اچھا رہا، بہت اچھی صورت بن گئی، الحمدللہ بہت خوش ہیں گھر والے۔ تو میں نے کہا یار کیسے ہو گیا کہ باپ بھی تیار نہیں، ماں بھی تیار نہیں کیسے راضی ہو گئے؟ تو کہنے لگا کہ بس مجھے فکر تو تھی، رات کو بھی سوچتا تھا، دن کو بھی سوچتا تھا پھر مجھے ایک آدمی یاد آیا کہ اگر فلاں آدمی کو میں تیار کر لوں اور وہ میرے ساتھ ہو جائے، ان کے ہاں جانے کے لئے تو انشاءاللہ وہ انکار نہیں کریں گے۔ تو پھر میں اس کے پاس گیا اللہ کا شکر ہے آپ کی دعا نے ہر جگہ ساتھ دیا اس کی برکت سے پھر وہ تیار ہو گیا، پھر آپ کی دعا کی برکت سے وہ آ گیا پھر آپ کی دعا سے وہاں گیا آپ کی دعا کی برکت سے وہ مان گئے۔ میں نے کہا کہ بس تبلیغ اسی کا نام ہے کہ اس آدمی کو اس لائن پر کیسے لانا ہے خود نہیں کر سکتے تو کوئی آدمی تلاش کرو، تلاش کر کے اس آدمی کو لے آؤ، تو کہنے لگے مفتی صاحب پھنسا لیا مفتی صاحب پھنسا لیا، میں نے کہا پھنسیا، وسایا کچھ نہیں سمجھایا ہے، اگر سمجھ آ رہی ہے بات تو سیدھا ہو جا، کہنے لگا بہت اچھا بہت اچھا آج سے نیت کر لیتا ہوں، آج سے سیدھا ہو گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ واقعی سیدھا ہو گیا۔ پھر ایسے کارنامے کرتا تھا جس کو کارنامے سمجھتے ہو، فلاں کو بھی یہ لے

کرآیا، فلاں کوبھی یہ لے کرآیا، فلاں کوبھی یہ لے کرآیا۔

تو بہرحال میں یہ عرض کررہا تھا کہ منت سماجت کی بات ہے، نبی کا کام ہے، نبی لچھے دار تقریریں نہیں کرتے تھے، اور صاف عرض کروں کہ سننے سے کبھی دین نہیں آیا کرتا، سیکھنے سے دین آتا ہے، اس وقت امت نے اتفاق کرلیا ہے کہ سننا ہے سن لیا بڑا احسان فرمایا۔، ہمیں بھی یہی آکر کہتے ہیں او ہی جی مفتی صاحب ماشاء اللہ، بہت ہی شوق تھا آپ کو دیکھنے کا، فلاں جگہ آپ کا بیان سنا تھا، فلاں جگہ پر بھی آپ کا بیان سنا تھا، بس دیکھنے کی اور ملنے کی تمنا تھی، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، بہت اچھا شاندار بیان تھا۔ میں نے کہا پھر کچھ وقت بھی لگایا ہے کہا کہ وقت لگانے کی ہمت نہیں ہوئی، بس دعا فرمادیں انشاء اللہ وقت لگانے کے لئے دعا فرمائیں، بیان ہم نے سن لیا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمارا بیان سن لیا بڑا احسان فرمایا۔

تو بیان سننے سے دین نہیں آیا کرتا، دین کی کوئی چیز بھی صرف سننے سے نہیں آتی، کوئی چیز بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتی، کوئی چیز بھی صرف سوچنے سے نہیں آتی، بلکہ جو چیز آتی ہے وہ ماحول میں رہ کر سیکھنے سے آتی ہے، اس کا ماحول جو چیز ہے، ڈاکٹری اگر کسی نے سیکھنی ہے تو ڈاکٹروں کے ماحول میں رہ کر سیکھنی ہوگی، اس کو پڑھنا بھی ہوگا اس کو سیکھنا ہوگا، اس کو کرنا بھی ہوگا، اور اسی ماحول میں رہ کر سیکھنا بھی ہوگا، دوسرے اکیلے کسی جگہ پر نہیں۔

اکیلا آدمی ساری شاندار کتابیں اور سارا لٹریچر جتنا بھی ہے اور بہت ذہین، فطین آدمی ہو اور یکسوئی کے ساتھ سارا ہی پڑھ کر کلینک کھولنا چاہے تو اپنے محلے میں مت کلینک کھولنے دیجئے انشاء اللہ قبرستان ہی آباد کرے گا۔ مطالعہ سے کبھی دین بلکہ

کوئی چیز نہیں آیا کرتی، بلکہ اس کا ماحول بنا کر اس ماحول کے ذریعے آدمی اس چیز کو سیکھا کرتا ہے، ڈاکٹر بننا ہے تو ڈاکٹروں کے ماحول میں رہ کر، انجینئر بننا ہے تو انجینئروں کے ماحول میں رہ کر، ایمان والا بننا ہے تو ایمان والوں کے ماحول میں رہ کر، تبلیغ والا بننا ہے تو تبلیغ والوں کے ماحول میں رہ کر، اس چیز کے ماحول میں رہ کر اس کو سیکھا جاتا ہے، سیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، پرانے ساتھیوں سے تو اللہ جل شانہ سیکھنے کی صورت پیدا فرما دیتے ہیں یہ ہم سیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، لہٰذا سیکھنے سکھانے کا ماحول رکھو، انشاء اللہ العزیز آخری بات جو میں کہنے لگا تھا وہ یہ کہ ایک ہی بات، ایک ہی بات، ایک ہی بات یہاں ہے تکرار۔

ہمارے شہر میں تقسیم سے پہلے کی بات ہے ایک مولوی صاحب تھے وہ بے چارے جہاں رہتے تھے، وہاں خطیب بن کر آئے جمعہ میں، کہنے لگے میں خطیب بن گیا ہوں میں نے کہا بہت اچھا ہو گیا۔ قریب ہی آ گئے، پڑوسی بن گئے، چار، پانچ جمعہ کے بعد آئے، کہنے لگے کہ میں نے استعفاء دیدیا ہے، میں نے کہا وہ کیوں؟ وہ کہتے تھے جی کہ میں ہر جمعہ میں نیا مضمون بیان کیا کروں، میں کہاں سے لاؤں ہر جمعہ نیا مضمون۔

دین کی باتوں کا تکرار

وہ جو ہر جمعہ پر نیا بیان سننے والے ہیں، وہ دین نہیں سیکھتے یہاں تو تکرار ہے، بھئی وہی قرآن ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا، وہی ہم نے پڑھنا ہے وہی سورۃ فاتحہ ہے جو ہر نماز میں پڑھنی ہے اس رکعت میں بھی پڑھنی ہے اور اس رکعت میں بھی پڑھنی ہے، وہی پڑھنا ہے وہی پڑھنا ہے اسی کا یقین بنانا ہے، اسی پر ایمان لانا ہے اسی کو

اخلاص کے ساتھ کرنا ہے، اسی کے مطابق کرنا ہے اسی کو سمجھنا ہے، اسی کے مطابق زندگی بنانی ہے تو اس تکرار کو صحیح انداز کے ساتھ تکرار کیا جائے۔ اور جو کرنے والے ہیں وہ بھی اور جو کرانے والے ہیں وہ بھی اتنا آسان کریں اس کو، اتنا آسان بنائیں اس کو کہ آسانی کے ساتھ سارے اس کو کر سکیں، چھوٹا بھی کر سکے اس کو بڑا بھی کر سکے اس کو۔

ایک بچے کا عجیب قصہ

ایک بچہ تھا ہمارے ایک کام والے ساتھی ذکر کرتے ہیں ان کا بچہ ان کے ساتھ تھا ہمارا بچہ سفید، سرخ تھا اور وہ بالکل کالا بھجنگا اتنا کالا تھا جیسے ابھی ورکشاپ سے انجن نکلا ہوا ہو، تو اس بچہ کو دیکھ کر سارے بچے اکھٹے ہو گئے، گشت کے وقت جماعت گشت پر جا رہی تھی، وہ بچہ بھی باہر نکلا اس بچہ کو گھیر لیا، تو وہ دیوار کا سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا، میں نے جب دیکھا تو میں نے کہا آج میں نے گشت پر نہیں جانا، میں نے آج ان بچوں کو دیکھنا ہے، کہ خیر خیریت سے یہ مجلس ختم ہو، یہ شاندار مجلس ہے۔

ہمارا بچہ وہ ساڑھے آٹھ سال کا بچہ ہے، وہ دیوار کے ساتھ کھڑا ہے اور ادھر بچے اکھٹے ہو رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں کوئی ادھر سے آ رہا ہے، کوئی ادھر سے آ رہا ہے، کوئی بچے بھاگ رہے ہیں کہ جا کر اپنے اور ساتھیوں کے لے کر آئیں، کہ نئی قسم کا بچہ نکلا ہے کالا۔ تو وہ خیر ان کا مجمع بن گیا، جب مجمع بن گیا تو بننے کے بعد وہ تھے بنگالی اور یہ تھا بلوچی، نہ یہ ان کی زبان سمجھتا ہے اور نہ وہ اس کی زبان سمجھتے ہیں، اس بچے نے کالے بچے نے کہا، ہوں، **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**، پھر کہا، ہوں، **لا الہ الا اللّٰہ** تو میں نے بچوں سے کہا کہ تم بھی پڑھو، تو انہوں نے بھی پڑھا، کسی نے صحیح پڑھا، کسی نے غلط پڑھا، تیسری دفعہ پھر پڑھا، چوتھی دفعہ اس نے پھر پڑھا، چار پانچ دفعہ پڑھنے پر بچوں کا کلمہ بالکل صحیح ہو گیا

۔پہلی دفعہ مثلاً پڑھا ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' تو اس نے کہا، او، الّٓا اللہ، پھر اس نے پڑھا، پھر بعض نے اسی طرح پڑھا، بعض کا صحیح ہوگیا، کسی کا زبان کے اشارے سے درست کیا۔

میرے خیال میں پانچ، دس یا پندرہ، منٹ لگے ہوں گے، ان پندرہ منٹوں میں سارے بچوں کا کلمہ درست ہوگیا۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ کام کسی نے کرنا ہو، جس آدمی کو صرف کلمہ آتا ہو، اس کا بھی اتنا کام موجود ہے کہ دنیا کے اندر کروڑں آدمی ہیں جن کو کلمہ کے الفاظ بھی نہیں آتے، درست نہیں آتے، اس کا کام بھی موجود ہے۔ اور بنیادی بنیادی چیز وہی کہوں اتنی لمبی لمبی تقریریں نہیں بھاتیں۔ جو ضرورت ہے امت کو اس کو سامنے رکھو۔

میں بیمار تھا پچھلے سال کی بات ہے صبح صبح حکیم صاحب آئے اور نبض دیکھی، میں نے حکیم صاحب سے پوچھا تم قبض کو ام الامراض بھی کہتے ہو بیماریوں کی ماں، اور تم اس کا کوئی علاج بھی نہیں کرتے، دوا بھی کوئی راس نہیں آتی، کوئی دوا بھی مجھے راس نہیں آتی، کوئی اس کا علاج کرو۔ اس نے کہا مفتی صاحب اس کا کوئی علاج ہے ہی نہیں۔ خوامخواہ دوائیاں کھائیں جا رہی ہیں، اس کا علاج صرف موٹے آٹے کی روٹی ہے، یہ صرف اس کا علاج ہے۔ میں نے کہا اچھا، اس نے کہا کہ جی ہاں، وہ چلے گئے۔

شام کو ڈاکٹر صاحب آئے بلڈ پریشر دیکھنے کے لئے، میں نے ان سے ذکر کیا یار حکیم صاحب آئے تھے ان سے میں نے پوچھا تو کہنے لگے موٹا آٹا۔ کہنے لگے حکیم صاحب نے بالکل ٹھیک کہا، تو میں ہنس پڑا، میں نے کہا کہ تم حکیم ہو یا ڈاکٹر ہو؟ اور میں نے ان ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ مجھے کھانسی رہتی ہے اور گلہ بھی خراب رہتا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ فیصل آباد کا پانی کھارا ہے اس کی وجہ سے گلے

خراب رہتے ہیں، اس پر میں ہنسا کہ تمہارا حکیموں اور ڈاکٹروں کا بھی وہی حال ہے جو ہم مولویوں کا ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ وہ اس طرح اب میری عمر پچھتر سال (جتنی بھی اس وقت عمر تھی سن اب مجھے یاد نہیں ہے) ہوگئی ہے، اب پچھتر، چھیتر سال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میرا کھانا پینا بھی ٹھیک نہیں ہے، میرا پینا بھی ٹھیک نہیں ہے، جس کا کھانا پینا بھی ٹھیک نہ ہو اس کو تندرست رہنے کا کیا حق ہے، جو کھانا پینا درست نہیں رکھ سکتا اس کو تندرست رہنے کا کیا حق ہے۔

ہم نے لوگوں کو فلسفۂ معراج سنایا نہ کسی نے معراج کو جانا، فلسفۂ شہادت سنایا نہ کسی نے شہادت کرنے کے لئے جانا، اور پتہ نہیں کیا کیا فلسفے سکھائے، لیکن کلمہ، نماز مسلمانوں کا ہم نے درست نہیں کیا۔

ساری زندگی درست ہونے کی بنیاد

اور اللہ کی قسم کلمہ نماز درست ہو جائے تو ساری زندگی درست ہو جاتی ہے، اگر کلمہ، نماز کو فی الواقعہ درست کرلیا جائے، کلمہ درست ہو جائے اندر کا یقین درست ہو جائے تو باہر کے سارے اعمال درست ہو جائیں، اس کا نام ایمان ہے، اسی کا نام زندگی ہے اس کی دعوت ہے، اس کی طرف دعوت ہے، اسی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا ہے، اور اسی کے اندر اندر باتیں کرنی ہیں۔ اِدھر اُدھر کے لمبے چوڑے قضیوں اور فلسفوں میں نہیں پڑھنا ہے، وہ بڑی بڑی چیزیں ہیں جو بعد میں دیکھی جائیں گی جب موقع ہوگا ان سے جب خالی ہوں گے، اس وقت تو ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، اس واسطے امت کو سنبھالنے کی ضرورت ہے اور بہت لمبا کام ہے بہت لمبا کام ہے سب کریں گے تو تب ٹھیک ہوگا۔ اور اگر سارے نہیں کریں گے تو پورا نہیں ہوگا کام، سب کو کرنا چاہیے اور سب کر سکتے ہیں۔

اسی ایمان کی دعوت دینی ہے، اخلاق کی دعوت دینی ہے، عبادت کی دعوت دینی ہے، اخلاص کی دعوت دینی ہے، بنیادی چیزیں ہیں انہیں کو سیکھنا ہے انہی کو سکھانا ہے، انہی کو آگے بتانا ہے۔ ان میں جب آجائے گی ساری امت، ان شاء اللہ، تو اللہ ﷻ بقیہ ساری چیزیں آسان فرمادیں گے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آسان فرمادیا تھا۔ اللہ ﷻ اس کو آپ کے لئے اور میرے لئے آسان فرمائیں اکھٹے رہیں، مل کے رہیں، مل کے رہنے کی آسان صورت یہ ہے کہ مسجد وار جماعت کام کرے۔ اس مسجد والے آپس میں کام تقسیم کریں، جماعت وار بیٹھیں۔ آج تو خیر بارش کی وجہ سے عذر تھا نہ ہوسکا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

حضرت مفتی صاحب ﷫ کا بیان

بموقع پرانوں کا جوڑ 1997ء

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَ بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیمِ، کُنتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ★

قابلِ احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! اللہ ﷻ نے ہماری پیدائش سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جو پاکیزہ اور نورانی مخلوق فرشتے موجود تھے، ان کو خطاب فرما کر کے کہا، کہ ''اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً'' میں زمین پر اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں، یہ اللہ ﷻ کا نائب ہے، اور اللہ ﷻ نے اس انتہائی ضعیف اور سیدھے سادھے کو بے پناہ استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔ اتنی عظیم استعدادیں کہ صرف دو باتیں ذکر کرتا ہوں۔

انسان ہمیشہ رہنے کے لئے بنایا گیا ہے

کائنات کی ہر چیز یوں معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ بنا ہے وہ ختم ہونے کے لئے اور صرف یہ انسان باقی رہنے کے لئے ہے، اس کی جو صورت آتی ہے، اس کے متعلق کسی نے صحیح کہا ہے کہ موت زندگی کا ایک وقفہ ہے، یعنی آگے چلیں گے دم لے کر، تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، کہ یہ یہاں نہیں تھا، یہاں آ گیا، کچھ وقت یہاں رہا، اور کچھ وقت یہاں رہنے کے بعد پھر یہاں سے منتقل ہو گیا، قبر میں پہنچ گیا، اس کے مرنے کا یہ مفہوم نہیں ہے، کہ یہ ختم ہو گیا، بلکہ یہ قبر میں موجود ہے، وہاں سوال جواب ہو رہے ہیں، وہاں اگر شاندار زندگی ہے، تو جنت کے مزے آ رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اللہ محفوظ رکھے، غلط زندگی ہے، تو جہنم کی ایذائیں پہنچ رہی ہیں۔ پھر کچھ مدت کے بعد قبر سے منتقل ہو جاتا ہے، محشر میں نظر آتا ہے، محشر میں کچھ مدت رہنے کے بعد پھر یہ پُل صراط پر نظر آتا ہے، اور اس کے بعد بھی ختم ہونے کا کوئی سوال

نہیں۔اپنی زندگی کے اعتبار سے دو ٹھکانے ہیں،ایک جنت اللہ کا مہمان خانہ اور ایک جہنم اللہ کا قید خانہ ہے، اس سے بدترین کوئی قید خانہ نہیں ہے، اور اس سے بہترین مہمان خانہ کوئی نہیں بنایا جاسکتا جو وہاں موجود ہے، اور وہاں پر اس کے ختم ہونے کی کوئی خبر کہیں نہیں ہے، ہر روز نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، ہر رات نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، اس کی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، اس کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، اس کی دولتوں میں اضافہ ہوتا ہے، اندر کی دولتوں میں بھی اور باہر کی دولتوں میں بھی، اور ہمیشہ ہمشہ کے لئے یہ قائم ہے اپنی اپنی جگہ پر۔

اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے، کہ کائنات کی عظیم ترین چیز آدمی ہے، اس اعتبار سے بھی، فرق یہ ہے کہ یہ نہ سمجھے کیونکہ زدِ زبان ہے اور ذہنوں میں بھی ہے کہ اللہ ہی ہے ہمیشہ رہنے کے لئے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اللہ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اور یہ آدمی ہمیشہ سے نہیں ہے، پیدا ہوا ہے، اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، لیکن ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کیا ہے، خاص خاص اکرام ہوگا اس کے لئے۔

دوسری بات یہ کہ کیونکہ ہمیشہ کے لئے پیدا کیا ہے اور بہت انعامات اسے دینا چاہتے ہیں، بہت لمبی لمبی دنیا کا اسے مالک بنانا چاہتے ہیں۔ کسی علاقے کا قائم مقام وزیر اور قائم مقام صدر اور نگران وزیر اعظم نہیں بنانا چاہتے۔ وہ بنائیں گے اور کہ اتنا لمبا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صدارت اور ہمیشہ ہمیشہ کی حکومت اور اتنی لمبی کہ حدیث پاک میں آتا ہے ایک لمبا واقعہ ہے اور آپ حضرات نے بار ہا سنا ہوگا، کہ جو سب سے اخیر میں جنت میں پہنچے گا، اللہ اسے یہ ارشاد فرمائیں گے، جاؤ داخل ہو جاؤ، اور تجھے جنت میں ساری کائنات جتنی تمہارا جہاں سے تم آئے ہو، اس سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا۔ سب سے آخیر میں جانے والے کو دس گُنا ملے گا کل کائنات کا۔ وہ

بے چارہ ہماری لائن کا یہاں سے گیا ہوا، وہ کہے گا، کہ یا اللہ! تو، تو مالک ہے رب ہے تو بھی مزاق کرتا ہے، ہمارے ساتھ کہ تجھے ساری کائنات سے دس دُگنا عطا فرمایا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا، تو اللہ فرمائے گا نہیں ہم مزاق نہیں کرتے، ہم جو کچھ کہتے ہیں، سچ کہتے ہیں، کہ تمہیں ساری کائنات سے دس گُنا عطا فرمایا۔ اس سے اندازہ کرو، کہ جب سب سے آخیر میں جانے والا ہوگا، جس کے ایمان کو یعنی جس کے ذرۂ خیر کو اللہ کے علاوہ نبی کو بھی کوئی خبر نہیں لگی ہوگی، وہ خیر کا ذرہ اللہ کے براہِ راست ہاتھ سے باہر نکلے گا، اور باہر آئے گا، وہ جانے والا جب اس دنیا سے دس گُنا ہے، تو باقی لوگوں کا کیا اندازہ ہے کہ کیا کیا ہوگا؟ ان باقی لوگوں کے پاس ان سارے افلاک کو چلانے کی استعدادیں، اور سنبھالنے کی استعدادیں اور استعمال کی استعدادیں اللہ ﷻ نے اس آدمی کو بے پناہ استعدادیں دی ہیں، جو کسی اور چیز میں نہیں رکھی۔

شرط صرف اتنی ہے کہ یہ اپنی استعدادوں کو اپنی اندر کی دولتوں کو برباد نہ کرے۔ اگر برباد کرے تو اس کی اپنی بدنصیبی، بدقسمتی۔ لیکن اس کی استعدادیں اللہ نے اسے اتنی عظیم دیں ہیں، کہ اگر یہ اوپر کو چلنا شروع کر دے، فرشتوں والے اور انبیاء والے ایمان کے ساتھ اور انبیاء والی دعوت کے ساتھ، انبیاء والے علم واخلاص کے ساتھ اور قربانیوں کے ساتھ، اور فرشتوں والی عبادت کے ساتھ اور فرشتے اور انبیاء والے خلوص کے ساتھ تو یہ اتنی بلندیوں پر جاتا ہے کہ فرشتے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جیسے معراج کی رات سید الکونین ﷺ وہاں پہنچے ہیں جہاں اب تک اس وقت کوئی نہیں پہنچا تھا اور قیامت تک کوئی نہیں پہنچے گا۔

اللہ نے اسے بڑی استعدادیں دی ہیں، ان استعدادوں کو سنبھال کر صحیح استعمال کیا جائے، تو یہ کہیں کا کہیں پہنچ سکتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے

سردار سید الکونین ﷺ محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ صرف اس لئے آئے تھے، کہ آدمی اپنی استعدادوں کو صحیح استعمال کرے۔ جو اللہ نے اسے دی ہیں، اس کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کو صحیح صحیح استعمال کرے، جو شاندار نتائج نکلنے ہیں ان شاندار نتائج کا مالک بنے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور ان کے سردار سید الکونین ﷺ کو بھیجا ہے، باقی کسی چیز کا ضائع ہونا نہیں چاہتے اللہ کہ کوئی بھی نعمت ضائع ہو، لیکن عظیم ترین ضیاع یہ ہے کہ ذہن برباد ہو، اللہ کو پسند نہیں۔ کوئی بھی اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں ان کو برباد نہیں کرنا چاہئیے۔ اور برمحل، بروقت صحیح استعمال کرنا چاہیئے۔ لیکن انسان کی استعدادیں ضائع ہوجائیں۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

کل کائنات کا ضائع ہوجانا یا غلط طور پر استعمال ہوجانا اتنا نقصان دہ نہیں ہے جتنا آدمی کا صرف آنکھ کا غلط استعمال ہوجانا نقصان دہ ہے۔ صرف آدمی کی زبان کا غلط حرکت میں آنا یہ سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ آدمی کی سوچ ذرا سی غلط ہو جائے، یہ سب سے بڑا نقصان ہے، آدمی کے دل کا یقین ذرا سا غلط ہوجائے، آدمی کہیں کا کہیں جنت سے جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا اضیاع ہے۔ اس بنا پر اس ضیاع سے بچانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور ان کے سردار سید الکونین ﷺ کو بھیجا ہے، اور ان کے روانہ ہوجانے کے بعد اس پوری امت مسلمہ کو حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کیونکہ نبی کا آنا صرف اسی لئے کہ لوگوں کی استعدادیں صحیح مصرف میں خرچ ہوں غلط مصرف میں خرچ نہ ہوں۔ اور اس کے صحیح صحیح اور شاندار نتائج پیدا ہوں، اس کے لئے اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کے بعد پوری امت مسلمہ کو اس کے لئے منتخب فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ ” كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُ

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ''تم بہترین امت ہو، خیر الامم ہو کس لئے؟ اس لئے کہ تم اپنے لئے نہیں نکالے گئے، اپنی ذات کے لئے نہیں ہو، تیرا مال تیرے لئے نہیں، بلکہ لوگوں کے نفع کے لئے ہے۔ اپنی استعدادوں کو اس طرح استعمال کریں کہ لوگوں کو اس سے نفع پہنچے۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے ارشاد فرمایا صاحبِ بصیرت کا قول ہے کہ سب سے بڑا انسانیت کا کسی بھی انسان کا کسی مرد کا کسی عورت کا ایک مرتبہ نہیں ایک ارب مرتبہ قسم اٹھائی جاسکتی ہے کہ اگر آدمی کو کل کائنات دی جائے اس کا اتنا نفع نہیں، جتنا یہ نفع کہ اللہ اسے ہدایت نصیب فرمائیں، یہ سب سے بڑا انسانیت کا نفع ہے، کہ آدمی صحیح راستے پر چلے، اس کی استعدادیں صحیح استعمال ہوجائیں، اوراس کے شاندار نتائج کے لئے یہ ساری کی ساری اُمت بھیجی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی، کہ اے اللہ! ان میں ایسا رسول بھیج اور ایسی امت عطا فرما، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں دعائے ابراہیم ہوں، ابراہیم علیہ السلام نے جو نہی مانگا تھا وہ میں ہی ہوں، اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ تم میری امت ہو، تم بھی ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہونے والی جلیل القدر امت خیر الامم یہ اس لئے بھیجی گئی ہے کہ لوگوں کی استعدادیں ضائع نہ ہوں، بلکہ ساری انسانیت کو صحیح پر راہ لگانے کی، صحیح طور پر استعمال کرنے کا کام بھی اسی آیت میں موجود ہے **كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** ''اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کوئی کام بھی انسانوں کے نفع کا کیا جائے، نفع کا کام ہے، صرف

انسانوں کے نفع کا نہیں، بلکہ کتے کو پانی پلانے پر بھی ایک فاحشہ عورت جنت میں جاسکتی ہے۔

بخاری کی روایت کے مطابق نفع کا کام ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن سوال سب سے بڑے نفع کا ہے اور وہ اس میں کہ نیکی کا حکم دو۔

تمہارا کام یہی ہے صحیح راستے پر لگانا، غلط راستے سے ہٹانا، امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر کرو، اور اس کو مانگو اللہ ﷻ سے، جس طرح بندے نے اپنی حیثیت کے مطابق جتنا گھیر سکا امت کو گھیر لیا، اپنی دعا سے، تو اللہ کی رحمت اسی طرح گھیرتی ہے۔

دوسری جو بات عرض کرنے لگا تھا، وہ یہ تھی ایک تو بنیاد یہ بنی کہ اگر ہم چاہتے ہیں، کہ آپس میں جڑیں تو پھر پہلے عرض کیا ہے کہ رنگ کی بنیاد پر، قوم کی بنیاد پر، طبقے کی بنیاد پر، کسی بھی بنیاد پر اگر امت کو جوڑنا چاہتے ہو، تو یہ جوڑنا ایسا ہے، کہ مٹی کے گارے کے ساتھ سونے کو جوڑنا ہے۔ یا کوئی آدمی کہے کہ بھئی یہ کاغذ ہے اس کی کاپی بنالاؤ، تو اس نے مٹی ملی پھر اس کے اوپر کاغذ چپکا دیا، اور چپکا کے لے آیا، کہ کاپی بن گئی ہے۔ دیکھو کیا بن گیا ہے، کاغذ تباہ ہو گیا ہے۔ یہ جوڑنے کا سامان نہیں ہے بلکہ ہلاکت کا سامان ہے، اس سے امت جڑتی نہیں۔

امت کو جوڑنے کا سامان

اس امت کو جوڑنے کا سامان یہ ہے کہ کہ اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر کرلو، تو اللہ ﷻ اس کو بھی جوڑیں گے، اور اپنے ساتھ بھی جوڑتے ہیں، اور اس آدمی کی بھی دعائیں اتنی قبول ہوتی ہیں جتنی کے ان آدمیوں کی ہوتی

ہیں۔ جو اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی بناتے ہیں، بلکہ ایک روایت میں موجود ہے کہ ان کی دعا اس طرح قبول ہوتی ہیں جس طرح انبیاء کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

ایک تو جوڑنے کا سامان یہ ہے۔ دوسرا یہ کہ جتنے اعمال قرآنِ مجید میں آئے ہوئے ہیں، حدیثِ پاک میں آئے ہوئے ہیں۔ یہ سارے کے سارے امت کو جوڑنے کا سامان ہیں، سب سے بڑا جوڑنے کا سامان نماز ہے۔ امت کا اجتماعی عمل ہے، اور سب سے بڑا اجتماعی عمل ہے، کوئی عمل بھی امت کو اتنا نہیں جوڑتا ہے، جتنا نماز جوڑتی ہے، چوبیس گھنٹے میں نماز دائرہ ہے، اوقات مختلف ہیں، کوئی دو گھنٹے پیچھے اور کوئی چار گھنٹے آگے، اوقات مختلف ہیں۔ لیکن ساری امت کو اکٹھا کرنے کی چیز نماز کا اہتمام کرنا ہے، اس نیت کے ساتھ کیا جائے، کہ اللہ ﷻ امت کو جوڑ دیں، اس لئے کہا کہ یہ اجتماعی عمل ہے، اور ساری امت کو جوڑنے والی ہے۔ جس طرح نماز جوڑنے والی ہے، اسی طرح روزہ بھی جوڑنے والا ہے، حج بھی امت کو جوڑنے کا سامان ہے، یہ اعمال جتنے بھی ہیں، سب امت کو جوڑنے کا سامان ہیں، امت کو اعمال پر لے آؤ، جتنی امت اعمال پر آتی جائے گی، اتنی ہی جڑتی چلی جائے گی، یہ سب کچھ اگر رضائے الٰہی کے لئے ہو، تو بلاشبہ یہ عمل ہیں، اور یہاں بھی سکون ہے، یہاں بھی سکون کا سامان ہے، یہاں بھی نجات کا ذریعہ ہے، یہاں بھی قوت کا سامان ہے، پھر قیامت کے دن کے لئے بھی نجات کا سامان ہے۔

لیکن اگر اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہے، اخلاص کے ساتھ نہیں ہے، تو سب سے خطرناک بات جو کہی گئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق وہ یہ کہ یہ اعمال پھر سب سے پہلے جہنم میں جانے کے سامان ہیں۔

اس بنا پر بنیادی چیز ایمان سیکھنا ہے، اخلاص سیکھنا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

لایا ہوا طریقہ سیکھنا ہے، یہ تین بنیادی چیزیں ہیں، اگر تینوں بنیادی چیزیں کسی عمل میں اکٹھی ہوجائیں، ایمان کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے عمل کے ساتھ، تو یہ عمل اللہ کے ہاں قبول ہوجاتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں اسی کے ساتھ ساتھ وہ جو پہلا عمل سب پہلے بتایا تھا کہ امت تب جڑے گی، جب اخلاق پر اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی کو بنانا ان کو اخلاق کہتے ہیں، اگر اخلاق پر آجائے، تو اللہ امت کو آپس میں جوڑ دیں گے۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت اور سب سے پہلی ضرورت اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہا جائے، کہ جس کام کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پر سب سے زیادہ محنت کی ہے، وہ امت کو آپس میں جوڑنے کی ہے، اس لئے کہ جب تک کوئی چیز جڑتی نہیں تو اس وقت تک کچھ نہیں بن سکتا، اگر اینٹیں نہیں جڑتی آپس میں۔ تو پھر آپ کوئی چیز نہیں بنا سکتے نہ مسجد بن سکتی ہے نہ مکان بن سکتا ہے، اس بنا پر امت کو اخلاق سکھائے، اور ایمان سکھایا جو اس سے پہلے ذکر کیا ہے، اور اخلاص سکھایا کہ آدمی کا عمل محض اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ یہ خوش ہو، وہ خوش ہوجائے، اس لئے نہیں۔ بلکہ محض اللہ کی رضا کے لئے، آدمی اپنے اندر سے پوچھے اور اندر سے جواب آئے، کہ واقعی یہ محض اللہ کے لئے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا گیا ہے، کہ بہت اہتمام سے یہ دعا مانگا کرتے تھے ''**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَعْمَالَنَا خَالِصَۃً لِّوَجْھِکَ**'' اے اللہ ہمارے اعمال کو خالص اپنے ذات کے لئے کردیں۔ ''**وَلَا تَجْعَلْ فِیْھَا حَظًّا لِغَیْرِکَ**'' اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو، اس لئے عمل اگر آدمی کرتا ہے اللہ کے لئے اور اس میں کسی اور کو بھی شریک کرلیتا ہے، تو یہ ایسا سمجھے کہ لوٹے میں

پیشاب کا قطرہ ڈال دیا۔تو سارا لوٹا پیشاب کے حکم میں ہو جائے گا۔محض رضائے الٰہی کے لئے کام ہو، اللہ کو راضی کرنے کے لئے، اس لئے کہ اللہ کے ہاں صرف وہی عمل جاتا ہے، جو صرف اللہ کے رضا کے لئے کیا جاتے ہیں، جو رضائے الٰہی کے لئے کام نہیں کئے جاتے ہیں، اس کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ذکر کرنا چاہیئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت معروف ہے فرماتے ہیں ''کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے شہید پیش ہوگا، اللہ ﷻ اسے فرمائیں گے اپنی نعمتیں یاد کروائیں گے، کہ تجھے جوانی دی تھی، قوت دی تھی، جان دی تھی، کیا کیا؟ تو وہ جواب دے گا، کہ الٰہی فلاں میدان میں تیرے لئے جان دی تھی۔تو اللہ ﷻ فرمائیں گے، کہ ہم اندر کا حال جانتے ہیں، یہ تو ٹھیک کہہ رہا ہے کہ تو نے فلاں میدان میں جان دی تھی، یہ تو ٹھیک ہے، لیکن یہ جو کہا کہ آپ کے لئے۔تو میرے لئے نہیں دی تھی، بلکہ نام حاصل کرنے کے لئے، شہرت حاصل کرنے کے لئے، شہید ملت کے لئے نام حاصل کرنے کے لئے، اور وہ ہو چکا، ہمارے پاس تیرا کوئی عمل نہیں آیا، ہمارے پاس تو وہ عمل آتا ہے جو ہمارے لئے ہو صرف۔حکم ہوگا باندھو اور ڈالو جہنم میں۔

اس کے بعد علم والا آئے گا، اللہ ﷻ پوچھے گا کہ تمہیں استعدادیں دی تھی، حافظہ دیا، قوت دی، اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، اور ساتھ پوچھے گا کہ تو نے کیا کیا؟ جواب دے گا کہ اسے خوب سیکھا تھا، خوب سیکھایا تھا تیرے لئے، تو اللہ فرمائے گا، تو ٹھیک کہتا ہے کہ خوب سیکھا تھا اور خوب سکھایا تھا، یہ جو کہتا ہے کہ تیرے لئے، نہیں، کچھ لوگوں سے حاصل کرنے کے لئے، کچھ مخلوق سے حاصل کرنے کے لئے کچھ نام پیدا کرنے کے لئے۔حکم ہوگا باندھو اور ڈالو جہنم میں۔

تیسرے نمبر پر مال والا پیش ہوگا، اور اللہ ﷻ پوچھے گا، تمہیں مال دیا تھا تو

نے کیا کیا؟ تو آدمی کہے گا، کہ الٰہی کوئی خیر کی جگہ نہیں جہاں میں نے تیرے لئے خرچ نہ کیا ہو۔ تو جواب ملے گا بے شک تو نے ٹھیک کہا ہے لیکن یہ جو کہتا ہے کہ تیرے لئے، میرے لئے نہیں کیا تھا، حاتم طائی کہلانے کے لئے کیا تھا، اخبار میں چھپنے کے لئے کہ چار رضائیاں کسی کو دی تھیں، نام پیدا کرنے کے لئے جو کچھ کیا جاتا ہے۔ تو اللہ کے ہاں سب سے پہلے جہنم میں جانے کا حکم ہوگا، باندھو اور ڈالو جہنم میں۔

سب سے پہلے تین آدمی علم والا، جان دینے والا، مال والا، ان تینوں سے جہنم دھکائی جائے گی، سب سے پہلے جہنم میں جانے والے یہ ہیں، اس لئے کہ ان کے اعمال اللہ کے لئے نہیں ہیں۔

اس لئے درخواست یہ ہے کہ اللہ کے واسطے ایک جان بن کر یہ جتنا مجمع ہے لاکھوں کا، پتہ نہیں کس ملک سے ہیں، کہاں سے آئے ہو، سارے کے سارے ایک نبی کے امتی ہیں، ایک قرآن کے ماننے والے، ایک آدم علیہ السلام کی اولاد، ایک باپ کی اولاد، ایک اللہ کے بندے، ایک نبی کے امتی ہیں، یہ سارے رشتے ہیں اور جاندار رشتے ہیں، بہترین رشتے ہیں ان رشتوں کی بنیاد پر ملو ایک دوسرے سے۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یہاں تک ہے ''**لَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا** '' کہ جب تک ایمان والے نہیں بنو گے، اتنے تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ہو، جب ایمان نہیں ہوگا، اس وقت تک داخلہ نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ذکر کیا کہ جس طرح جنت میں داخلہ شرط ہے یہ ایمان، تو اسی طرح ''**وَلَنْ تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا** '' اس وقت تک تمہارے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جب تک آپس میں محبت نہیں کرتے، اگر آپس میں محبت نہیں ہے، تو تمہارے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کامل ایمان والے نہیں کہلا سکو گے۔ شرط پے شرط جوڑے ہوئے

ہیں۔تو جب تک آپس میں جڑے ہوئے نہ ہو،اس وقت تک نہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔

اگر اوپر دیکھلو اپنی تاریخ کو بھی،تو ہم تھوڑے سے تھے، چند لاکھ تھے اور دنیا میں ہم ہی تھے،اور اس وقت اربوں کی تعداد ہے کروڑوں کی نہیں، اربوں کی تعداد ہے،اور زمین پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔اس بنا پر درخواست کی جارہی ہے،اور یہی درخواست چلے گی، اجتماع میں تین دن تک یہی ہوگا، کہ مسلسل سنو،اور توجہ کے ساتھ سنو، کہ اللہ ﷻ ایسا بنانے کی اور ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اپنے لئے بھی دعا کرو، اور یہ ساری امت جو غائب ہیں جو حاضرین ہیں ان کے لئے دعائیں کرو۔

دن کو منتیں کرنا انبیاء علیہم السلام کا شیوہ ہے ان کا انداز ہے دعوت، اس کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے، کہ دن میں لوگوں کی منتیں کرنا، دن کو ہر ایک کی جو بھی کوئی ہو، یہ کوئی واسطہ نہیں کہ کون کس کا ہے،کون کس رنگ کا ہے، بڑا ہے چھوٹا ہے، کیا کرتا ہے،سب کے مطابق سب کے ساتھ اور سب کی خیر خواہی کرو، اور خیر خواہ بھی اس طرح بن کر جیسے ماں کی خیر خواہی ہوتی ہے۔اور ماں کی شفقت ہوتی ہے۔

نبی جو آتا ہے ماں کی شفقت کے ساتھ آتا ہے، دعوت منت سماجت کا نام ہے، سمجھاؤ، سلیقے سے سمجھاؤ''**اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ**''ایک ایک آدمی پر زور لگاؤ، ہر آدمی اپنا کام یہی بنالے، اور یہ دن جتنے اللہ نے توفیق عطا فرمائی ہے، 10 دن کے لئے آئے ہو،کوئی 20 دن کے لئے آیا ہے،کوئی 40 دن کے لئے آیا ہے،کوئی تین دن کے لئے آیا ہے۔

اس تین دن میں کوئی اور کام نہ کرو، یہ مقاصد سامنے رکھو، کہ اُمت کو حیوانیت سے نکال کر انسانیت پر لانا، اُمت کے مردوں کو، اُمت کی عورتوں کو، اُمت

کے بچوں کوبھی۔اس لئے کہ حضورﷺ نے سب سے پہلے جودعوت دی، غارِحرامیں تھے رات کووہاں قرآن نازل ہوا، صبح صبح تشریف لائے اپنے گھر میں، جب گھر پہنچے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تو گھر میں تھی، بیوی ہے حضورﷺ کی اور ہماری اماں جان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کھاتے بھی یہیں تھے، یہیں رہتے تھے، حضورﷺ کی پرورش میں تھے،، ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضورﷺ کے پرانے یار تھے، اسلام لانے سے پہلے۔توآپﷺ کواس دن خیال آیا کہ بہت دن ہو گئے، ابوبکر سے نہیں ملاہوں، صبح صبح جا کران سے ملے۔ وہ بھی گھر میں موجود تھے، حضورﷺ تشریف لائے، تو یہ سارے موجود تھے، جن کے میں نے نام لئے ہیں۔حضورﷺ نے ان کودعوت دی مردوں کے نمائندے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے، بچوں کے نمائندے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اورعورتوں کی نمائندہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا موجودتھیں۔ تین قسمیں ہیں انسانیت کی، مرد، عورت اور بچے۔ ان تینوں کو بٹھا کر حضورﷺ نے ایمان کی دعوت دی، ایمان کی دعوت دینے پرانہوں نے دعوت کو سنا، اور سنتے ہی قبول کیا، اورقبول کرنے کا انداز بہت نرالہ اور بہت محبوب انداز تھا۔ وہ یہ کہ بعض روایت کے مطابق حضورﷺ کی دعوت کو اس طرح قبول کیا، کہ حضورﷺ کی دعوت کا آخری لفظ ختم ہوا اور ان کے قبول کا پہلا حرف شروع ہوا ہے، درمیان میں سوچنے میں نہیں لگے ہیں۔ استخارے نہیں کیے ہیں، مشورے نہیں کئے ہیں۔ بلکہ جلدی سے قبول کیا ہے، اورقبول کرنے کے ساتھ ساتھ صرف قبولیت پر نہیں چھوڑا، بلکہ اس کی آگے دعوت دینی شروع کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق تو معلوم ہے تمام کتابوں میں لکھا ہے، اس محفل سے اٹھنے کے بعد، ایمان لانے کے بعد اور ایمان کی دعوت سننے کے بعد وہاں سے

نکلے اور شہر میں چلے گئے۔ یہ بھی تاجر تھے، اور لوگ بھی تاجر تھے، اِس کے پاس گئے، اُس کے پاس گئے، دس ملے، دو ملے ان کو دعوت دی، جو بھی ملا اس کو دعوت دی، سارا دن محنت کی، اور شام کو جب واپس آئے تو ان کے ساتھ چھ آدمی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کی طرف دیکھا، اور کہا کہ یہ کون؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ فلاں ہے، اور یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، اور جو کچھ آپ نے صبح مجھے پڑھایا تھا، آج شام کو ان کو پڑھا دیا۔

چھ عظیم آدمی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے عظیم قسم کے لوگ اللہ کے فضل سے اسلام میں داخل ہوئے، دعوت کس کام سے شروع کرے اس پر میں نے واقعہ سنایا ہے، کہ اللہ نے پہلے اِن سے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی ہے، دعوت کے کام کا انداز ہے، شروع کرنے کا انداز یہی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے۔ محبوب ترین چیز ہے، مؤثر ترین چیز ہے، اس سے مؤثر ترین چیز کوئی نہیں۔ گویا کہا گیا، کروایا گیا۔ کہ دیکھو اگر آدمی کے اندر اور عورت کے اندر اور بچوں کے اندر یہ تین قسمیں ہیں انسانیت کی، اگر اِن تینوں قسموں پر بیک وقت محنت شروع کرو گے، اور ان تینوں قسموں نے اس طرح قبول کر لیا، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں قبول کیا، تو اللہ ﷻ دین کو عالم بھر میں پھیلا دے گا، اور اگر تم صرف مردوں پر محنت کرو، اور محنت کر کے سارے کے سارے شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) بن جاؤ۔ لیکن عورتوں پر محنت نہ کی گئی، اور بچوں پر محنت نہ کی گئی، تو گھر کے اندر دین داخل نہ ہو گا۔

اگر مرد اور عورت دونوں شاندار بن جاؤ، مرد سارے کے سارے شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) بن جائیں اور عورتیں ساری کی ساری رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) بن جائیں، لیکن بچے دین پر نہ آئے، ان پر تم نے محنت نہ کی، تو گھر کے اندر دین داخل نہ

ہوگا۔گھر کے اندروہی ہوگا جواس وقت بچے کررہے ہیں۔گھر کے اندردین داخل نہیں ہوگا،اگرمردبھی ٹھیک ہوجائیں،عورتیں ساری ٹھیک ہوجائیں اور بچے سارے ٹھیک ہوجائیں۔تواچھانتیجہ نکلےگا۔

اگر گھر کے سارے آدمی ٹھیک ہو جائیں تو گھر ٹھیک چلے گا، دکان کے سارے آدمی ٹھیک ہو جائیں تو دکان صحیح چلے گی، دفتر کے سارے آدمی ٹھیک ہو جائیں تو دفتر ٹھیک چلے گا۔ بدقسمتی یہ ہے اس کوکیا کہیں بغاوت کہیں۔ کہ ہر چیز کے ٹھیک کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔لیکن اپنے آپ کوٹھیک کرنے کی فکر میں نہیں لگے ہوئے۔ اپنے آپ کو، اپنے بچوں کو، اپنی بیوی کو، اپنے گھر والوں کو، تمام مردوں کو ٹھیک کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ بچوں کوٹھیک چلانا ہمارے ذمہ ہے، اورانسانیت کے تین ہی فرد ہیں ان تینوں پر ہرجگہ محنت کرو۔ اس نیت کے ساتھ کہ سارے عالم میں جوحیوانیت چل رہی ہے، حیوانیت نہیں بلکہ درندگی چل پڑی ہے، یہ درندگی اللہ ختم فرمائیں، اور امن وآمان عطا فرمائیں۔جس کا حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے، اعمالِ صالحہ پر، کہ اگرتمہارے اعمال صحیح ہوجائیں، مردصحیح ہوجائیں،عورتیں صحیح ہو جائیں، بچے صحیح ہوجائیں،تواللہ ﷻ ایساامن وآمان قائم فرمائے گا،کہ ایک ملک سے حسین نوجوان عورت زیوارت سے لدھی ہوئی نکلے گی، اور دوسرے ملک تک چلی جائے گی پیدل،لیکن میلی آنکھ سے دیکھنے والاکوئی نہیں ہوگا،اور یہ صورت ہوچکی ہے۔ بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ جوکچھ حضور ﷺ کے زمانے میں ہو چکاوہ قیامت کے قریب دوبارہ ہوگا۔امام مہدی کا دورآئے گا،توحضور ﷺ کے وقت میں ہوچکا ہے اورقیامت کے قریب پھرہوگا،تو درمیان میں نہ ہونے کی، کیا وجوہات ہوسکتی ہیں؟ ہرگزنہیں ہوسکتا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا، یہ ہوسکتا ہے لیکن کرنے سے ہوگا، ہوگا کرنے

سے اور محنت کرنے سے اور مسلسل کرنے سے، اللہ نے اچھی صورت پیدا فرمادی، آسان صورت پیدا فرمادی، دعوت کی بنیاد پر، کہ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے بعد جو کچھ کیا دعوت کی بنیاد پر، تعلیم بھی دعوت کی بنیاد پر، ذکر بھی دعوت کی بنیاد پر، اخلاص بھی دعوت کی بنیاد پر کیا ہے، اور دعوت ہی کی بنیاد پر کیا ہے، اور دین کے پھیلانے کی صورتیں بھی دعوت کی بنیاد پر ہیں، سب کچھ دعوت کی بنیاد پر کیا ہے اور دعوت ہی کی بنیاد جاندار بھی ہے اور شاندار بھی ہے، دعوت سے قوت بھی پیدا ہوتی ہے، دعوت سے تقرّب بھی پیدا ہوتا ہے، آپس میں مل مل کر رہنا سیکھو۔

اجتماعی زندگی کے اعمال اور انفرادی زندگی کے اعمال میں فرق

دیکھو یہ اجتماعی زندگی کے اعمال ہیں ایک انفرادی زندگی کے اعمال بقول حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دفعہ ایک واقعہ پیش آیا، اس موقع پر حضرت نے تحریر فرمایا، کہ انفرادی عمل کا پہاڑ اِجتماعی اعمال کے ذروں کے برابر بھی نہیں ہے، (مکرر فرمایا) بالکل یہ واقعہ ہے اور اس طرح اہتمام کیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی بھی اور بعد میں جو اچھی گزر گئی، قریب والے، پہلے درجے والے، دوسرے درجے، والے تیسرے درجے والے، ان سب کا یہی عمل کہ اجتماعی زندگی کے اعمال سب مقدم کرو۔

اور اس کے بعد اِنفرادی زندگی کے اعمال۔ اِجتماعی عمل تمہارا بھی دعوت الی اللہ ہے اس امت کا مقصدِ حیات یہی ہے۔ فرض نہیں کہہ رہا، واجب نہیں کہہ رہا، مستحب نہیں کہہ رہا، سنت نہیں کہہ رہا، سنتِ کفایہ نہیں کہہ رہا ہے، مقصدِ حیات اس امت کا دعوت الی اللہ ہے، اس کا کام یہی ہے، اس لئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

دوسرا قرآن مجید کی آیت ''**اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**'' تمام اور تمام انسانیت کے

نفع رسانی کے لئے ہے ''**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**'' تمام انسانیت کے نفع رسانی کے لئے بھیجا گیا ہے، تمہارا کام یہی ہے اور صرف تمہارا ہی کام نہیں ہے۔ اور تمہارے باپ دادے کا کام بھی یہی ہے، اور یہ تمہارا مقصدِ حیات ہے۔

باپ تو ہیں محمد ﷺ اور دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی کام تھا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی یہی کام تھا، محمد رسول ﷺ کا بھی یہی ہے۔ اِس کام کو اپنا کام سمجھ کر اور کام بنا کر اور سارے کاموں پر مقدم کر کے اس لئے مقصدِ حیات حاصل ہو جائے، آدمی کا سارا مال، سارا وقت، ساری صلاحیتیں مقصدِ حیات کے لئے ہوتی ہیں۔، اور باقی ضروریات وہ دوسرے درجے کی چیز ہے، ان کو بعض اوقات کل کو بھی قربان کیا جا سکتا ہے، بعض اوقات تھوڑا مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مقصدِ حیات کو نہ چھوڑا جا سکتا ہے نہ قربان کیا جا سکتا ہے، نہ کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کو مقصدِ حیات بنا کر اور اس طرح سے وقت گزرے۔ جی چاہتا ہے کہ سو فیصد وقت ہمارا دعوت میں گزرے، دعوت الی اللہ میں گزرے، ایمان سیکھنے میں گزرے، تعلیم میں گزرے، عبادت میں گزرے، خدمت میں گزرے، اَخلاق میں گزرے، مسلسل اسی طرح جیسے نماز میں ہوتا ہے، یونہی جیسے ہم اِجتماع میں آئے، نماز کے اندر نہ اِدھر، اُدھر دیکھنا نہ کوئی اور کام کرنے کی اجازت ہے، نہ باتوں کی اجازت ہے، کسی چیز کی اجازت نہیں ہے، اسی طرح اجتماع کا وقت ہم نے اللہ کے لئے اِس کو فارغ کیا ہے، اس کے اندر صرف یہی نماز کے وقت میں نماز پڑھنی ہے، تو اِسی طرح دعوت اِلی اللہ کے وقت میں دعوت اِلی اللہ کے جتنے کام ہیں وہی کرنے ہیں۔ اور اگر اہتمام کے ساتھ یہ تین دن لگ جائیں، تو اُمید ہے اور اللہ ہی سے اُمید باندھنی چاہئے، اور اللہ سے اُمید کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا مسئلہ آسان بھی کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے، میرے دنیا سے جانے کے بعد جن کو اجر ملے گا، اعمال پر، پچاس گنا، صحابی نے عرض کیا، کہ ہم میں سے پچاس گنا، یا ان میں سے؟ تو فرمایا کہ تم میں سے پچاس گنا، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ صرف پچاس گنا اجر نہیں ملے گا، بلکہ پچاس گنا مدد بھی اللہ کی طرف سے ملے گی، اس واسطہ کے کہ صحابہ قوی تھے، مضبوط لوگ تھے، اللہ کے معاملے میں، وہ اتنے ضرورت مند نہیں جتنے ضرورت مند ہم ہیں۔ تو اللہ کی مدد جو آتی ہے وہ بقدر قوت نہیں آتی بقدر ضعف آتی ہے۔ جتنا کوئی زیادہ کمزور ہوتا ہے، اس کو زیادہ مدد دی جاتی ہے۔ اور ہمارا دستور بھی یہی ہے کہ اگر چند آدمی سامنے آجائیں، ضرورت مند، تو جو زیادہ ضرورت مند ہوگا، اس کو زیادہ دیتے ہیں، تو اللہ ﷻ ہمارے ضعف کی بنا پر ہماری مدد فرمائیں گے۔ دعوت کا عمل ہو، عظیم ترین جس پر سب سے زیادہ اللہ کی مدد آتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشادات کے مطابق پچاس گنا زیادہ اجر بھی ہوگا، تو پھر کسی چیز کا پھیل جانا، اور عالم بھر میں پھیل جانا تھوڑے سے وقت کے اندر، یہ تھوڑے سے طبقے کی موجودگی میں بالکل آسان اور بالکل عقل کے مطابق ہے، سمجھ میں آسکتا ہے، اللہ ﷻ اس کی صورت پیدا فرمائیں گے۔

ایک آدمی نے کسی کو ایک کلمہ سکھایا، ایک آخری بات عرض کردوں، کلمہ سیکھا اس نے، اس کے مطابق ارشاد فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسَ الْخَیْرَ ....'' بیشک اللہ ﷻ اور تمام آسمان اور زمین والے جو آدمی کسی کو خیر کی بات سمجھا رہا ہے، سکھا رہا ہے، اس پر اللہ اپنی رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں، فرشتے

اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں کے اندر اس کے لئے دعائیں کرتی ہیں۔اور مچھلیاں پانی کے اندر دعائے خیر کرتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ﷫ نے جب یہ حدیث سنی تو فرمایا کہ اللہ نے اس سے اُمت مسلمہ کو حوصلہ دیا کہ تم جو کچھ خیر کا کام کر رہے ہو، ایک آدمی کو کلمہ سکھائے یا کوئی بیٹھے بیٹھے سکھا رہا ہے، یہ نہ سمجھے کہ میں اکیلا ہوں، ہم اکیلے ہیں اکیلے نہیں، بلکہ جو تم کام کرتے ہو، اس کام کے اتنے اثرات ہیں، کہ ان کے اثرات صرف سمندر کی مچھلی اور چیونٹیوں تک ہی نہیں پہنچے، بلکہ خالق کائنات اس شخص پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ جو کام ہے یہ کام خود اتنا عظیم اور طاقتور ہے کہ خود اپنے اندر پھیلنے کی طاقت رکھتا ہے، اور اتنی پھیلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ کی قسم کوئی چیز بھی اتنی طاقت نہیں رکھتی، بشرطیکہ اِیمان کے ساتھ ہو، اِخلاص کے ساتھ کیا جائے، علم کے ساتھ اور حضور ﷺ کے طریقے کے ساتھ کیا جائے، شرط یہی ہے، اس شرط کے ساتھ اگر کیا جائے، اللہ سے اُمید ہے کہ وہی صورتیں پیدا ہوں گی۔

یہ پہلی مجلس ہے مغرب کے وقت اِجتماع شروع ہوا ہے، اور ایک درخواست یہ ہے کہ سارے کے سارے یہ ارادہ فرمائیں اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ان شاء اللہ العزیز آپ کو یہ بتایا گیا، امت کو حیوانیت سے نکال کر انسانیت کی طرف، بلکہ اِس کو درندگی سے یہ درندگی پر آ گئی ہے، اُمت کو حیوانیت سے نکالنا ہے، خلافت پر پہنچانا یہ کام ہے۔ ہم اسی کے لئے سوچیں گے، اس کے لئے دیکھیں گے، اِس کے لئے چلیں گے، اس کے لئے پھریں گے، اس کے لئے سیکھیں گے، اس کے لئے تعلیم کے حلقوں میں بیٹھیں گے، اسی کے لئے گشت کریں گے، اس کے لئے سارا کچھ کریں گے۔ اگر اِس کا اِرادہ کرے، کہ ایک تو ہمیشہ یہ کرنا ہے ہمیں خود کرنا ہے، اور یہ خود کرنا ہے، اور

یہ خود ہی نہیں کرنا صرف بلکہ اپنے بھی آئے ہوئے ہیں، ان سے کروانا ہے۔ یہ آدمی جو اِس وقت مخلوق موجود ہے، حدِّ نظر تک آدمی ہی آدمی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اِن لوگوں سے ملنے کے لئے آپ لوگ جانا چاہیں لاکھوں نہیں، کڑوروں روپے لے کر پھریں، اور سالہا سال پھریں۔ تو اتنے آدمیوں تک نہیں پہنچ سکتے، جتنے یہاں آ گئے ہیں، آسانی کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ اِس لئے اِس وقت کو غنیمت سمجھ کر اپنے اوپر بھی محنت کریں، اپنے آپ کو بھی بنانے کی کوشش کریں، قربانیوں کے اعتبار سے۔ کہ ہمارا کام ہمارا مقصدِ حیات کہ ہم نے انسانیت کو تمام انسانوں کو جتنے بھی انسان ہیں، بغیر کسی تفریق کے، تمام انسانوں کو جہالت سے نکال کر، یا حیوانیت سے نکال کر خلافت پر پہنچانا ہے۔ اور اِسی کے لئے اپنا جو کچھ لگا سکتے ہیں، جو کچھ ہمارا ہے سارے کا سارا اس پر لگائیں گے، جان بھی لگائیں گے، مال بھی لگائیں گے، وقت بھی لگائیں گے، اس کا اوّل وآخر یہی ہوگا۔

اِس کے لئے ہمت کر کے بتائیں کہ کون کون اللہ کے بندے، کتنے ہیں؟ جو خود اپنا بھی کریں گے، اور اپنے ساتھیوں کو بھی آمادہ کریں گے، اور اس کا پہلا کام یہ ہے اپنے اپنے نام لکھوائیں، پہلی مجلس ہے کہ میں اِتنے وقت کے لئے تیار ہوں، اور مسجد میں اپنے ساتھیوں کو تیار کر لیا جائے، اور اس کے بعد دعا بھی کرنا ہے، ہمت کر کے بولیں ہاں جی، بولیں کون کون بھائی تیار ہے؟ پوری زندگی اور آدھی زندگی ماشاء اللہ اور ایک سال اور سات مہینے اور چار مہینے کے لئے؟

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان
بموقع پرانوں کا جوڑ

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ★

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ★

قابلِ احترام بزرگو، بھائیو، عزیزو! سید الکونین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اُمت کو جس حال میں دیکھا ہے انتہائی پریشان رہے۔ اُمت ہے اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے، شان کے اعتبار سے اتنی بلند اور اعمال کے اعتبار سے اتنی گری ہوئی کہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ دیکھی بھی نہیں جاسکتی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غارِ حرا جانا۔

ایک دن علی میاں اور ہم غارِ حرا جارہے تھے کہ علی میاں کہنے لگے کہ مفتی صاحب! کیا خیال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا کیوں آتے تھے؟ میں نے کہا کہ میرا خیال تو یہی ہے یہاں جب بھی آیا، بیٹھا رہا، سوچتا رہا، ایک ہی خیال غالب رہا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کی ساری زندگی مردوں کو، عورتوں کو، بچوں کو، رئیسوں کو، مالداروں کو، غریبوں کو، حاکموں کو، محکوموں کو، دیکھ دیکھ کر پریشان ہوجاتے تھے، دیکھا نہیں جاتا تھا۔ تو سب کو چھوڑ کر غارِ حرا چلے جاتے تھے، پریشانی کی حالت میں کہ یہ کیا کررہے ہیں؟ یہ کون ہیں؟ یہ کیسے ہیں؟

اللہ ﷻ فرماتے ہیں کہ انسان میرا خلیفہ ہے۔ لیکن یہ بگڑ کر درندہ بن گیا ہے، جب بگڑتا ہے، تو درندہ بنتا ہے۔ اور درندہ بھی بدترین قسم کا درندہ خنزیر بلکہ خنزیروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اس بنا پر پریشان ہوتے تھے، اور آجاتے تھے۔

اللہ ﷻ نے رہنمائی فرمائی کہ کیا کرنا ہے، قرآن نازل ہوگیا، راستہ مل گیا، کہ کیا کرنا ہے، کام شروع کیا جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بتاتی ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دو چیزیں، دو چیزوں کی بھر پور محنت کی گئی، خاص طور پر ایک تو شرک کُرید کُرید کر اندر سے نکالا گیا ہے، اس لئے کہ غلیظ ترین چیز شرک ہے، شرک کے ہوتے ہوئے آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے نبی آ کر اپنی بھر پور محنت اس پر کرتا ہے، کہ کوئی ذرہ کہیں شرک کا نہ رہ جائے، خالص کر دیا جائے جب تک شرک سے پاک نہیں ہوتا، یہ ایسی نجاست ہے کہ ذرا سی کہیں پر لگی ہوئی ہو سارا بدن پلید رہتا ہے، وہی جگہ پلید نہیں رہتی سارا بدن پلید رہتا ہے۔

اُمت مسلمہ کا باہمی جوڑ اور محبت ایمانِ کامل کا حصہ ہے

اور دوسری چیز جس پر بھر پور محنت کی گئی وہ آپس کا جوڑ وہ آپس کا جوڑ، آپس کا تعلق، آپس کی محبت۔ کھلے لفظوں میں مشکوٰۃ کی روایت ہے، جو میں نے پڑھی ''کہ ہرگز داخل نہیں ہو گے جنت میں، جب تک ایمان نہ لاؤ'' ایمان کے بغیر کوئی آدمی جنت میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ اور جس طرح ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اسی طرح سے تمہارے ایمان کا اعتبار اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ آپس میں اگر محبت نہیں ہے، اس ایمان کا اللہ کے ہاں اعتبار نہیں ہے۔

اور دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والے آپس میں ایسے تعلق والے ہوتے ہیں کہ جیسے بدن کے اعضاء ہیں۔ سر سے پیر تک، جیسے یہ آپس

میں جڑے ہوئے ہیں، اس طرح سے ایمان والے آپس میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور یہ واقعاتی بات ہے کہ سر آنکھوں پر اور اس کا مقام، اور اس کا کام عظیم ترین کام ہے، بڑی قیمتی چیز ہے، یہ بدن کا بڑا قیمتی حصہ ہے، لیکن یہ ساری چیزیں اسی وقت تک ہیں جب تک یہ سر بدن سے ملا ہوا ہے، بدن کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اگر سر کا بدن کے ساتھ جوڑ نہ رہے، تو اس کو کتے کھانے کے لئے بھی تیار نہیں، کوئی قیمت نہیں رہتی، اگر جوڑ نہیں ہوتا ہے، تو کسی چیز کی بھی کوئی قیمت نہیں رہتی ہے۔

اینٹیں پڑی ہوئی ہیں، یہ خود غیر محفوظ ہیں، اگر ان کا جوڑ ہو جائے آپس میں صحیح جوڑ بیٹھ جائے، تو یہ قلعہ بھی بن سکتی ہیں، مسجد بھی بن سکتی ہے، لیکن آپس میں جڑیں تو تب۔ آپس میں نہیں جڑتیں، تو نہ قلعہ بنتا ہے نہ مسجد بلکہ یہ خود غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ جو بچہ آتا ہے ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتا ہے۔ جو آوارہ آتا ہے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتا ہے، کوئی وزن نہیں، کوئی قیمت نہیں ملتی، اس کی یہی صورت تمام اعضاء و جوارح کی ہے، اگر آپس میں جوڑ نہیں ہے تو ان کی پھر کوئی قیمت نہیں رہتی ہے، اس بنا پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا سب سے زیادہ جوز ور لگایا ہے وہ امت کو جوڑنے پر لگایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ کی وجہ

یہاں تک ہوا کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر کی کسی بات میں تُوتُو، میں میں ہوگئی، ہو جاتی ہے، انصاری نے ''یَا لَلْاَنْصَار'' انصار کو پکارا، یعنی میں مظلوم ہوں میری مدد کو پہنچو، انصار پہنچے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر سے باہر تشریف لائے، گھر سے

مسجد میں۔ اور آ کر نہایت غصے کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ابھی تک جاہلیت نہیں نکلی ہے، جاہلیت شرک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیوں انصار کو پکارا یہ قومیت، علاقیت، طبقاتیت یہ غلیظ ترین عمل ہے، جب یہ اندر موجود ہوتو آپس میں جوڑ کا کیا سوال ہے۔ یہ سب بربادی کا سامان ہے، اور طبقاتی چیزیں طبقے اور ہمارے طبقے تو ہیں ہی کیا۔

ہمارے ایک ساتھی ہیں ایک دن فرمانے لگے کہ مفتی صاحب! کیا کریں؟ اپنی قوم کا نام لے کر ہماری فلاں قوم ہے اس لئے یعنی جھکنے کا موقع تھا ہم نے کہا کہ جھک جاؤ کہا کہ کیا کریں ہم فلاں ہیں ہم فلاں ہیں، میں نے کہا کہ یار کیا ہوگیا؟ یہ قومیں تم نے بنائیں ہوئی ہیں۔ سارے کوئی سکھ مسلمان ہوئے، کوئی ہندو مسلمان ہوئے ہو، خواہ مخواہ کا تماشا بنایا ہوا ہے۔ ہے تو پلے کچھ بھی نہیں، خواہ مخواہ بنائے پھر رہے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ میں یہ عرض کرنے لگا تھا، کہ طبقات ہمارے ہیں ہی کیا۔ ہمارے ایک محترم مولانا میرا خیال ہے موجود ہوں گے یہیں دائیں بائیں۔ وہ ایک دن آئے کہنے لگے کہ مفتی صاحب! میں نے اندازہ کیا ہے کہ ہم، میں نام نہیں لیتا، کہنے لگے کہ وہ فلاں طبقہ جو ہے وہ فلاں نسل میں سے ہے، میں نے کہا کہ '' **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** '' واقعی مولوی صاحب؟ کہنے لگے واقعی تحقیق یہی ہے، کسی طبقے کے جوڑ جاڑ ہیں اِدھر اُدھر کے، اور آگے ثبوت کوئی نہیں ملتا کسی کا۔ کہ کیا قوم تھی، کیا چیز تھی کونسی قوم ہے سر پیر ہے ہی کوئی نہیں، لیکن اس بے سروپا کو اتنا مصیبت میں ڈالا ہوا ہے، عذاب میں ڈالا ہوا ہے، کہ ہم فلاں قوم ہیں، ہم فلاں قوم ہیں۔

یہ طبقاتی جنگ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت نہیں کیا ہے، کہ انصار اور

مہاجرین یہ دو ہی دین کے ستون ہیں۔ یہ دونوں دین کے عظیم ترین ستون ہیں۔لیکن یہ بھی اگر ایک طبقات کے طور پر استعمال ہونے لگتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جاہلیت ارشاد فرمارہے ہیں، کسی اور موقع پر تو کسی کی کیا گنجائش نکل سکتی ہے، کہ میں فلاں ہوں، میں فلاں ہوں، صرف ایک نسبت ہے۔ اصل میں جب آدمی گرتا ہے اوپر سے۔تو جتنا اوپر سے گرتا ہے اتنا ہی نیچے جاتا ہے۔ جب آدمی بڑی نسبتوں سے محروم ہوتا ہے۔تو پھر کہاں کہاں چھوٹی چھوٹی جگہوں پر بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور پریشان ہوتا ہے۔خود بھی پریشان ہوتا ہے، اور لوگوں کو بھی پریشان کرتا ہے۔

اُمت مسلمہ کے باہمی جوڑ کی عظیم نسبتیں

ہماری پہلی نسبت یہ ہے کہ ہم اللہ کے خلیفہ ہیں ''**اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً**'' اللہ کا خلیفہ ہے سب سے بڑی نسبت یہ ہے۔

اور دوسرے نمبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونا اللہ کی قسم عظیم ترین شرف ہے، یہ ان عالی نسبتوں کو چھوڑ کر جب ان نسبتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان اعمال کو چھوڑ دیتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ ﷻ یہ نسبتیں عطا فرماتے ہیں یا عطا فرمائی ہوئی تھیں۔تو پھر پتہ نہیں، کن کن نسبتوں کی طرف منسوب ہوتا رہتا ہے۔ دھکے کھانے والی بات ہے۔

تیسری نسبت سب کی آپس میں ایک نبی کی امت، ایک اللہ کے بندے ہیں، ایک اللہ کے خلیفہ ہیں، ایک عظیم نبی کے امتی ہیں۔ اور مزید ضرورت ہو تو ایک باپ کی اولاد ہیں، اللہ ﷻ قادر تھے کہ سو پچاس آدم بنا دیتے۔ گورے ایک کی اولاد

ہوتے، کالے دوسرے کی اولاد ہوتے، فلاں تیسرے کی اولاد ہوتے، فلاں چوتھے کی اولاد ہوتے، پچاس سو آدم پیدا کرنا اس کے لئے کیا کام ہے۔ وہ تو اللہ کی صفتِ خلق کا کمال ہے۔ ایسے کمال کی ہے کہ جو اللہ کے شیانِ شان ہے، لیکن صرف ایک باپ ایک آدم (علیہ السلام) کو پیدا کر کے یہی سب کا باپ ہے، اس کے بعد بھی لڑتے شرم نہ آئے آدمی کو، لڑتے بھڑتے شرم نہ آئے تو پھر آ گے جس کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ماں بھی تو ایک ہی ہے، ایک ماں کی اولاد ہو، میرا خیال ہے کہ ماں باپ کو جو عظیم ترین حادثہ پیش آتا ہے جب اولاد میں نااتفاقی ہو۔

میں نے ایک دن ایک آدمی سے کہا، دو بھائیوں کی آپس میں گڑبڑ تھی، تو میں نے کہا کہ اپنی ماں پر رحم کرو خدا کے واسطے، تمہیں اماں کے سفید بالوں سے بھی شرم نہیں آتی۔ لڑتے کس بات پر ہو۔ بھائی ہو سگے، ایک ماں کی اولاد ہو، ایک باپ کی اولاد ہو۔ ایک قرآن ہے تمہارا۔ پھر آپس میں لڑنے کا کیا موقع رہتا ہے؟ اتنے لمبے لمبے رشتے، اتنے بڑے بڑے رشتے، اتنے عظیم رشتے، کسی رشتے کا بھی پاس نہیں ہے؟ اِس کو توڑا، اُس کو بھی توڑا، کوئی گنجائش نہیں۔

اور اِدھر جب آپس میں جڑتے نہیں ہو تم، تو اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ تو تمہارا جوڑ نہیں بیٹھ سکتا۔ اگر میرے بندوں سے نہیں جڑتے تو مجھ سے کوئی جوڑ نہیں، اس حدیث میں بھی یہی کہا ہے ''**وَلَنْ تُؤْمِنُوْا**'' تمہارے ایمان کا اعتبار نہیں ہے، جب تک آپس میں محبت نہ کرو، تمہارا ایمان قبول نہیں ہے۔

دوسروں کے بارے میں اپنے دل کو صاف رکھنا (ایک صحابیؓ کا عجیب قصہ

(

حضور ﷺ نے ایک دن اپنی مجلس میں بیٹھے بیٹھے فرمایا اپنے صحابہ کرام سے، کہ ابھی ایک آدمی آئے گا، میں اس کی طرف اشارہ کروں گا، وہ آدمی جنتی ہے۔ اس پر تھوڑی دیر میں ایک آدمی آیا مجلس میں، اور حضور ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ سارے سمجھ گئے کہ یہی جنتی ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ جس وقت مجلس ختم ہوئی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اس سے عرض کیا، کہ میں آپ کے پاس چند روز رہنا چاہتا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھا آجاؤ۔ تین دن ان کے ساتھ رہے، تین دن تک رہنا مستحب ہے، بلکہ سنت کہوں گا۔ اس لئے کہ آج کل لمبے لمبے ڈیرے لگتے ہیں، جو بچارا گھر والوں کے لئے عذاب بنا رہتا ہے، اس سے زیادہ رہنا غیر مسنون ہے، سنت سے ثابت نہیں ہے۔

تین دن کے بعد اِس صحابی نے عرض کیا اُس جنتی صحابی سے، کہ حضرت میں نے تو آپ کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تھی، آپ نے منظور فرمالی، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میں تین دن جو آپ کے ساتھ رہا، اس لئے نہیں کہ ہمارے ہاں روٹی ختم تھی، کھانے کو نہیں تھا، اسی لئے چمٹا رہا، اس لئے نہیں۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں اشارہ کر دوں گا، ایک آدمی آئے گا، وہ جنتی ہے، تمہارے جنتی ہونے کا اعلان کیا تھا، میرا جی چاہا، میں بھی زندہ ہوں، میرے ہاتھ پیر سب اللہ نے دے رکھے ہیں۔ اور آپ بھی موجود ہیں، تو آپ سے وہ عمل سیکھ لوں۔ جس عمل کی وجہ سے آپ جنتی بنے ہیں۔ میں بھی جنتی بن جاؤں گا۔ اس لئے درخواست کی تھی، آپ نے منظور فرمالیا۔

تین دن میں دیکھتا رہا، میں نے کوئی عمل نہیں دیکھا، اس قسم کا، جس کے متعلق مجھے یہ خیال ہوا ہو، کہ یہ عمل ہوگا، جس کی وجہ سے آپ جنتی بنے ہوں۔

بڑے بڑے اعمال ہیں ایک رات میں پورا قرآن پڑھنا، ساری رات نماز پڑھنا، ساری رات روتے گزار دینا، ساری رات لکھتے گزار دینا، کام کرتے گزار دینا۔ ساری رات سرحد پر کھڑا رہنا، دشمن کی حفاظت کی غرض سے، مسلمانوں میں بڑے بڑے عمل ہیں۔

کوئی عمل میں نے نہیں دیکھا ایسا کہ جس کے متعلق میرا خیال ہو کہ اس کی وجہ سے آپ جنتی بنے ہوں۔ میرا یہ خیال تھا کہ مجھے اندازہ ہو جائے گا۔ میں اس عمل کو کرنا شروع کر دوں گا۔ اب مہربانی کر کے میں تو وہ دیکھ چکا ہوں۔ اپنے پورے تفقد کے ساتھ، کہ کوئی عمل مجھے سمجھ میں نہیں آیا، اب مہربانی کر کے آپ بتا دیں؟ کہ وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے آپ جنتی بنے ہیں؟ اور آپ کے جنتی ہونے کی حضور ﷺ نے اعلان فرمایا ہے۔

اس پر وہ فرمانے لگے کہ بھئی یہ تو حضور ﷺ سے پوچھو، کہ میرا کون سا عمل ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے مجھے جنتی کہا، میں نے اعلان نہیں کیا، جنتی ہونے کا۔ جنتی ہونے کا اعلان تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اعلان کیا ہے۔ ان سے پوچھو؟

انہوں نے کہا کہ حضرت بات یہ ہے، کہ جب آدمی کوئی اس قسم کا عمل کرتا ہے، اللہ ﷻ توفیق عطا فرماتے ہیں، جس کی وجہ سے آدمی یہ عمل کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے نبی اعلان کرتا ہے، کہ یہ جنتی ہے، ایسا عظیم عمل کہ جب آدمی کو اللہ ﷻ توفیق عطا فرماتے ہیں، تو اس توفیق کے بعد آدمی کے اندر ایک سکون پیدا ہوتا ہے، آدمی کے

اندرایک فرحت پیدا ہوتی ہے،آدمی کے اندرایک قوت پیدا ہوتی ہے،محسوس ہوتا ہے کہ کچھ کیا ہے۔اورساتھ ساتھ یہ بھی خیال ہوتا ہے، کہ عمل اللہ کے لئے رہے، عمل اللہ کے لئے ہو،تو تب ہی قبول ہوا، ورنہ قبول ہی نہیں ہوتا،عمل قبول تو ہو گیا، مگر وہ مقبول رہےاس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اس کومخفی رکھا جائے،اس کوظاہر نہ کیا جائے،ظاہر کرنے سے عمل کی طاقت ٹوٹ جاتی ہے(اس کو یادرکھیو، یاددلا دیجیو، میں اگلی بات یہیں کردوں، وہ شاید بھول جاؤں)عمل کی طاقت اخفاء میں ہے۔

سب سے طاقت ورچیز اِخلاص ہے

حضورﷺ نے ارشادفرمایا کہ فرشتوں نے اللہ سے پوچھا؟ کہ اے اللہ آپ نے یہ بڑے بڑے پہاڑ بنائے ہیں،ان سے بھی کوئی سخت چیز بنائی ہے؟زیادہ سخت، جاندار،تو فرشتوں کے راستے کی چیز نہیں تھی اس لئے نام نہیں جانتے تھے'' **وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا** ''دوسرے موقع پراس سطح کے مطابق جوانسانی علوم کی ضرورت تھی، انسانوں کو وہ ان کوعطا کیے تھے،اُن کوعطانہیں کئے تھے،اس لئے وہ نہیں جانتے تھے۔

تو اللہ نے فرمایا، ہاں ان سے زیادہ سخت چیزلوہا بنایا ہے، جو پہاڑ کوبھی توڑ دیتا ہے۔ پھر پوچھالوہے سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا، ہاں،آگ جولوہے کوبھی پگھلادیتی ہے، پھر پوچھا آگ سے بھی کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا، ہاں، پانی جو آگ کوبھی بجھادیتا ہے۔ پھر پوچھا کہ پانی سے بھی زیادہ کوئی طاقتور چیز ہے؟ فرمایا، ہاں، ہوا، جو پانی کواُڑالے جاتی ہےاورسکھادیتی ہے۔ پھر پوچھا ہوا سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا، ہاں،تو اللہ ﷻ نے فرمایا، ہاں ہوا سے بھی زیادہ سخت چیز

ایک بنائی ہے، وہ کسی ایمان والے کا اخلاص کے ساتھ محض اللہ کے لئے مال خرچ کرنا اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرے، اور بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہ چلے۔

اور مقبول عمل کی یہ نشانی ہے کہ اس کو چھپانے کو دل کرتا ہے، کہ وہ چھپا رہے، اس لئے کہ قیمتی چیز تو چھپا کر رکھی جاتی ہے، وہی سرمایہ ہوتا ہے، کسی وقت میں کوئی اللہ ﷻ توفیق عطا فرما دیتے ہیں، تو اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے، محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے، کہ کسی کی نگاہ نہ پڑے کسی کے کان نہ سنیں، کسی کا دماغ نہ سوچے، اور خلط ملط کا موقع مل جائے طاقت ہی اس کی باقی نہیں رہتی، اور اسی میں ایک ضمنی سی بات ہے، خیال خیال ہی ہے، اللہ ﷻ قادر ہیں ہر چیز پر کبھی جب اس چیز کا خیال آتا ہے، تو خیال آتا ہے کہ ہوا جو ہے، ہوا کا کرّہ سب سے زیادہ طاقتور ہے، ساری کائنات میں سے آگ، پہاڑ، لوہا، تمھارے یہ ایٹم، ویٹم سب سے زیادہ ہوا کا کُرّہ زیادہ طاقتور ہے۔

اور اللہ ﷻ نے اپنے کرم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اس کرّے کو بھی مسخر کیا ہے، آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے مسخر فرمایا ہے، پانی کو موسیٰ علیہ السلام کے لئے مسخر فرمایا ہے، شاید یہ ہوا کا کرّہ ہے جو اس کا مسخر ہونا اس امت کے لئے امانت رکھا ہوا ہے۔ اور اگر امت کو یہ مل جائے، تو سب سے طاقتور چیز یہی ہے، آگے تو مال کا خرچ کرنا ہے۔ آخری طاقت جو مادّی طاقتوں میں سے طاقت ہے وہ ہوا ہے۔ اللہ ﷻ غیب سے دروازہ کھولیں، اس کا کہ امت کے لئے تسخیر ہو جائے، ہوا کی تو سلیمان علیہ السلام کا جو تخت تھا سلیمان علیہ السلام کے ارادے سے اُڑتا تھا، اندر انہوں نے ارادہ کیا، نہ کوئی اشارہ کرنا پڑتا تھا، نہ کوئی سوئچ دبانا پڑتا تھا، کچھ کرنا نہیں پڑتا تھا، صرف ارادہ کیا، کہ یہاں اتر جائے، اتر گیا، اور جس رفتار کا اندازہ کرتے تھے، اسی

رفتار سے چلتا تھا، سیکنڈوں میں اِدھر سے اُدھر جس رفتار کا وہ اندازہ کرتے تھے، پوری کردیتی تھی۔

بہرحال عرض کررہا تھا، کہ وہ مخفی عمل جس عمل کو آدمی کرتا ہے، وہ اس کو محسوس بھی ہوجاتے ہیں، محسوس بھی ہوجاتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے یہ عمل کرادیا اور مقبول عمل ہے۔

اخلاص کے ساتھ اعمال کی برکت سے مصیبت ٹل گئی

وہ تین آدمی جنہوں نے ایک غار میں جگہ پکڑی تھی، مشہور حدیث ہے بارش شروع ہوگئی، غار میں گھس گئے اوپر سے چٹان اس طرح سے لڑھکی، اور وہ لڑھکتی ہوئی سیدھی ان کے دروازے پر آگئی، ایسا کہ ساری کائنات بھی جمع ہوتو اٹھائی نہیں جاسکتی تھی، اس پر ان تینوں نے جو ایمان والے تھے، اور اعمال والے تھے، اور جاندار اعمال والے تھے، جاندار عمل وہ ہوتا ہی وہی ہے، جو محض رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے، اور سنت کے مطابق ہو، اپنے اپنے اندر جھانکیں اپنے اندر جھانکو، اپنے اندر دیکھو، کوئی عمل اللہ کے لئے کیا ہو، تو اس کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا مانگو، یہی ایک صورت ہے، نکلنے کی، ورنہ یہیں مرو۔

چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے اندر جھانکا، اللہ کا شکر ہے ایک ایک عمل مل گیا، جب اللہ کو منظور ہوتا ہے، اللہ جل جلالہ اسباب مہیا فرمادیتے ہیں، ہر ایک نے تینوں عمل پیش کئے، تو تفصیلی واقعہ ہے، سنا ہوا ہے، بہت بار ہا سنا ہوگا، آپ نے بیان بھی کیا ہوگا، سنایا بھی ہوگا، لوگوں کو، تینوں عمل پیش کئے، پہلی دعا مانگنے پر کہ اے اللہ اگر یہ عمل تیرے ہاں قبول ہے جیسے میرا اندازہ ہے تو اپنے اس مقبول عمل کی برکت

سے ہمیں رہائی دیدے، تو تھوڑا سا حصہ سرک گیا، پھر دوسرے کی دعا پر اور سرک گیا، تیسرے کی دعا پر کھل گیا، دروازہ۔ مقبول اعمال اتنے جاندار ہیں کہ کوئی چیز اتنی جاندار نہیں ہوتی۔

بہر حال عرض یہ کر رہا تھا (وہ کیا بات تھی جس پر میں نے کہا تھا کہ یاد دلائیو) جنتی والا قصہ تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آدمی کو خیال ہوتا ہی ہے اللہ کے واسطے بتا دیں۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہاں تمہارے کہنے سے ایک عمل کا خیال آیا ہے۔ کہ وہ عمل اللہ ﷻ نے کرم فرمایا ہوا ہے میرے ساتھ وہ عمل کرتا رہتا ہوں وہ عمل ہے میرے پاس جس کے متعلق یہ خیال ہوسکتا ہے کہ وہ میرے جنت میں جانے کا سامان بن گیا ہے۔ بن چکا اب تو حضور ﷺ اعلان کر چکے بن جانے کی امید کی بات نہیں بن گیا، اور وہ یہ ہے کہ میرے دل میں کسی آدمی کے متعلق میل نہیں ہے، میرا دل پاک ہے کسی کے متعلق میل نہیں ہے۔

اور یہ علوم ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ قرآن مجید کے آیت ہے ''**وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ**'' ہم نے مکرم بنایا ہے بنی آدم کو۔ بنی آدمی مکرم ہے صرف مسلمان نہیں، اولادِ آدم ساری مکرم ہے۔ اور اگر ثبوت مانگتے تو ثبوت مدینے والا کافی ہے۔ حضرت عکرمہ ﷜ کو اس کی اہلیہ لے آئی۔ وہاں سمندر کے کنارے کہانی لمبی ہے حضرت عکرمہ ﷜ کو ان کی اہلیہ لے آئیں وہاں سے وہ کہتا رہا بے چارہ عکرمہ ﷜ کہ میں ابوجہل کا بیٹا ہوں میں نے جو مظالم کئے ہیں مجھے اسی وقت قتل کر دیا جائے گا، مجھے مت لے جا مدینے۔ تو عکرمہ ﷜ کی بیوی کہتی ہیں کہ عقلمند چل تو سہی ایک دفعہ حضور ﷺ کے یہاں۔ وہ تو رحمت ہی رحمت ہیں۔ وہ تو رحمۃ اللعالمین ہیں۔ وہ تو سراپا شفقت اور محبت ہیں، تو ڈرتا کس بات سے ہے۔ تو چل میرے ساتھ۔

لے گئی، جب وہاں پہنچے تو حضور ﷺ کے پاس اندر پیغام بھیجا گیا، کہ عکرمہ آ گیا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور تشریف لاتے ہی اپنی چادر بچھائی اس پر عکرمہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور اس کے بعد خود بیٹھے۔ یہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ اولیاء اللہ میں سے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ابا ہیں۔ وہ کافر ہے جس کو اپنے کفر سے شرم آتی ہے، یہ وہ آدمی ہے جس نے بیت اللہ پر وہ کاغذ لکھے ہوئے لٹکائے تھے کہ سارا مکہ مسلمان ہو جائے ہم مسلمان نہیں ہوں گے۔ یہ سارا کچھ حضور ﷺ کو معلوم ہے، حضور ﷺ تو ان کے درمیان رہے ہیں، اس کے ابا کو جانتے ہیں اس کو بھی جانتے ہیں۔ اور حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ میری امت کا فرعون ہے یہ ابو جہل۔ ہر نبی کا ایک فرعون ہوتا ہے میرا فرعون ابو جہل ہے۔

اور خیال ہے کہ حضور ﷺ کی اپنی دعا کی وجہ سے خیال آتا ہے کہ حضور ﷺ نے دو کے متعلق کہا تھا کہ یا اللہ! بقول ہمارے ایک خطیب صاحب کے کہ ''اَوْ'' کی بجائے ''واو'' نکل جاتا تو اُمت کا بڑا کام ہو گیا ہوتا کہ اے اللہ! یہ عمر دے دے یا وہ عمرو دیدے، ابو جہل دیدے۔ یا اللہ یہ ساری ذلت اٹھا رہی ہے ان کی اہلیہ اور حضور ﷺ اپنی چادر بچھا رہے ہیں۔ اس غلاظت کے لئے کفر کی حالت میں ہے اسلام نہیں لایا ہوا ہے۔ اور کسی کو توقع بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں ایسے سخت مزاج تھے ابو جہل بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی۔

ایک عورت نے جو ہجرت کر کے جا رہی تھی اور اس نے بستر باندھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونچے قد کے آدمی تھے اور دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں ان کی جو نظر پڑی کہ عورت بیٹھی ہے بستر باندھ کر۔ تو کہا کہ بستر باندھ کر کیوں بیٹھی ہے کہنے لگی کہ جب مکہ والے نہیں رہنے دیتے تو ہم ہجرت کر کے جا رہے ہیں حبشہ کی ہجرت ہو رہی

تھی۔ اس کو دیکھا اور یہ جواب سن کر عورت کا حضرت عمر ؓ کی زبان سے نکلا ''صَحِبَكِ اللّٰهُ'' اللہ تمہارا ساتھی ہو۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا خاوند آیا۔ خاوند کو کہانی سنائی انہوں نے کہا کہ یوں عمر ؓ آیا اس نے یوں کہا میں نے یوں کہا۔ اس پر خاوند کہنے لگے کہ تو تو اس طرح مجھے کہانی سنا رہی ہے اہتمام کے ساتھ جیسے تجھے امید لگ گئی ہے کہ عمر (ؓ) مسلمان ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے تو واقعی امید لگ گئی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ تو اس کے خاوند نے کہا کہ خطاب کا گدھا تو مسلمان ہوسکتا ہے خطاب کا بیٹا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دعائیں ہو رہی ہیں۔ ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ'' ہو رہا ہے ہر بنی آدم کے اندر اللہ ﷻ نے وہ جواہرات رکھے ہیں جو کل کائنات میں نہیں ہیں شاندار قسم کی صلاحیتیں ایسی ایسی قوتیں کہ کائنات میں آ ہی نہیں سکتیں۔

ابھی سفر میں ایک بڑے آدمی سے بات ہو رہی تھی، میں نے کہا کہ بھائی یہ جو مٹی پر وقت ضائع کر رہے ہو مٹی کھود کھود کے۔ کوئی مٹی کھود رہا ہے، کوئی پہاڑ کھود رہا ہے۔ کوئی پانی کوئی کچھ کوئی کچھ کر رہا ہے کائنات پر محنت ہو رہی ہے۔ براہِ راست آدمی پر محنت کیوں نہیں کرتے؟ تمہیں ہر چیز میں سب کچھ نظر آتا ہے اور آدمی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ کی قسم اگر آدمی پر براہِ راست محنت کرو تو اس کے اندر وہ جواہر نکلیں گے اور میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ اب تک زمینوں سے، پہاڑوں، پانیوں سے، نکل چکا ہے وہ تو موجود ہے۔ جو نہیں نکلا ہے اللہ وہ بھی نکال دیں گے جو باہر رکھا ہوا ہے سرمایۂ حیات قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے وہ بھی سارا اللہ ﷻ نکال دیں پھر بھی آدمی میں کو عافیت نصیب نہیں ہوگی اور اگر آدمی پر محنت ہو جائے براہِ راست انبیاء علیہم السلام والی محنت کی جائے تو آدمی کے اندر وہ کچھ نکل سکتا ہے کہ اگر وہ باہر آ

جائے تو تمہارا جو موجود ہے یہ بھی کہیں چلا جائے فنا ہو جائے یہ بھی نہ رہے۔ باقی اور جو زمین کے اندر ہے وہ زمین کے اندر ہی رہے پھر بھی انسانوں کو عافیت نصیب ہو جائے گی، اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کر کے دکھلا کے گئے ہیں۔ سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے لوگوں نے۔ تمہاری کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ مدینے میں چھپر ہیں ایک پکا مکان نہیں ہے۔ چھپر ہیں اور خالی چھپر ہیں بھرے ہوئے نہیں ہیں۔ اور اتنے خالی ہیں کہ آخری درجے کے، کہ اماں جان کہتی ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا میرے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل نہیں تھا۔ میں کسی کے گھر سے قرض مانگ کر لائی تھی کائنات کی کوئی چیز موجود نہیں لیکن خلافت پوری طرح قائم ہے۔ کیسے قائم ہو گئی آدمی پر محنت کر کے۔

براہِ راست جب آدمی پر محنت کی جاتی ہے، انبیاء علیہم السلام والی۔ تو آدمی کے اندر سے ایمان نکلتا ہے۔ کسی زمین کے ٹکڑے سے نہیں نکلتا، کسی پانی سے نہیں نکلتا۔ آدمی کے اندر سے ایمان نکلتا ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہے جس کے اندر ایمان موجود ہو اللہ کی قسم وہ کائنات کا سب سے قوی انسان ہے سب سے زیادہ قوی ترین اس کی زبان سے اگر اُس قسم کے جملے نکل جائیں تو دنیا تباہ ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے نکل آئیں تو دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ بس زبان ہلانے کی بات ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات زبان ہلانے کی بھی بات نہیں ہوتی بس دل میں خیال آیا کہ یہ ہو جائے سب ہو گیا۔ اس کے اندر سے ایمان نکلتا ہے جو سب سے زیادہ قیمتی جوہر ہے اور آدمی کے اندر سے عدل نکلتا ہے، آدمی کے اندر سے عفت نکلتی ہے، آدمی کے اندر سے محبت نکلتی ہے۔ آدمی کے اندر سے ایثار نکلتا ہے، آدمی کے اندر سے قربانی نکلتی ہے، آدمی کے اندر سے شجاعت نکلتی ہے، آدمی کے اندر سے یہ سب چیزیں نکلتی ہیں جس کی انسانیت کو

ضرورت ہے، اور جن چیزوں کے لئے انسانیت ترس رہی ہے اور جب تک وہ نہیں نکلے گا آدمی کے اندر سے اتنے تک آدمیوں کو عافیت نہیں نصیب ہوگی۔ حماقت سے جس کو تم نے سمجھ لیا ہے، کہ یہ ترقی کا راستہ ہے اور ہم ترقی کر رہے ہیں؟ ترقی نہیں کر رہے بربادی لا رہے ہیں۔ آدمی پر محنت کئے بغیر آدمی بڑھا رہے ہیں، تو بھی بربادی لا رہے ہو۔ اور آدمی پر محنت کئے بغیر جو باقی کائنات پر محنت کر رہے ہو وہ بھی بربادی لانے کا سامان ہے۔

اس لئے کہہ رہے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ کر سب سے پہلے آدمی پر محنت کرو۔ یہ کائنات کا شہزادہ ہے اسی کے لئے ساری کائنات بنائی گئی ہے اس پر محنت کرو اس پر محنت کرنے سے جو چیزیں اندر سے نکلیں گی۔ وہ وجود میں آگئیں تو کچھ نہیں ہوگا تو بھی عافیت نصیب ہوگی، مدینہ ایک شہر ہے جس کو تالا نہیں لگتا ہے نہ کسی کے مال کو خطرہ ہے۔

تمام انسانوں کے لئے سید الکونین ﷺ والا امن کا منشور

سید الکونین ﷺ نے جو اعلان کیا ہے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کا منشور ہے کائنات کا سب سے بڑا منشور ہے اسلام کا منشور ہے کائنات کا سب سے بڑا منشور ہے۔ پوری کائنات کو کہہ رہا ہوں ساری کائنات کا منشور ہے۔ جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا عرفات میں بھی اور منیٰ میں بھی اس کا خلاصہ عرض کر رہا ہوں، ہر آدمی عہد کرے منیٰ اور عرفات جیسے مقدس مقامات پر کھڑا ہو کر دل سے اقرار کرے دل سے اعتراف کرے ہر مرد ہر عورت ہر بچہ ہر حاکم ہر محکوم یہ اعلان کرے اور عہد کرے اپنے اندر بھی اپنے باہر بھی، زبان سے بھی دل سے بھی دماغ سے بھی کہ

میرے بدن سے کوئی حرکت ایسی نہیں ہوگی جس سے کسی کی عزت کو، کسی کی جان کو، کسی کے مال کو نقصان پہنچے۔ جب یہ طے ہو جائے انسانیت محفوظ ہے، ان عدالتوں کی کیا ضرورت ہے؟ یہ عدالتیں نام ان کا عدالت ہے اور ہیں یہ مظالم خانے۔ لیکن کسی عدالت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

عدل وانصاف کا عجیب قصہ

صبح کو پتہ چلتا ہے کہ ایک آدمی نے قتل کیا ہے، امیر المؤمنین نے اعلان کیا کہ اشراق تک قاتل میرے پاس پہنچ جائے، جہاں کہیں بھی ہے۔ جس کے پاس ہے لے کر آجائے اشراق تک نہیں آیا قاتل۔ پھر اعلان فرمایا کہ کوئی آدمی مدینہ شہر کا یا مدینے میں باہر سے آیا ہوا آدمی اس کو کسی کام پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ دکاندار کو دکان پر، نہ زراعت والے کو زراعت پر، نہ مزدور کو مزدوری پر، نہ مسافر کو سفر پر کسی کو کہیں جانے کی نقل وحرکت کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک قاتل نہ مل جائے سب ایک ہی کام کرو چاشت کے وقت میں قاتل مل گیا۔ اسی دن قاتل ملا، اسی دن انصاف ہوا، اسی دن سزا دی گئی، غلطی ہوئی۔ غلطی انسانی فطرت ہے کسی قوت سے مغلوب ہو کر غلطی ہوگئی غلطی مرد سے بھی ہوئی عورت سے بھی ہوئی، دونوں سے بھی ہوئی اور پھر ان کو پولیس پکڑ کر نہیں لائی، فوج پکڑ کر نہیں لائی ان کو ایمان پکڑ کر لایا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں قاضی وقت کے دربار میں ایمان پکڑ کر لایا ہے اور وہ آتے ہی کہتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے پاک کرو اور شرم آرہی ہے کہ خالقِ کائنات کی کائنات میں بستے ہوئے کھاتے پیتے ہوئے اسی کے سامنے یہ حرکت ہوئی۔ اسے شرم آرہی ہے وہ کہتا ہے کہ جلدی مرنا چاہتا ہوں۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے ہیں وہ اس طرف آجاتا ہے تو یہ اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، حقیقی تو

یہ ہے صحیح توبہ ہے مکمل ہے۔

دین سے ناواقفیت اور دنیا کمانے کی دھن تباہی اور بربادی کا سامان ہے

کافی مدت کی بات ہے پتہ نہیں آج کیسے یاد آ گئی باپ بیٹا میرے پاس آئے۔اور باپ نے کہا کہ مفتی صاحب! یہ میرا بیٹا ہے اور اس نے رات اپنی بیوی کو مارا اور مارا اس طرح سے کہ اس کا سر پھٹ گیا کوئی لوہے کی چیز اس کے پاس آ گئی زور سے مارا اور سر پھٹ گیا۔اس کے سسرال والے اس کو اٹھا کر لے گئے ہیں اور سنا ہے کہ مقدمہ دائر کر رہے ہیں۔اس کو سمجھائیں۔میں نے کہا کہ تم جاؤ میں اس سے بات کرتا ہوں میں نے اس سے پوچھا تمہارے میرے درمیان بات ہے سچ سچ بتا دے تو نے کیوں اس کو مارا؟ اس نے کہا اس لئے مارا تھا کہ میں رات کو گیارہ، بارہ بجے آتا ہوں اپنے کام سے واپس۔تھکا ہوا تھا اور میری روٹی ایک طرف رکھی ہوتی ہے وہ اٹھا لیتا ہوں کھا لیتا ہوں۔پانی پی لیتا ہوں اور لیٹ جاتا ہوں۔بیوی اپنی خواہش کی بنا پر جس کی وہ حقدار ہے وہ میری چارپائی پر آ گئی میں اٹھ کر چلا گیا دوسری چارپائی پر جا کر سو گیا۔بیوی پھر پیچھے سے آئی جب دوسری بار آئی تو مجھے غصہ آیا۔لوہے کا سریا پڑا ہوا تھا وہ میرے ہاتھ آیا وہ میں نے مار دیا وہ زخمی ہو گئی۔میں نے کہا اس سے کہا احمق آدمی! یہ صبح شام تک جو کام کرتا ہے اگر یہی عمل تیرا رہا۔تو پھر چار دن کے بعد پاگل خانے میں ملاقات ہو گی۔اس کا نتیجہ تو یہ نکلے گا اور پاگل پن تک پہنچ گیا ہے۔اب تو یہ جو تو نے کیا ہے یہ پاگل پن کا ایک حصہ ہے۔اسی کو ترقی سمجھا جا رہا ہے تین تین نوکریاں۔

ہانگ کانگ میں ہم اترے جمعرات کی رات تھی پورا قافلہ تھا امریکہ

جارہے تھے۔ دوساتھی ہمارے پنجاب کے ایک نوجوان کو لے آئے اور کہنے لگے مفتی صاحب! یہ آپ کے پنجاب کا ساتھی ہے اور بڑی صلاحیت والا ہے مگر تبلیغ میں وقت نہیں دیتا۔ اور بڑی صلاحیت ہے مگر تبلیغ میں وقت نہیں دیتا۔ میں نے کہا کہ اتنا ہی کافی ہے کہ تیری خبرِ بد جو ہے حیدرآباد تک پہنچ گئی ہے اب پتہ نہیں کہاں تک پہنچے گی۔ اب باز آجا، توبہ کرلے۔ کہنے لگے توبہ کر تو لوں لیکن توبہ چلے گی نہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ کہا میری صورتِ حال ایسی ہی ہے۔ کیا صورتِ حال ہے؟ کہنے لگا صورتِ حال یہ ہے کہ میری تین نوکریاں ہیں ایک پہلی نوکری ہے آٹھ گھنٹے کی، دوسری ایک گھنٹے کی۔ اور تیسری بھی ایک گھنٹے کی۔ تین نوکریاں کرتا ہوں تب گزارا ہوتا ہے۔

تو میں نے کہا کہ اس صورت کو مختصر کردے کیوں آگ کی بھٹی میں جل رہا ہے۔ اور آخرت میں بھی جلے گا۔ جب اہل وعیال کو نہیں دیکھے گا بچوں کو نہیں دیکھے گا بچوں کو وقت نہیں دوگے اور چاہتے ہو تربیت ہوجائے کبھی نہیں ہوگی۔ اگر بیوی بچوں کو وقت نہیں دیتے تو یہ جہنم میں ساتھ لے کر جائیں گے۔ سیدالکونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ جنت میں جانے کے مستحق ہوں گے لیکن اپنے بیوی بچوں پر محنت نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ جو محنت کی جگہ تھی وہاں محنت چھوڑ دی اس کے نتیجے میں یہی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

جو میں عرض کررہا ہوں اس لئے اللہ کے واسطے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس بات کو شروع کیا تھا کہ اللہ کے واسطے آپس میں جڑو اور انسانیت سیکھو۔ یہ بھیڑیا پن ہے آج جو کچھ ہورہا ہے کتے یہ کام کرتے ہیں یہ پاگل کتوں اور بھڑیوں کا کام ہے انسانوں کا کام نہیں ہے۔ آدمی وہی ہے جو حضور ﷺ کے منشور پر ہے۔

میرے بدن میں کوئی حرکت ایسی نہیں ہوگی جس سے کسی کے مال کو جان کو عزت کو نقصان پہنچے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہاں تک ارشاد ہے کہ یہ آدمی ایسا مکرم ہے کہ کوئی آدمی اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اسی وقت اللہ کی نگاہ میں حقیر ہو جاتا ہے۔کوئی بندوق نہیں چلائی صرف حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس کو دیکھا ہے وہ حقیر ہوتا نہیں یہ حقیر ہو گیا۔حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اس کی عدم موجودگی میں کسی کمزوری کا ذکر کرنا حرام تم یہ سمجھتے ہو کہ آپس میں بوٹیاں نوچتے رہیں اور آپس میں جوڑ ہو جائے کبھی نہیں ہوسکتا۔دنیا میں امن بھی قائم رہے اور کتوں کی طرح بوٹیاں بھی نوچتے رہیں کبھی نہیں ہوسکتا۔اس لئے یہ انسانوں کی سرزمین ہے انسانوں کے لئے اللہ نے بنائی ہے آدمی ہی اس کائنات کا دولہا ہے اللہ کے واسطے اس پر محنت کرو۔

اور اس میں سب سے پہلے تمہاری ذات ہے اپنی ذات پر محنت کرو براہِ راست انسان پر محنت کرو یہ جو وسائل وغیر بنائے ہوئے ہیں تم نے اس سے کچھ نہیں ہوتا یہ جتنے بڑھتے چلے جائیں گے اتنے ہی فسادات بڑھتے چلے جائیں گے۔آج سے 10 سال، 50 سال پہلے تھوڑی چیزیں تھیں، جتنے وسائل بڑھتے جارہے ہیں اتنے ہی فسادات بڑھ گئے۔اسی تناسب سے بڑھتا چلا جارہا ہے۔اور بڑھتا چلا جائے گا۔اور اگر انسانون پر محنت کر کے آدمی بنالو تو ان شاء اللہ انسانیت کے محسن ہو گے۔جو لوگ یہ کام کریں گے۔پوری انسانیت کے محسن ہوں گے۔

انسانیت چیخ رہی ہے مرد عورتوں سے پریشان ہیں، عورتیں مردوں سے پریشان، حاکم محکوموں سے پریشان اور محکوم حاکموں سے پریشان ہیں۔مالدار غریبوں سے پریشان اور غریب مالداروں سے پریشان ہر طرف پریشانی ہی پریشانی ہے۔اور پریشانی آئے گی جتنی تمہاری یہ محنت بڑھے گی اتنی ہی پریشانی بڑھے گی۔یہ بددعا نہیں

کررہا یہ طے شدہ سلسلہ چلا آرہا ہے جب بھی اس طرح محنت ہوئی اور دین کو چھوڑا گیا۔ یہی نتیجہ نکلا ہے ایک آدمی کہنے لگا کہ مفتی صاحب! آپ کو بھی کوئی خواب آیا؟ لوگ خواب دیکھ رہے ہیں کہ امام مہدی آگئے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں مجھے خواب نہیں آتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اللہ نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ باقی قصہ کیا ہے؟ کہا فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ امام مہدی کا ظہور ہوگیا ہے۔ اسی سال مکہ میں تبلیغی جماعت بیعت کرے گی۔ اس کی وجہ سے میں نے کہا کہ مجھے خواب آتے نہیں ایسے ہی تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا۔ کسی اور بات میں لگ گئے جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ مفتی صاحب! آپ نے کچھ بتایا نہیں ویسے رائے کیا ہے آپ کی؟ میں نے کہا میری رائے سے تو امام مہدی آنے سے رہے۔ میری رائے سے تو نہیں آئیں گے۔ وہ تو جب اللہ بھیجیں گے آجائیں گے۔ کہنے لگے نہیں ویسے خیال کیا ہے؟ میں نے کہا کہ خواہ مخواہ پوچھنا ہے تو خیال یہ ہے کہ عظیم نبی کی عظیم امت ہے۔ اس کی اتنی تھوڑی عمر نہیں ہے اس نے پتہ نہیں ابھی کیا کیا کارنامے کرنے ہیں۔ کہاں کہاں تک جانا ہے کہاں کہاں تک پہنچنا ہے۔ اور ایک چیز کا میں نے ذکر بھی کر دیا ہے۔ کہ اگر یہ امت ہوا تک پہنچنا چاہے گی تو ہوا تک پہنچے گی۔ ان شاء اللہ اور ادھر سے انسانیت نے اپنے مقام پر پہنچنا ہے۔ اسی امت کے دور میں جس مقام پر حضور ﷺ انسانیت کو چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس مقام پر جانا ہے۔ الف سے ی تک جہاں پر سید الکونین ﷺ اس امت کو چھوڑ گئے تھے۔ نہ امام اس جگہ پر ہے نہ نمازی اس جگہ پر ہے نہ علم اس جگہ پر کوئی ایک چیز بھی اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ اور ابھی ایک وقت آنا ہے اور اس امت کو اس جگہ پر پہنچنا ہے۔ جہاں پر حضور ﷺ چھوڑ کر گئے تھے۔ وہاں پہنچے گی ہر اعتبار سے عدالتوں کے اعتبار سے، عدل کے اعتبار سے بھی، قربانی کے اعتبار سے بھی، یعنی ساری چیزوں کے اعتبار سے۔

سارے کے سارے انسان میرے نبی ﷺ کے امتی ہیں

عرض یہ کر رہا تھا کہ آدمی پر محنت براہِ راست اور اس چیز کو سامنے رکھ کر یہ سب آدمی میرے ہیں۔ ہیں کہ نہیں میرے؟ میرے نبی کے امتی ہیں کے نہیں؟ حضور ﷺ نبوت کا کام شروع کرتے وقت غارِ حرا والی رات جو بچہ پیدا ہو رہا ہے جو عورت پیدا ہوئی جو مرد پیدا ہوا ہے یہ سارے کے سارے قیامت تک پیدا ہونے والے حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ امت 2 قسم کی ہے امتِ اجابت اور امتِ دعوت۔ ایک وہ امت ہے جس نے دعوت قبول کر لی۔ یہ بیٹھی ہے سامنے۔ اور ایک وہ امت ہے جس نے دعوت قبول نہیں کی۔ لیکن حضور ﷺ کی امت ہے اور حضور ﷺ کی دعوت کی محنت اسی امت پر کرنی ہے۔ سب کو اپنا سمجھو اور سمجھنے کی بات کیا ہے پھر وہی الفاظ نکلتے ہیں مشکوک سے کہ ہم کیوں بد دماغ ہو گئے ہیں کیوں سیدھی سیدھی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ ساری حضور ﷺ کی امت ہے سارے میرے اللہ کے بندے ہیں اللہ کے بندو! اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اپنے مالک کی بنائی ہوئی چیز سے لڑتے جھگڑتے ہو، اسے قتل کرتے ہو، جس نے ایک قتل کیا پوری انسانیت کا قاتل ہے۔ اس بنا پر سب اپنے ہیں سب کی نیت کرو جو سب کی نیت کرے گا سب کا ثواب لے گا۔ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اس لئے نیت تو بہت بڑی کی جا سکتی ہے۔ اور عمل بقدرِ ہمت کیا جاتا ہے۔ عمل تو بقدرِ ہمت کرو۔

حضور ﷺ کا اہتمام کہ میری اُمت کے لئے آسانی ہو

یہاں ایک بات کہہ دوں پُرانے ساتھیوں سے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بڑا اہتمام ہے امت کے لئے مشکلات پیدا نہیں کی ہیں۔ امت کے لئے مشکلات پیدا نہ کرو، آسانیاں پیدا کرو سہولت کے ساتھ چلو، آرام کے ساتھ چلو، ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہیں نکل سکتے، ہم صحابہ سے آگے نہیں نکل سکتے۔ نہ ہم میں سکت ہے اور نہ اس کا ارادہ کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو انداز ہے ہر چیز میں سہولت ہی سہولت۔ کیا فرمایا؟ کہ امت کو اگر مشکل نہ ہوتی تو مسواک کو فرض قرار دے دیتا۔ اگر امت کو مشکل نہ ہوتی تو میں رات کا تیسرا حصہ گزارنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتا۔ لیکن اس لئے نہیں کیا کہ امت میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ مشکلات پیدا مت کرو تھوڑا کرو صحیح کرو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کرو گے تو ان شاء اللہ اس میں بہت برکتیں آئیں گی۔ بہت سارا نہیں چاہئے صحیح چاہیے۔ ''**لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا**''، حسین ترین عمل ہو اور حسین ترین عمل ہوتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا جُلتا ہو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر اپنی قیاس آرائیاں کرنی ہیں تو اس کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں۔ بلکہ وہ ساری کی ساری مردود ہیں۔ کوئی گفتگو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میل کھاتی نہ ہو، کوئی ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میل کھاتا ہوا نہ ہو۔ کوئی بھی عبادت ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میل کھاتی ہوئی نہ ہو اس کی کوئی قیمت نہیں اللہ کے ہاں سب مردود ہے۔

عمل کے مقبول ہونے کی تین بنیادی شرطیں ہیں رضائے الٰہی کے لئے ہو، رضائے الٰہی کا جو معاملہ ہے وہ نازک ترین بھی اور اہم ترین بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ بڑی بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ محض رضائے الٰہی کے لئے کرو۔ حضرت امام

احمد بن حنبل ؒ جیسا عظیم آدمی اس کی دعا یہ ہے ''اے اللہ میرے اعمال کو اپنی ذات کے لئے خالص کر دے اور کسی دوسرے کا اس میں حصہ نہ ہو۔'' اس لئے کہ اگر کسی دوسرے کا ذرا سا بھی حصہ پڑ جائے تو عمل بیکار ہو جاتا ہے۔ غیر اللہ کا کوئی حصہ نہ ہو، صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو اور جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے، یہ ایسا نازک مسئلہ نہیں ہے کہ عام طور پر امت نہ کر سکے۔

میں ایک دن باہر نکلا اپنے مدرسہ سے، میں باہر جا رہا تھا اور ادھر سے ایک بچہ آ رہا تھا میں نے پوچھا بیٹے کہاں جا رہے ہو؟ میں نے اس بنا پر پوچھا وہ جیسے کھیلتا ہوا آ رہا تھا کہ یہ باہر جا رہا ہے آوارہ گردی کے لئے۔ اس کی جو چال تھی وہ پیشاب کرنے والے کی نہیں تھی۔ میں نے کہا کہ کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ پیشاب کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ سچ سچ بتا دو تم کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا گنڈیری والے کے پاس جا رہا ہوں۔ باہر گنڈیری والے نے آواز لگائی۔ یہ قرآن پڑھ رہا تھا شیطان نے اس کو کہا کہ تو آواز لگا ہم گڑ بڑ کریں گے۔ اندر اس کے مکر یہی ہوتا ہے وسوسے ڈالتا ہے اور کچھ نہیں ہے اس کے پاس اور کوئی سامان نہیں ہے اور قیامت والے دن لوگ کہیں گے کہ اس کو سزا دی جائے اس نے ہم کو گمراہ کیا۔ تو وہ کہے گا ''**فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَکُمْ**'' مجھے ملامت مت کرو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمہارے پاس قرآن لے کر آیا تھا؟ میں تمہارے پاس رسول لے کر آیا تھا؟ ان کو چھوڑ کر تم میرے پیچھے ہو گئے، بیوقوف نہیں ہو تم میری جگہ تمہیں عذاب ملنا چاہئے۔ اتنی بھی سمجھ نہیں تھی قرآن چھوڑا رسول چھوڑا، کتاب چھوڑی۔

اس پر میں نے کہا کہ سچ سچ بتا دے؟ کہنے لگا کہ گنڈیری والے کے پاس جا رہا ہوں۔ اس پر میں سوچ میں پڑھ گیا۔ یہ بچہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ اس کو قرآن سے

روکنے کے لئے اس نے آواز کسی۔ شیطان نے اس بچے سے کہا کہ تو گنڈیری والے کے پاس جا۔ اس بچے نے اجازت لی ہوگی۔ انگلی سے لی ہوگی یا زبان سے جھوٹ بولا ہوگا۔ دونوں بدن کے عمل ہیں۔ وہاں سے نکلا تو بیچ میں پھنس گیا میں نے پوچھا تو اس نے پھر جھوٹ بولا کہ جی پیشاب کرنے جارہا ہوں۔ جب میں نے کہا کہ سچ سچ بتا دے تو اس نے سچ سچ بتا دیا۔ کہ گنڈیری والے کے پاس جارہا ہوں۔

میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ اس بچے کو بھی پتہ ہے کہ میری وجہ عمل کیا ہے۔ یہ جو باہر نکلنا ہے میں کیوں باہر نکلا ہوں۔ اس کو پتا ہے۔ تمہیں پتہ نہیں ہوتا کہ تم کیوں بیان کر رہے ہو؟ ہم کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ ہم جوڑ پر کیوں آئے ہیں؟ یہاں کیوں بیٹھے سن رہے ہو؟ یہاں کیوں بیٹھے بیان کر رہے ہو؟ ہر چیز کو پوچھو اپنے آپ سے کیوں کر رہو؟ اور ان شاء اللہ چند روز کی محنت کے بعد اندر سے آواز آجائے گی کہ اللہ کے لئے کر رہے ہوں۔ اسی نیت سے کرو کہ اللہ کے لئے کرنا ہے۔ اور اگر نیت نہیں کرتے تو خود بخود کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔ اور اخلاص جیسی عظیم دولت جو سارے اعمال کو کہیں سے کہیں پہنچادیتی ہے فرش تا عرش لیکن اگر کرنا چاہیں تو کرنا آسان ہے تھوڑی سی محنت ایمان کے ساتھ ہو اور اخلاص کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق۔ اگر عمل ایمان کے ساتھ بھی ہو اور اخلاص کے ساتھ بھی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق نہ ہو تو اللہ کی قسم وہ ردی کی ٹوکری کی چیز ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں مردود ہے۔ صرف مردود ہی نہیں اس کے لئے بہت سخت کہا گیا ہے یہاں تک کہ جیسے اپنا سکہ چلانے والی بات ہو۔ اپنا سکہ چلانا بغاوت کے مترادف ہوتا ہے۔ باغی ہے خدا کا اور خدا کے رسول کا۔ اس بنا پر محنت پر اجتماعی طور پر اور ایک بات تمہیں اندازہ ہے کہ نہیں تم یہاں پہنچے ہو قریب کی تاریخ میں کوئی نہیں پہنچا اور اس

لئے پہنچے ہو کہ ایک ہو کر چل رہے ہو اگر ایک ہو کر چلتے رہے تو منزل پر پہنچنا بہت آسان ہے، منزل پر اللہ پہنچائیں گے۔

شیطان کو شیطان بنانے والی چیز

عام طور پر پرانوں کی مصیبت ہے جس کام کے بھی پُرانے ہوں یہ پُرانوں کی مصیبت سب سے بڑی ہوتی ہے وہ ہے ''**اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ... مِنْ طِیْنٍ**'' شیطان کو شیطان بنانے والی چیز ہے وہ **اَنَا** ہے جو شیطان نے ڈاکہ نہیں ڈالا نہ قتل کیا نہ زنا کیا یہ فرشتوں میں ممتاز ترین ذاکر تھا۔ سب سے زیادہ ذکر کرنے والا اسی سے کبر پیدا ہوا۔ پُرانوں کے پاس ہوتا ہے تجربہ، پُرانوں کے پاس ہوتی ہے قیادت۔ جب اندر میں یہ موجود ہو ''**اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ**'' یہ وہ گناہ ہے جس نے شیطان کو شیطان بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس سے نفرت دلوں میں بٹھانے کی کوشش فرمائی ہے وہ یہ کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا میں بڑا، میں بڑا، میں بڑا مجھے یہ چیز ملنی چاہئے بڑائی کی جگہ تلاش کرنا بڑائی کے کام تلاش کرنا بڑائی کے کاموں میں خوش ہونا کوئی شان کے خلاف ہو جائے تو اس میں بگاڑ پیدا کرنا یہ مصیبتیں پُرانوں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مصیبت سے نکال دے۔ لیکن نکلنا ہو گا تواضع کے ذریعے۔ جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو بے حیثیت سمجھتا ہے اللہ ﷻ اس کو حیثیتیں عطا فرماتے ہیں۔ جس کے اندر عہدے کی چاہت موجود ہے اس کا معیار یہ ہے کہ یہ آدمی اس عہدے کے قابل ہے جو عہدہ اس کو دیا جا رہا ہے اس کو امیر بنایا جا رہا ہے، اس کو شوریٰ کا بزرگ بنایا جا رہا ہے یہ اس کے قابل ہے یا نہیں اس کی علامت یہ ہے کہ خود آدمی اپنے اندر جھانک لے اگر اس کے اندر خواہش ہے

کسی عہدے کی بس یہ نااہل ہے۔ یہ اس کام کا اہل نہیں ہے۔ اس کے اندر اس کی خواہش ہے یہ اہل بھی نہیں ہے اور اللہ کی مدد بھی اس ساتھ نہیں ہوگی۔ جب یہ کام کرے گا اس بنا پر اس وبا سے بچنے کی بات کر رہا ہوں۔ یہ بہت بڑی بلا ہے یہ وہ عمل ہے جس نے شیطان کو شیطان بنایا ہے۔ اس عمل کے اندر ہوتے ہوئے محنت کرتا ہے اس سے ہدایت پانے کا کیا سوال ہے۔ وہ تو گمراہی کا مرکز ہے۔

بہر حال ایک حصہ عرض کر دیا اس کا، اب آخری بات عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اپنے آپ پر محنت کرو۔ اور ساری کائنات پر ذمہ داری کے ساتھ۔ توبہ کرو اب تک جو غلط کیا اب تک غفلت سے توبہ کرو۔ ایک دن ایک بزرگ دعا کر رہے تھے اور دعا میں یہ کہا کہ ہم نے اس کام میں جو غفلت کی ہے الٰہی اس جرمِ عظیم کو معاف فرما ۔ واقعی جرمِ عظیم ہے اس عظیم نبی کی عظیم امت کو عظیم ترین کام دیا۔ اور اس غفلت کے نتیجے میں امت کا نقصان ہوا ہے اب سنبھل جاؤ۔ توبہ کر لو اللہ ﷻ معاف کرنے کے لئے، جتنا معاف کرنا اسے پسند ہے اتنی کوئی چیز پسند نہیں ہے۔

ایک حدیث بیان کرتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے مگر واقعی اپنی جگہ پر ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر بندے غلطیاں نہ کرتے اور مجھ سے معافیاں نہ مانگتے تو میں ایسی مخلوق پیدا کرتا جو غلطیاں کرتی اور معافی مانگتی اور میں اسے معاف کرتا۔ اتنا معاف کرنے کا اسے شوق ہے کسی چیز کا تمہیں اتنا شوق نہیں ہے جتنا اللہ کو معاف کرنے کا شوق ہے۔ مگر کوئی آئے تو صحیح۔ یہ دروازہ کھٹکھٹانے آئے مانگے۔ بہر حال کرو ذمہ دار بن کر کرو، اور جو غفلت ہوئی اس کی معافی مانگو اور یہ طے کرو کہ ''**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**'' تشکیل یہ ہے کہ میرا مرنا میرا جینا میری نماز، میری زندگی کے سارے اعمال اور میری قربانی

اور ہم سب اسی کام کے لئے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ لکھو ساری عمر۔ ساری عمر تو گزر گئی۔ اس کو طے کرو کہ مرنا بھی اللہ کے لئے ہوگا۔ اور ہم سب اسی کام کے لئے ہیں یہی کام کرنا ہے اور اس طرح کرنا ہے کہ چھوٹا بن کر رہنا ہے۔ بڑا بننا شیطان بننا ہے۔ گمراہی کا سامان بڑا بننا ہے۔ چھوٹے بڑے سارے چھوٹے بن کر رہو۔ اور بڑا بننا یہ بیماری بڑوں کو لگتی ہے۔ سب سے زیادہ اس لئے بڑوں کو اس سے بچتے ہوئے نکلنا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اور درمیان میں ایک اور بات بھی یاد آ رہی ہے۔ آدمی پر محنت کرو بس۔

میں نے ایک آدمی سے کہا جی کوئی آئین سازی کی بات چلتی رہتی ہے ہمارے پاکستان میں؟ کہنے لگے آئین سازی میں ہماری مدد کریں۔ میں نے کہا آئین سازی میں تو کوئی ایسا کام نہیں ہے۔ چار آدمی بیٹھ کر آئین لکھ لیتے ہیں۔

اور ہمارے پاس لکھا ہوا قرآن موجود ہے۔ آئین سازی کی ضرورت کیا ہے۔ باقی رہا یہ جو کرنے کا کام ہے وہ کرو کہنے لگا کرنے کا کیا کام ہے؟ میں نے کہا آدم سازی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آ کر آدم سازی کرتے رہے ہیں۔ آئین سازی نہیں کی کسی نے جو کتاب مل گئی۔ اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تو وہ آ کر آدم سازی کرتے رہے ہیں۔ آدمی بنانے کی محنت اس لئے آدمی بناؤ۔

اس کے ایک ساتھی تھے وہ کہنے لگے کہ مفتی صاحب! آدمی تو آپ بنائیں گے۔ میں نے کہا نہیں میں نہیں بناؤں گا۔ آدمی بنتا ہے جب اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں اس میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہوتی ہیں۔ اس میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں تب جا کے آدمی بنتا ہے۔ بڑے چھوٹے سارے محنت کرتے ہیں تب جا کے آدمی بنتا ہے۔

وہ کہنے لگے مفتی صاحب! ہم کیسے آدمی بنائیں گے؟ میں نے کہا ٹھیک سوال کیا آپ نے، ایک چھوٹا سا قدم ہے اگر وہ اٹھالیا جائے تو اس کے بعد آدمی بنانا بہت آسان ہے۔ کہنے لگے جی وہ کیا قدم ہے؟ سارے متوجہ ہو گئے میں نے کہا وہ چھوٹا سا قدم یہ ہے کہ پہلے خود آدمی بن جاؤ پھر آدمی بنانا شروع کردو۔ ہم کچھ نہ بنیں ہم آگے نہ بڑھیں نہ ایمانیات میں آگے بڑھیں نہ عبادات میں آگے بڑھیں تو ہم آدمی کیسے بنیں گے؟ نہ معاشرت میں آگے بڑھیں پہلے اپنی معاشرت کو ٹھیک کریں۔ حضور ﷺ کی سنت پر لائیں اگر خود آدمی بن جائیں، تو آدمی بنتے چلے جاتے ہیں۔

ایسے بنو کہ کافر تمہیں دیکھ کر مسلمان ہو جائیں

صحابہ ﷡ کے تین چار واقعے ایسے ہیں۔ ایک جگہ سے گزرے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ فلاں جگہ جا رہے ہیں۔ کہا کہ تم تو یہیں رہ جاؤ۔ انہوں نے رات گزاری۔ وہاں ان کی عبادت دیکھی، ان کا رونا دیکھا، ان کی سادگی دیکھی، ان کی معاشرت دیکھی، پسند آئی، انہوں نے کہا کہ تم یہیں رہ جاؤ ہم اپنے ملک کا سارا اقتدار تمہیں دیتے ہیں اس کو سنبھالو اور اسے چلاؤ اس لئے کہ تمہیں چلانا آتا ہے۔ آدمی بن جائیں بنتے ہی انشاء اللہ دیکھ دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔

حضرت رائے پوری ﷫ ایک دن بیٹھے تھے حضرت فرمانے لگے کہ حضرت دہلوی یعنی حضرت مولانا محمد الیاس ﷫ یہ چاہتے تھے کہ تم لوگ ایسے بن جاؤ کہ لوگ تمہیں دیکھ دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔ واقعی یہ چاہتے تھے کہ تمہیں دیکھ دیکھ کر مسلمان ہو جائیں اور انشاء اللہ ہمیں دیکھ دیکھ کر ہی مسلمان ہوں گے، بشرطیکہ ہم آدمی بن

جائیں۔ہم خود آدمی بن جائیں اور آدمی بنانے کا کام کریں۔ جب تک آدمی بنانے کا کام نہیں کریں گے۔ اس وقت تک آدمی نہیں بن سکیں گے۔ آدمی وہی بنے گا۔ جو آدمی بنانے کا کام شروع کرے گا۔ باقی اس کو سنبھل کر رہنا ہے۔ اس لئے کہ اس راستے میں پھسلن بڑی ہے

اور دوسری یہ کہ اپنی معاشرت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت کے مشابہ بنانے کی کوشش اس کو اس بنا پر کہہ رہا ہوں۔ کہ خطرناک حد تک ہم بگڑ گئے ہیں قرآن کہتا ہے کہ ''**كُلُوْا وَاشْرَبُوْا**'' اجازت ہے لیکن اسراف کی حد تک نہیں۔ اسراف کہتے ہیں صحیح جگہ پر خرچ کرنا لیکن ضرورت سے زائد اور قرآن ایک اور لفظ ''**تبذیر**'' کا استعمال کرتا ہے۔ ''**اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنَ**'' تبذیر کہتے ہیں بے محل خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی جگہ نہ ہو وہاں خرچ کرنا۔

اس وقت امت اسراف سے نکل کر تبذیر میں آگئی ہے۔ ہم سب اسراف میں مبتلا ہیں اور جب تک ہم اسراف نہ کرلیں ہمیں اطمینان نہیں ہوتا۔ ہم اچھے لگتے ہیں اپنے آپ کو اپنے گھر والوں کو اور سب کو جب تک اسراف کریں۔ یعنی بالکل قرآن کے خلاف سوچنا یعنی قرآن کہتا ہے کہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور محبوب اس وقت بنتے ہیں جب اسراف کریں۔ یہ ظلم عظیم ہے اور کفر کے کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ جس کو اپنی معاشرت ہی پسند نہ ہو اس کو اسلام سے کیا واسطہ ہے۔ میں فتوی کی زبان نہیں استعمال کر رہا۔ جس کو نبی کی معاشرت پسند نہیں ہے اس کو فاروقِ اعظم کے فیصلے پر رکھ دو۔ اُن کا فیصلہ یہ ہے کہ سر قلم کردیا۔

اس واسطے عرض کر رہا ہوں کہ آدمی کو آدمی بننے کے لئے محنت کرنا پڑتی

ہے۔اور محنت کرنے کے لئے جو آخری بات کہی ہے کہ اسراف سے بچو اپنی معاشرت سنبھالو اس کو ہم نے مسئلہ ہی نہیں جانا ہوا۔ حالانکہ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے جس امت کی معاشرت اپنے نبی کی معاشرت پر نہیں ہے۔ وہ امت تباہ ہو جایا کرتی ہے۔ ان کی اولادیں بھی تباہ ہو جایا کرتی ہیں کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کیا کرایا سارا برباد کر دیں۔ اور سازشوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ شعور سے رہو سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور اتنی گہری سازشیں ہوتی ہیں کہ ہر آگے بڑھنے والے کو پیش آتی ہیں، وہ کیا کہتے ہیں بارودی سرنگوں کی طرح اندر ہی اندر بڑھتی ہیں۔ اور پھر سب کچھ تباہ کر دیتی ہیں۔ اور آدمی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں اچھا چل رہا ہوں۔ لیکن ذرا ہوش سے چلے تو انشاء اللہ کوئی چیز ایسی نہیں اسلام ایک ایسی روشنی ہے کہ اس میں کہیں ایک سوئی بھی پڑی ہوئی ہو تو انشاء اللہ وہ نظر آ جائے گی۔ بارودی سرنگ تو دور کی چیز ہے۔ ایمانی بصیرت ہو تو سب کچھ نظر آتا ہے۔ فوراً نظر آتا ہے۔ اللہ ﷻ مجھے آپ کو سب کو توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے راستے پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے۔ جماعتیں آپ نے لکھوا دیں ہیں یا لکھوانی ہیں جو اصل میں آپ کا کام ہے تو اسی وقت لمبی بات نہ چھڑ جائے اب ہمت نہیں رہی میری۔ حضرت جی ﷫ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا کہ جی بہت قربانیاں ہو رہی ہیں۔ بہت محنت ہو رہی ہے اسلام پھیلتا کیوں نہیں؟ فرمانے لگے اسلام ہے کہاں جو پھیلے۔ اسلام اس کا نام تھوڑا ہے کہ کسی نے عید کی دو رکعات پڑھ لیں کسی نے بقرہ عید پر دو رکعات پڑھ لیں۔ کسی نے چار فرض پڑھ لئے، کسی نے دو رکعت فجر پڑھ لی۔ اس کا نام اسلام نہیں ہے۔ سراپائے محمد ﷺ کا نام اسلام ہے۔ جب تک یہ نہیں آتا اس وقت تک ہم اسلام کی دعوت نہیں دے رہے۔ ہم نے اسلام دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب تک اسلام دیکھنے میں نہیں

آئے گا اس وقت تک اسلام کی دعوت نہیں دی جاتی۔

افریقہ کے سفر میں اس کا ذکر آیا میں نے کہا ہم اس کی دعوت ہی نہیں دے رہے۔ جس نماز کو تو کہہ رہا ہے کہ میں پڑھتا ہوں اس نماز کی دعوت نہیں دی جا رہی۔ ہم اس نماز کی دعوت دے رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں پڑھی تھی۔ اس نماز کی دعوت دینی ہے۔ اس کی اخلاص کی دعوت دینی ہے اس علم کی دعوت دینی ہے، اس تبلیغ کی دعوت دینی ہے، جس تبلیغ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے۔ پھر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اس وقت میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہ آنکھوں دیکھی باتیں ہیں اور ایمان والوں کو نظر آتی ہیں۔ اور ان کی برکت سے ہمارے پاس بھی پہنچ جاتی ہیں۔ اور وقت یہ جو نظر آ رہا ہے۔ یہاں سے وہاں سے اور یہ جماعتیں اور اتنی جماعتیں 5000 ہزار کا مجمع وغیرہ یہ برکات شروع ہو گئی ہیں کام آنے والا ہے۔ یا کام کرنے والے آنے والے ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے برکات شروع ہو گئی تھیں، ابھی کام نہیں شروع ہوا کام تو اس وقت شروع ہو گا جب آدمی کام کے بن جائیں گے۔ ابھی کام کے آدمی نہیں ہیں کام کے بن جائیں گے تو پھر کام شروع ہو گا۔ جب کام شروع ہو گا پھر ہدایت کی منزل پر پہنچیں گے۔ تو کام کرنے والے ابھی نہیں آئے۔ یہ کام کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر اپنے آپ کو کام کرنے والا سمجھ لیا۔ ہم نے تو مارے جائیں گے۔ اس لئے سب سے زیادہ محنت آدمی بنانے پر کی جائے۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس وقت تمہاری چلت پھرت تمہارا نکلنا ''**اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا**'' پر پہنچ جائے گا۔ اس وقت کام شروع ہو گا۔ نکلو ہلکے ہو یا بوجھل ہو ہر حال میں نکل سکو اور فرمانے لگے کہ پکے نمازی کی طرح اللہ اکبر اللہ اکبر سن کر کوئی اسے نہیں کہتا نہ کوئی جماعت آئی کھڑی ہوتی ہے بس سنتے ہی چل پڑتا

ہے۔اسی طرح جہاں چاہو جب چاہواورجتنی دیر کے لئے چاہو ہر تقاضے کے لئے تیار ہوجاؤ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ آیت بیٹھنے نہیں دیتی۔ فرمایا مجھے لے چلواوراس نیت سے چلو کہ اگر میرا کہیں انتقال ہوجائے تو میری میت کو بھی ساتھ لے کر چلنا جہاں تک فتوحات ہوں تاکہ میں اللہ سے کہہ سکوں کہ میں جیتے جی بھی چلتا رہا اور میری لاش بھی تیرے راستے میں چلی۔ جب تک یہ آیت اپنی جگہ پر نہیں آتی اس وقت تک کام نہیں بنے گا۔ یہ بیٹھے بیٹھے کرنے کا کام نہیں ہے۔ چلنے پھرنے اور قربانیوں کا کام ہے۔تو اس انداز کے ساتھ جب چاہو جتنے وقت کے لئے اور جدھر مرضی بھیج دو ہم تیار ہیں۔ایسے آدمی کھڑے ہوں جائیں ہم بھی زیارت کر لیں ان کی۔ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔۔۔۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

بموقع اجتماع بعد نمازِ مغرب

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

قابل احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! سید الکونین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں ایک دیہات کا رہنے والا عرب پہنچا اور اس نے عرض کیا'' اَوْصِنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اَوْجِزْ ؟ یارسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے مگر مختصر سی کیجئے؟ اَن پڑھ آدمی ہوں، یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنا مختصر ترین خطبہ جو زندگی میں ارشاد فرمایا ہے، وہ یہی ہے۔ اِس دیہاتی کے سامنے یوں ارشاد فرمایا'' صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ '' جب بھی نماز پڑھو ایسی نماز پڑھو کہ آخری نماز ہو۔

آدمی کی فطرت

آدمی کی فطرت ہے کہ اگر موت یاد ہو، مرنا یاد ہو، قیامت یاد ہو، آخرت یاد ہو، اور آخرت پر یقین ہو، تو سیدھی بات ہے کہ ہر عمل آخری کر کے کرنا آسان ہوتا ہے۔ نماز ہے یہ شاید آخری نماز ہو، آدمی اچھی طرح سے اہتمام سے ادا کرتا ہے۔ آدمی کی فطرت ہے شاید یہ آخری نماز ہو، شاید یہ آخری اجتماع ہو، شاید یہ آخری تلاوت ہو، شاید یہ آخری روزہ ہو، شاید یہ آخری جمعہ ہو، آخری، آخری کر کے کرنا چاہئے۔ زندگی صحیح لائن پر چلانے کے لئے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ شاندار خطبہ زندگی کو صحیح لائنوں پر چلانے کے لئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ملے گا۔

موت کی یاد اور آخرت کا دھیان اصلاح کا بہترین نسخہ ہے

جب اللہ ﷻ موت کی یاد نصیب فرما دیں گے، اور آخرت مُسْتَحْضَرْ رہے، تو آدمی کے لئے صحیح راستے پر رہنا، اور صحیح راستے پر مضبوطی کے ساتھ چلتے رہنے کے لئے یہ بہترین غذا ہے، اور بہترین دوا ہے، اور علاج ہے اور بہترین نسخہ ہے۔ مقدر سے آج ہماری اور آپ کی بھی آخری رات ہے۔ واقعتاً آخری رات ہے اس اجتماع کی۔ اس بنا پر اسی انداز کے ساتھ بیٹھیں، کہ شاید یہ آخری اجتماع ہو، شاید یہ

آخری بیان ہو، آخری سننا ہو، دھیان سے سنا جائے، اور اسے قابو رکھنے کی کوشش کی جائے۔ محض سننا کوئی کام نہیں ہے، خاص طرح کا سننا کام آتا ہے۔ اور خاص طرح کا سننا اسی صورت میں ہوسکتا ہے، جب آدمی نماز کی یکسوئی کے ساتھ بیٹھے کہ کسی اور طرف دھیان نہ جائے، ذرا سا دھیان ادھر گیا۔

شیطان کا کام صرف وسوسہ ڈالنا ہے

شیطان کا صرف اتنا ہی کام ہے، کہ وسوسے ڈال کر کسی طرف متوجہ کرنا اور درمیان میں کام کی بات نکل گئی ہاتھ سے۔ اس لئے یکسو ہو کر بیٹھیں۔ اب جتنی ہمت ہے کہنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ ﷻ مجھے صحیح کہنے، اور آپ کو صحیح سننے اور مجھے اور آپ کو اور ساری انسانیت کو صحیح راستے پر چلنے توفیق نصیب فرمائے۔

آدمی کا مزاج ہے یہی۔ جو سنتا رہتا ہے، جو سوچتا رہتا ہے، بے چارہ مزاج تو ہے نہیں، مزاج تو یہ نہیں ہے، مزاج بن گیا ہے، جو سنتا ہے، جو دیکھتا ہے، جو سوچتا ہے، جو پڑھتا ہے، اسی کا مزاج بن جاتا ہے آدمی کا۔ مال سے زندگی بنتی ہے، عہدے سے زندگی بنتی ہے، وزارتوں سے زندگی بنتی ہے، صدارتوں سے زندگی بنتی ہے، اکثریت سے زندگی بنتی ہے، اسلحہ سے زندگی بنتی ہے، فوج سے زندگی بنتی ہے، چاروں طرف سے یہی آواز آرہی ہے۔ دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے، اوپر سے نیچے سے، ہر طرف سے یہی آواز آتی ہے۔ یہی کہا جارہا ہے، یہی سنا جارہا ہے، یہی دیکھا جارہا ہے، یہی پڑھا جارہا ہے، مزاج بن گیا ہے آدمی کا۔ کہ مال سے زندگی بنتی ہے، کائنات سے زندگی بنتی ہے۔

حالانکہ واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے، ایک مرتبہ نہیں، ایک کھرب مرتبہ قسم اٹھا کر کہا جاسکتا ہے، کہ کائنات سے آدمی کی زندگی نہیں بنتی، کائنات کی چیزوں

سے آدمی کی زندگی نہیں بنتی، بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ سے زندگی بنتی ہے۔

اگر کائنات کی چیزوں سے زندگی بنتی، تو سب سے پہلے قوم نوح کی بنتی، اکثریت تھی یہی یقین کو غلط کرنے والی، اور آدمی کے مزاج کو بگاڑنے کا سب سے بڑا سامان ہے اکثریت۔ ہماری اکثریت ہے، ہم اکثریت میں ہیں، جو جی چاہے کریں گے۔ سب سے پہلے اللہ ﷻ نے اس کائنات میں اکثریت کو ڈبویا ہے، چوہوں کی موت مری ہے۔ یہ ہمارا یقین درست کرنے کے لئے، کہ اکثریت سے کام نہیں بنتا ہے۔ اگر اکثریت سے کام بنتا، اکثریت سے کامیابی ملتی تو قوم نوح کو ملتی۔

مال سے زندگی نہیں بنتی، اگر مال سے زندگی بنتی تو قارون کی بنتی، اللہ کی قسم نہیں بنی ہے۔ بلکہ قارون اب تک، اُس وقت بھی گالی تھا اور اب بھی گالی ہے۔ اگر کسی چوڑے، چمار کو بھی کہا جائے، اسے قارون کہا جائے، تو وہ ناراض ہوتا ہے، کہ مجھے گالی دی ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ اتنا بڑا مالدار کہا ہے تجھے، تو کہتا ہے کہ نہیں مجھے گالی دی ہے، مال دار ہونا گالی ہے، جب مالدار ہونا گالی ہے تو مالدار ہونا کامیابی کا سامان بھی نہیں ہے۔

اگر زراعت سے کامیابی ملتی تو قوم سبا کو ملتی۔ اِس لئے کہ اِس سے بہتر دنیا میں کوئی زراعت پیشہ قوم نہیں آئی ہے۔ وہاں وہاں پانی پہنچایا، وہاں وہاں فصلیں اُگائیں جہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اور اتنا سرسبز و شاداب ملک تھا، از اول تا آخر، سرسبز و شاداب کوئی ملک دنیا میں نہیں دیکھا گیا۔

اگر صنعت سے کامیابی ملتی تو قوم عاد اور ثمود کو ملتی۔ اس لئے کہ صنعت کار قوم اس سے بہتر نہیں آئی ہے دنیا میں۔

ان چیزوں سے زندگی نہیں بنتی ہے، نہ زندگی بنتی ہے، نہ آخرت بنتی ہے، نہ

یہاں کچھ بنتا ہے، نہ وہاں کچھ بنتا ہے۔ لیکن اِس کھیل کے چکر میں آ کر آدمی سمجھتا یہی ہے، یقین یہی بن جاتا ہے۔ کیونکہ اسی کو سنتا رہتا ہے، اِسی کو دیکھتا رہتا ہے، اسی کو کہتا رہتا ہے، اسی کو پڑھتا رہتا ہے، اسی کو لکھتا رہتا ہے۔ تو یہی ذہن بن گیا ہے کہ اس سے زندگی بنتی ہے، یہ زندگی کے بننے کا سامان ہے۔ اللہ کی قسم یہ زندگی کے بننے کا سامان نہیں ہے۔ کبھی نہیں بنا اور کبھی نہیں بنے گا۔ قیامت تک۔

زندگی بننے کا سامان ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ اس کے گواہ ایک روایت کے مطابق دو لاکھ انبیاء علیہم السلام اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام ہیں۔ سب کی دعوت یہی ہے، کہ ایمان اواعمال صالحہ سے زندگی بنتی ہے، اگر یہ ہوں گے تو کامیاب ہوں گے۔ اور اگر یہ نہ ہوں گے، تو سب کچھ ہو کسی کے پاس، یہ جتنے میں نے گنوائے ہیں، یہ ساری چیزیں ان کے پاس بھی ہوتیں، یہ کسی ایک کے پاس جمع ہو جائیں، تو اللہ کی قسم کامیاب نہ ہو سکتا۔

اس بنا پر راستہ بدلنا ہے، ہم نے یقین بدلنا ہے، بنیادی طور پر۔ کہ ہمارا یقین غلط ہے۔ یقین جب غلط ہوتا ہے، تو آدمی کا سوچنا بھی غلط ہوتا ہے، دیکھنا بھی غلط ہوتا ہے، سننا بھی غلط ہوتا ہے، لکھنا بھی غلط ہوتا ہے، لینا بھی غلط ہوتا ہے، دینا بھی غلط ہوتا ہے، چلنا بھی غلط ہوتا ہے، شرمگاہ کا استعمال بھی غلط ہوتا ہے، کھانا بھی غلط ہوتا ہے، کھلانا بھی غلط ہوتا ہے، پہننا بھی غلط ہوتا ہے، ہر چیز غلط ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ گھر بھی غلط ہوتا ہے، خود بھی غلط ہوتا ہے، جب یقین غلط ہوتا ہے۔

اس بنا پر آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے ہیں، سب نے آ کر سب سے پہلے اُمت کو ایمان سکھایا ہے اور کہتے بھی یہی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''**تَعَلَّمْنَا الْاِیْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ**'' پہلے ہم نے

ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا ہے۔ اس لئے کہ قرآن والی زندگی آدمی گزار ہی نہیں سکتا ایمان کے بغیر۔ ایمان ہی اس کا سرمایہ ہے، اور ایمان ہی اس کی طاقت، ایمان ہی اس کی قوت ہے۔ جو اس کو سیدھے راستے پر چلاتی ہے، قرآن کے راستے پر چلاسکتی ہے۔ اس بنا پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام سے لے کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے سب سے پہلے امت کو ایمان سکھایا کہ قبلہ درست کرو۔

آدمی کے بدن کے صحیح ہونے یا بگڑنے کا دارومدار دل ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''**أَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةٌ**'' کہ آدمی کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو جاتا ہے، تو سارا بدن صحیح ہوتا ہے، صحیح چلتا ہے۔ اور اگر وہ بگڑ جائے، تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح سن لو، اچھی طرح سن لو، وہ آدمی کا دل ہے۔ دل اگر صحیح ہے، تو دماغ صحیح سوچے گا، آنکھیں صحیح دیکھیں گی، زبان صحیح بولے گی، ہاتھ صحیح لکھیں گے، صحیح پکڑیں گے، صحیح تولیں گے، صحیح جگہ پر اٹھیں گے، قدم صحیح جانب چلیں گے، شرمگاہ صحیح جگہ استعمال ہوگی، سر سے پیر تک سب کچھ صحیح ہوگا۔ لیکن اگر دل بگڑ جائے، اگر یہ ٹھیک نہ رہے، تو نہ سوچنا صحیح ہوتا ہے، نہ دیکھنا صحیح ہوتا ہے، نہ سننا صحیح ہوتا ہے، نہ بولنا صحیح ہوتا ہے، نہ لینا صحیح ہوتا ہے، کوئی چیز صحیح نہیں ہوتی ہے۔

جس طرح سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق آدمی کا دارومدار، اس سارے آدمی، چھ فٹ کے، یا چھ فٹ کا دارومدار دل پر ہے۔ دل صحیح ہے، تو یہ صحیح ہے۔ اور دل غلط ہے، تو یہ غلط ہے۔ بالکل اسی طرح سے پوری کائنات

آدمی کے گرد گھومتی ہے، اور آدمی کی حیثیت وہی ہے اس پوری کائنات کے اندر، جو دل کی حیثیت ہے اس پورے بدن میں۔ اگر یہ آدمی صحیح، تو ساری کائنات صحیح۔ اور اگر یہ آدمی غلط، تو یہ ساری کائنات غلط چلتی ہے۔ یہ اللہ ﷻ نے اس کو حیثیت عطا فرمائی ہے۔ یہ گویا کائنات کا دھڑکتا ہوا دل ہے اس کی درستگی پر سب کچھ درست ہے۔ اور اس کے بگڑنے پر سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے دین کا معاملہ بہت نازک ہے، اور انسان کا معاملہ بھی بہت نازک ہے۔

ہمیں کہیں نہیں جانا ہے، اس ترتیب پر جو میں نے عرض کی ہے صاف سمجھ میں آتا ہے، کہ واقعی آدمی کے ٹھیک ہونے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر گھر کے آدمی ٹھیک ہوں تو گھر ٹھیک چلے گا۔ اگر محلے کے آدمی ٹھیک ہوں، تو محلہ ٹھیک چلے گا۔ اگر مسجد کے آدمی ٹھیک ہوں، تو مسجد صحیح چلے گی۔ ملک کے آدمی ٹھیک ہوں، تو ملک صحیح چلے گا۔ دفتر کے آدمی ٹھیک ہوں، تو دفتر صحیح چلے گا۔ عدالت کے آدمی ٹھیک ہوں، تو عدالت صحیح چلے گی۔ آدمی ٹھیک ہوں، تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور اس کے ظاہر و باطن کا آپس میں تعلق ہے۔

تاجر کی بددیانتی کا وبال

سید الکونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تاجر بددیانت ہوگا تو دنیا میں قحط پیدا ہوگا۔ بددیانتی کی نئی نئی قسمیں نکل رہی ہیں، اور قحط کی بھی نئی سے نئی قسمیں نکل رہی ہیں، یہ قسمیں دنیا میں نہیں دیکھی گئیں۔ کسی جگہ پر، ملک کے کسی حصے میں، اور کسی بڑے حصے میں، لاکھوں ٹن گندم سمندر میں ڈال دی گئی ہو، اس کی واضح طور پر، زیادہ ہونے کی بنیاد پر، کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، زیادہ ہے اور سوائے سمندر میں ڈالنے

کے اور کوئی کام نہیں ہے، اس بنا پر سمندر میں ڈال دی گئی ہو۔ اور اِدھر لوگ، کہ فلاں جگہ پر ایک ہزار آدمی مر گئے بھوک کی وجہ سے، فلاں جگہ پر دس ہزار آدمی مر گئے، فلاں جگہ پر پانچ سو آدمی مر گئے، بھوک کی وجہ سے۔ یہ نئی نئی قسمیں ہیں قحط کی۔

ایک ہے کہ کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوئی، بارش نہیں ہوئی۔ پیداوار کچھ نہیں ہوئی، قحط ہو گیا۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا، پیدا کچھ نہیں ہوا۔ یہ قسم نسبتاً نبھانی آسان ہے۔ لیکن قحط کی اُس قسم کا نبھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یہ قحط اسی وقت پیدا ہوگا، جب تاجر بد دیانت ہوگا، تاجر کی بد دیانتی، تاجر غلط بولتا ہے، غلط دیکھتا ہے، غلط سوچتا ہے، غلط تولتا ہے، غلط ناپتا ہے، غلط دیتا ہے، غلط لیتا ہے، اس کی نقل و حرکت غلط ہوگئی، سر سے پیر تک غلط چلتا رہا ہے۔ جب یہ غلط چلتا ہے، تو اُدھر سے ساری کائنات غلط چلنا شروع ہو جاتی ہے۔

پانی جو زندگی کا سامان ہے، وہ موت کا سامان بن جاتا ہے۔ پانی، پانیوں کے سیلاب کبھی کسی نے سنے نہیں ہیں، جو آ رہے ہیں۔ اور سیلاب وہاں پہنچ رہے ہیں، اور ایسے ایسے موسموں میں آ رہے ہیں، اور ایسی ایسی جگہوں پر آ رہے ہیں، کہ کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہاں بھی کبھی پانی آ سکتا ہے۔ تاجر کی بد دیانتی اور غلط نقل و حرکت تو وہ اپنے منہ میں، مرکز میں، گھر میں، اپنی منڈی میں، اپنی دوکان پر، نقل و حرکت اس کی یہاں ہو رہی ہے غلط، اور سمندروں میں طوفان الگ اٹھ رہے ہیں، اور دریاؤں میں طوفان الگ اٹھ رہے ہیں۔ اِس کے اثرات وہاں تک پھیلتے ہیں، اِس کے اثرات یہیں تک محدود نہیں ہوتے، اسی بازار تک محدود نہیں ہوتے، اسی گھر تک محدود نہیں ہوتے، اِسی سمندر تک محدود نہیں ہوتے، اِن تاجروں تک، اور اس کے گھر والوں تک محدود نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے ساری کائنات پر اثر پڑتے ہیں۔ یہ اتنا

مؤثر ہے۔ اِتنا مؤثر ہے کہ اس کی غلط نقل وحرکت کے اثرات بھی ایسے ہیں۔

اور اگر نقل وحرکت صحیح ہو جائے، تو اس کے بھی اتنے دور دراز تک اثرات ہوتے ہیں۔ وہ مؤثر ہوتا ہے، اسی طرح سے۔ بقاعدہ آپ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، موجود ہے، پڑھنے کی بدقسمتی سے فرصت ہی نہیں رہی۔ وگرنہ اگر ان کتابوں کو پڑھو، اس میں لکھا ہوا ہے، کہ یہ کروگے، تو یہ یہ ہوگا۔ اور یہ کروگے، تو یہ یہ ہوگا۔

نمونہ کے طور پر میں ایک چیز عرض کردوں ''سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کردہ خود، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ کے فرشتے مقرر ہیں وہ فرشتے عصر کے بعد آجاتے ہیں اور رات کو ہمارے ساتھ ہوتے ہیں ہمارا سارا کچھ دیکھتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ اور صبح کے وقت یہ فرشتے جو رات کے ہیں، یہ فرشتے ہمارا سارا نامہ اعمال لے کر اوپر چلے جاتے ہیں اللہ ﷻ کے ہاں۔ پھر وہاں سے دوسرے فرشتے آجاتے ہیں صبح صبح ہی، وہ آکر دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں۔ اور عصر کے بعد وہ نامہ اعمال لے کر اوپر چلے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمانے کے بعد یہ فرمایا کہ جس طرح کے تمہارے اعمال نیچے سے اوپر کو جاتے ہیں اسی طرح کے حالات اوپر سے نیچے آتے ہیں۔ حالات حکومتوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

چیونٹی سے لے کر جبرائیل علیہ السلام تک، کل مخلوق صرف اکیلے اللہ ہی اس کے خالق ہیں، ان کے حالات کے خالق بھی صرف اکیلے اللہ ہیں۔ اللہ صمد ہیں، صمد اس ذات کو کہتے ہیں کہ ہر چیز اس کی محتاج ہو، اس کے بغیر کچھ نہ کر سکے، اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہاں تک کہ پیدا کرنے کے لئے اس صورت کا بھی محتاج نہیں ہے، جو اس وقت چل رہی ہے۔ اور یہ جتنے بھی معجزات ہوتے ہیں، یہ ہمارے عقیدے ٹھیک کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ جب آدمی کا عقیدہ بگڑ جاتا ہے، تو سب کچھ بگڑ جاتا

ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اماں حوا کو بنایا، یہ دونوں بنائے گئے ہیں۔ نہ آدم علیہ السلام پہلے موجود تھے، نہ حوا پہلے موجود تھیں۔تو جب آدم، حوا کے نہ ہونے کے باوجود ان کو پیدا کیا،تو اب ان کا کیسے محتاج ہو گیا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پیدا کرنے میں آدمی کا محتاج نہیں ہے۔

درمیان میں بھی واقعات ہوئے، ایک نبی کے وقت میں، اسی عقیدے کو درست کرنے کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے پتھر پھٹا، وہ پتھر پھٹا جو عام طور پر پھٹتا نہیں ہے، اور ٹوٹتا نہیں ہے، مشینوں کے ذریعے سے بھی نہیں ٹوٹتا ہے، وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک اونٹنی نکلی، اور باہر آکر بیٹھی اور بیٹھتے ہی اس نے بچہ دے دیا۔ اور وہ بھی اپنے شایانِ شان دے دیا۔ایسی اونٹنی بھی نہیں دیکھی گئی، اور ایسا بچہ بھی نہیں دیکھا گیا۔ بتایا کہ ہم پتھر میں سے اونٹنی پیدا کردیں جیسے چاہے پیدا کر سکتے ہیں، کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ ﷻ بارش برسائیں گے، بارش برسے گی، بارش زمین پر برستے ہی جیسے گھاس نکلنا شروع ہو جاتا ہے، اسی طرح گھاس کی طرح آدمی پیدا ہوں گے زمین سے۔ یہی آدمی گھاس کی طرح بھی پیدا ہو سکتے ہیں زمین میں سے۔ اللہ ﷻ قادر ہیں، قدیر ہیں "**اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**" ہر چیز پر قادر ہیں جسے چاہیں کردیں۔

بندوں کے اعمال کے مطابق حالات کے فیصلے

عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ ﷻ قادر ہیں، قدیر ہیں۔ آدمی کو اللہ نے ایسا بنایا ہے اندر باہر سے، ہے تو یہ چھوٹا سا، بڑی بڑی چیزیں اور بہت ہیں، چاند بھی ہے، پہاڑ بھی ہے، سورج بھی ہے، اور بھی بڑی بڑی چیزیں ہیں لیکن چھوٹا سا اتنا مؤثر ہے، اتنا جاندار ہے کہ ساری کائنات اِس کے گرد پھرتی ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو ساری کائنات ٹھیک ہے اور اگر یہ ٹھیک نہیں ہے، خراب ہو، تو ساری کائنات خراب ہوجائے، یہاں تک لکھا ہے کہ زمین کا چال چلن ٹھیک ہوجاتا ہے جب آدمی ٹھیک ہوجائیں، تمام مرد ٹھیک ہوجائیں، تمام عورتیں ٹھیک ہوجائیں، تمام بچے ٹھیک ہوجائیں۔ اگر یہ صحیح ہو جائیں، تو تمام چیزیں صحیح چلنے لگتی ہیں۔

پوچھا گیا کہ زلزلہ کیوں آتا ہے؟ امی جان نے کہا زلزلے اسی لئے آتے ہیں، جب زمین پر زنا ہوتا ہے۔ آدمی کی نقل وحرکت غلط ہوتی ہے، تو اس وقت میں اللہ ﷻ زمیں کو ہلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آدمی بن کر رہو، اگر یہاں رہنا ہے۔ یہ زمین زنا کے لئے نہیں ہے۔ اس کی غلط حرکت سے دور دور تک اثرات ہوتے ہیں۔ اور ہر چیز غلط چلنے لگتی ہے، پرندے بھی غلط چلنے لگتے ہیں، اور جب یہ ٹھیک ہوتا ہے، تو سب کچھ ٹھیک ہوجاتا ہے۔

جب ہم اپنے وہ اعمال بھیجتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے۔ تو اللہ ﷻ بھی ہم پر وہ حالات بھیجتے ہیں، جن کو ہم نہیں چاہتے۔ اگر ہمارے وہ اعمال پہنچتے ہیں، جو اعمال اللہ کو پسند ہیں، جب نمازیں جاتی ہیں، روزے جاتے ہیں، حج جاتے ہیں، جہاد جاتے ہیں، یہ اچھے اعمال جاتے ہیں۔ تو اوپر سے حالات بھی وہ اُترتے ہیں جو لوگ پسند کرتے ہیں، جو بندوں کو پسند ہیں۔ فراوانی ہوتی ہے، کھانے کو ملتا ہے، پینے کو ملتا ہے، پہننے کو ملتا ہے، آپس میں اُلفتیں، محبتیں ہوتی ہیں، ایک دوسرے کی

قدرومنزلت ہوتی ہے، قتل وقتال، جنگ وجدل نہیں ہوتا ہے، ہر آدمی کی جان محفوظ ہوتی ہے، مال محفوظ ہوتا ہے، یہ حالات اللہ تعالیٰ اوپر سے اتار دیتا ہے۔

اور اگر وہ اعمال جاتے ہیں جو اللہ ﷻ کو پسند نہیں ہیں۔ تو پھر اللہ ﷻ وہ حالات اتارتے ہیں جو بندوں کو پسند نہیں ہوتے۔ قتل وقتال، ڈاکے، چوریاں، نفاق، آپس میں دشمنیاں، بیماریاں، لڑائیاں، فسادات، اس قسم کے حالات آتے ہیں۔ یہ آدمی ایسا ہے کہ کہ یہ صرف یہاں مؤثر نہیں ہے۔

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اس کی اوپر کائنات تک، خالقِ کائنات تک، اوپر اس کی تاثیر ہے۔ حالات غلط جو آتے ہیں وہ اس کے غلط ہونے پر آتے ہیں۔ اس بنا پر کام کرنے کا صرف اتنا رہ گیا ہے، اللہ ﷻ نے آسان فرمادیا ہے، کہ ہم اپنے آپ کو درست کرلیں، اور اپنے گردونواح کو درست کرلیں۔ اپنے آپ کو درست کرلیں اپنے گھر والوں کو درست کرلیں۔

پہاڑ نہیں کھودنے کو کہا گیا، سمندر نہیں خشک کرنے کو کہا گیا، اور کچھ نہیں کرنے کو کہا گیا، باہر کہیں نہیں جانا ہے، اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہے، اپنے دائیں والوں کو ٹھیک کرلو، اپنے بائیں والوں کو ٹھیک کرلو، اپنے اوپر والوں کو ٹھیک کرلو، اپنے نیچے والوں کو ٹھیک کرلو، جب یہ ٹھیک ہوجائیں گے، سارا کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ اس لئے معاملہ آسان ہے۔

اور آدمی کا مزاج بن چکا ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے، سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، کہ ہر چیز کو ٹھیک کیا جارہا ہے مکان کو ٹھیک کیا جارہا ہے، سڑکیں ٹھیک بن رہی ہیں، فلاں چیز بن رہی ہے، فلاں چیز بن رہی ہے، کروڑوں نہیں، کھربوں کا خرچ ہے۔ اربوں انسان لگے ہوئے ہیں، اور جو کچھ بنارہے ہیں مرد بھی، عورتیں بھی، بچے

بھی، سب لگے ہوئے ہیں۔ اور یہی کائنات کی چیزوں کو بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

اور جو کچھ بنا رہے ہیں، سب کچھ بگاڑ ہی بگاڑ ہے۔ جو کچھ بنا رہے ہیں، یہ سارا کچھ بربادی کا سامان ہے۔ جو بنانے کی چیز تھی اس کو بناتے نہیں، اور جس کے بنانے کا کوئی نتیجہ نہیں، اس کو بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی پر زندگیاں لگ رہی ہیں، اس پر وقت لگ رہا ہے، اسی پر مال لگ رہا ہے، اسی پر جان اور ساری صلاحیتیں الگ خرچ ہو رہی ہیں۔

سارے انبیاء علیہم السلام نے آدمی درست کرنے کی محنت کی ہے

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر یا دو لاکھ کے قریب انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، انہوں نے آکر کسی چیز کو نہیں چھیڑا، کہ زمین کو درست کرلو، پہاڑوں کو درست کرلو، پانی کو درست کرلیں، ہوا کو درست کرلیں، ان چیزوں کو درست کرنے میں نہیں لگے ہیں۔ بلکہ آدمیوں کو درست کرنے میں لگے ہیں۔ آدمی درست ہو جائے گا، تو سب کچھ درست ہو جائے گا۔

وہ سب سے زیادہ سمجھدار، وہی سب سے زیادہ انسانیت کے خیر خواہ ہیں۔ اور انہوں نے یہ کہا ہے، ساری زندگی از اوّل تا آخر کوئی وقت دوسری چیزوں پر ضائع نہیں کیا ہے۔ بلکہ آدمی بنانے کی فکر کی ہے۔ یہاں تک کہ غالباً حضرت اُمّ سلمۃ رضی اللہ عنہا اماں جان ہماری، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ محترمہ، یہ جو چھپر بنے ہوتے تھے ان کے رہنے کے لئے، ان کے نیچے کے حصے میں مٹی لگائی ہوتی تھی، تاکہ باہر سے کوئی دیکھے، تو بے پردگی نہ ہو، گزرنے والوں کے اعتبار سے، تھوڑی تھوڑی مٹی لگائی ہوتی تھی۔

وہ مٹی گر جاتی تھی، وہ مٹی گر گئی تھی، اماں جان ہماری وہ مٹی لگا رہی تھیں، اپنا پردہ ٹھیک کر رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور آ کر دیکھا، اماں جان اپنے کام میں لگی ہوئی تھیں، کھڑے ہو گئے، ذرا سا دیکھا۔ جب اماں جان نے مڑ کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ام سلمہ! کیا کر رہی ہو؟ آپ نے جواب دیا یا رسول اللہ! یہ مٹی تھوڑی سی گر گئی تھی، بے پردگی ہو رہی تھی، مٹی لگا رہی ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مٹی لگانے سے، دیوار کے بننے سے، موت زیادہ قریب ہے، موت کی فکر کرو۔

باہر کی چیزوں کی فکر بہت کم ہے۔ اور اصل چیز کی سب سے زیادہ فکر ہے اور اصل چیز آدمی ہے، مرد ہے، عورت ہے، بچہ ہے۔ اور اس معاملہ میں ساری انسانیت بے فکر ہے۔ کہتے ہیں کہ سب کچھ اسی کے لئے کر رہے ہیں، سب کچھ اسی کے لئے بنا رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے لئے کچھ بھی نہیں بن رہا ہے، اس کی بربادی کا سامان ہے، اس بنا پر رخ بدلنا ہے، کہ ہم غلط چل رہے ہیں، غلط راستہ اختیار کیا ہوا ہے، واپس لوٹ آؤ توبہ کرلو۔

توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں کہ رجوع کرلو، معاف فرما دیں، اور آئندہ غلط نہیں کریں گے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ بڑی دور آ گئے ہیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ بڑے دور آ گئے ہیں، اور بڑا لمبا فاصلہ ہے، کیسے واپس جائیں؟ پہلے والے فاصلے کو دیکھ کر چلتے رہتے ہیں۔ اور جب واپس نہیں ہوا جائے گا، تو کام نہیں بنے گا۔

دعا کے ساتھ عمل بھی درست ہونا ضروری ہے

رائے ونڈ کے پلیٹ فارم پر تمہاری کوئی جماعت جا رہی تھی کہیں، ایک آدمی

گاڑی کے اندر بیٹھا ہوا تھا اس جماعت کو دیکھ کر کہا کہ بھائی تم بہت اچھے لوگ ہو، نیک لوگ ہو۔ میرے لئے دعا کرو میں لاہور جا رہا ہوں، خیریت سے پہنچ جاؤں۔ تو جماعت کا آدمی کہتا ہے کہ آپ جس گاڑی میں بیٹھے ہو، یہ گاڑی تو قصور جا رہی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ تو ہے۔ اگر آپ نے لاہور جانا ہے تو پھر وہ دوسری لائن پر گاڑی کھڑی ہے اس پر جا کر بیٹھ جاؤ پھر دعا بھی کریں گے ان شاء اللہ خیریت سے پہنچ بھی جاؤ گے۔ تو وہ کہتا ہے ہاں جی یہ تو مجھے معلوم ہے، کہ وہ گاڑی لاہور جاتی ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ اس میں بھیڑ بہت ہے، اس میں جگہ کھلی تھی، تو میں یہاں آ کر بیٹھ گیا ہوں۔ اور اب تم دعا کرو کہ ہم لاہور پہنچ جائیں۔

تو اب یہ اگر اپنی لائن نہیں بدلتا ہے، رخ نہیں بدلتا ہے، اپنا رخ یہی ہے اوکاڑے کی طرف، ملتان کی طرف اور کہتا ہے کہ دعا کرو۔ صرف یہ دعا نہیں، یہ تمہارا لاکھوں کا مجمع، سارے کا سارا رات کو بھی، دن کو بھی دعا کرتا رہے، یٰسین پڑھتا رہے، اور سجدے کرتا رہے، قرآن پڑھتا رہے، اور صلوٰۃ الحاجۃ پڑھتا رہے۔ ان شاء اللہ جب پہنچے گا وہ اوکاڑے ہی پہنچے گا لاہور نہیں آ سکے گا۔ لاہور جانے کی وہی صورت ہے جو بتائی گئی تھی۔ وہ جو گاڑی کھڑی ہے دوسری لائن پر، اپنا رخ بدلو اور صحیح کرو۔ رخ بدلنے پر ان شاء اللہ اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے، اللہ مدد فرمائیں گے۔

اس لئے عرض یہ ہے کہ اللہ کے واسطے بہت مہلت مل چکی ہے بہت بہت مہلت مل چکی ہے، مہلت کی ایک حد ہوتی ہے، اتنی مہلت مل چکی ہے کہ شاید اتنی مہلت کسی امت کو نہ ملی ہو۔ ''یہ سید الکونین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے۔ کہ یہ میرے نبی کی امت ہیں۔

اس امت کو جتنی بھی مہلت ملی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ملی ہے،

ورنہ یہاں تک کوئی امت نہیں پہنچی ہے جہاں تک یہ امت پہنچ گئی ہے اپنی غلط کاریوں کی بنا پر سر سے لے کر پاؤں تک سارا کچھ غلط ہے، تمام مرد غلط، تمام عورتیں غلط، تمام بچے غلط اور اتنے غلط کہ اتنی غلطیاں تک پہلی امتیں نہیں پہنچی ہیں۔ کوئی پہلی دفعہ ہی تباہ کر دی گئی۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مہلت ختم ہو رہی ہو اور اس لئے جلد باز آجانا چاہئے۔ عقل کی بات بھی یہی ہے عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے، شعور کا تقاضہ بھی یہی ہے، کہ باز آجانا چاہئے، توبہ کر لینی چاہئے۔ توبہ اسی کو کہتے ہیں کہ آدمی سے غلطی ہوئی، آدمی غلط کام کر بیٹھا، کرنے کے بعد اس کو ندامت ہوئی، دل میں ندامت پیدا ہوئی، کہ یہ میں نے کیا کیا ہے، اس کو استغفار کہتے ہیں کہ اے اللہ بخش دے، معاف کر دے۔ میں بخشش طلب کرتا ہوں، مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اور اگر یہ آدمی بخشش طلب کرنے کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! غلط ہو گیا، معاف فرما دے، آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اور پھر عاجزی کرے، اس کو توبہ کہتے ہیں۔ کامل توبہ مکمل کرے، کہ اے اللہ! مجھے معاف فرما دے آئندہ ایسے نہیں کروں گا، توبہ کرنی چاہئے۔

اور توبہ کر کے وہ کام کرنے ہیں، جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے بتائے ہیں۔ اور قرآن مجید نے بتایا ہے اور سید الکونین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے۔ بچاؤ کا راستہ صرف یہی ہے اور کوئی بچاؤ کا راستہ نہیں ہے، جن کو تم بچاؤ کا راستہ سمجھتے ہو، کہ یہ راستہ بچاؤ کا ہے، یہ راستے بچاؤ کے نہیں۔ اس لئے سیدھی سیدھی توبہ کر کے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر چلنا چاہیے۔ دیکھیں انہوں نے کیا کیا، وہ کرنا ہے، اس کے لئے توبہ کریں۔ اور وہی کام کریں جو کامیابی کا سامان ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے کئے اور قرآن مجید نے کہے

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" تمام انسان خسارے میں ہیں۔

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" چار چیزیں خسارے سے بچنے کا سامان ہیں۔

دو چیزیں نہیں بس ایمان اور اعمال صالحہ۔ بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ اور تواصی بالحق، تواصی بالصبر چار چیزیں ہیں۔ جب تک یہ چار چیزیں آدمی کے اندر نہیں پیدا ہوجاتیں، آدمی اس وقت تک خسارے سے نہیں نکلتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی تمام اعمال صالحہ اور اچھے اعمال صالحہ جتنے بھی ہیں شاندار طریقے سے کرتا ہے، اخلاص کے ساتھ کرتا ہے اسے سنت نبوی کے مطابق کرتا ہے، لیکن تواصی بالحق، تواصی بالصبر کا عمل نہیں تو اللہ کے ہاں نجات نہیں پا سکے گا، مدارِ نجات ہے۔

اس بنا پر آسان راستہ اختیار کیا جائے وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہے، اپنے آپ کو صحیح کرنا ہے، اپنے بچوں کو صحیح کرنا ہے، اپنے پڑوس کو صحیح کرنا ہے، اپنے دائیں کو صحیح کرنا ہے، اپنے بائیں کو صحیح کرنا ہے، اپنے آگے کو صحیح کرنا ہے، اپنے پیچھے کو صحیح کرنا ہے، یہ صحیح کرنا، یہ جوں جوں صحیح ہوتے چلے جائیں گے، اللہ ﷻ حالات کو تبدیل کرتے چلے جائیں گے۔

کبھی نہیں ہوا، کہ امت اس طرح توبہ پر آئی ہو، کہ غلط کیا۔ آئندہ غلط نہیں ہوگا، اور کبھی نہیں ہوا کہ اللہ کی مدد نہ آئی ہو، اللہ کی مدد یں آئیں، اور اللہ ﷻ نے ایسے حالات تبدیل فرمائے، ایسے حالات تبدیل کیے، کہ جو دشمن تھے ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ اور جو اسی راستے پر قائم رہنے پر مصر تھے کہ ہر قیمت پر وہ ہی راستہ رکھنا ہے، ان کا بھی بڑا برا حال ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے صحیح طور پر راستہ تبدیل کر لیا، وہی توبہ والا صحیح راستہ۔ اللہ ﷻ نے حالات تبدیل کر دیئے، چاہے وہ تھوڑے سے ہی کیوں

نہ ہوں۔

چھوٹی سی اقلیت نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے چھوٹی اقلیت میں ہیں، دنیا میں سب سے چھوٹی اقلیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، باپ بیٹا، حضرت ہاجرہ ہماری اماں جان یہ تین ہیں۔ ان تینوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، کہ ہم نے وہ کرنا ہے، جو اللہ کا حکم ہو گا۔ اس کے لئے بچہ ذبح کرنا پڑے، بچہ ذبح کرنے کے لئے تیار۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے گئے خواب دیکھنے کے بعد (سنا ہو گا قصہ معروف ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کو لے کر منٰی کی طرف چلے گئے۔ پیچھے شیطان آیا بوڑھی کی شکل میں، اس نے آ کر کہا کہ کیا حال ہے؟ کیسے گزر رہو رہی ہے؟ جیسے بوڑھیاں ایک دوسرے کا حال پوچھتی ہیں۔ حال، احوال پوچھا؟ اس نے کہا، بیٹا کہاں ہے؟ کہا، کہ ابا کے ساتھ گیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ پتہ بھی ہے کہ ابا کہاں لے گیا ہے اس کو؟ انہوں نے کہا کہاں لے گیا وہ اپنے بیٹے کو، جہاں بھی چاہے لے جائے، کہاں گیا جہاں اس کا جی جائے لے جائے۔

اس نے کہا اصل بات بتانے آئی ہوں سوچ کر، سمجھ کر، ہمت کر، انہوں نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے، کہ مجھے معلوم ہے وہ ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں بیٹے کو، ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاگل ہو گئی ہو، باپ کبھی بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے؟ (اس زمانے کے اندر تو وہ شیطان پیدا ہو گئے ہیں جو شیطان کو کبھی سمجھ نہیں آتا ہے وہ بھی ان کو سمجھ آتا ہے۔ باپ بیٹوں کے ہاتھوں ذبح ہو رہے ہیں، بھائی بھائی کے ہاتھوں ذبح ہو رہے ہیں دادا، نانا یہ سب زمین حاصل کرنے کے

لئے دادا کو قتل کردیا، نانے قتل ہورہے ہیں، پوتے کو قتل کردیا۔) تو بوڑھی نے کہا کہ وہ تو ان کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہا ہے، انہوں نے کہا باپ بیٹے کو کیسے قتل کرسکتا ہے؟ عقل کی بات کر، تو انہوں نے کہا کہ عقل کی بات یہی ہے۔انہوں نے کہا، تجھے کیسے اندازہ ہوا؟ تو یہ کیسی بات کہتی ہے، یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے ہی نہیں۔اس نے کہا کہ ٹھیک ہے سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، میں بھی تجھے اسی لئے کہنی آئی ہوں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے، تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے تو پھر تو شیطان ہے۔

یہ اس اقلیت کے اسلام کا حال ہے۔کتنا جاندار اسلام ہے، کتنا شاندار اسلام ہے، اور اسکے نتیجے میں جتنی یہ اقلیت پھولی پھالی ہے دنیا میں، اتنی کوئی اقلیت نہیں پھولی پھالی، نہیں ہے کہیں۔نہ کہیں ہے اور نہ کہیں ہوگی۔اللہ ﷻ نے ایسی ایسی صورتیں پیدا فرمائیں جہاں چھوڑ کے گئے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اماں ہاجرہ کو، ان کے پاس پانی اور کھجوریں چھوڑ کر گئے تھے وہ بھی ختم ہوگیا تھا۔اور حضرت ہاجرہ دوڑتی پھر رہی تھیں کبھی صفا پر، کبھی مروہ پر، کبھی صفا پر، کبھی مروہ پر، پانی کی تلاش میں ۔لیکن اللہ ﷻ نے اس کا بدل عطا فرمایا، جس کا نام زم زم ہے۔جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهَا'' جس نیت کے ساتھ پیا تو وہی کام پورا ہوجائے گا۔

میں ایک مرتبہ کنویں پر بیٹھ گیا، اس زمانے میں کنواں ہی کنواں تھا، ڈول چلتا تھا ہمارا ایک یار تھا پانی پلایا کرتا تھا، بہت مزے دار، سر پر بھی ڈالا کرتا تھا، کپڑوں پر ڈالا کرتا تھا، پھرایا بھی کرتا تھا، وہ یوں ہی خیال آ گیا۔

میں بیٹھ گیا جو آدمی آتا تھا پانی پینے کے لئے، پانی پیتا تھا، پانی پی کر ہی

جانے لگتا تھا، میں اس سے پوچھتا تھا کہ بھائی کیوں کس لئے پیا ہے پانی ؟ تو عجیب، متضاد قسم کی خبریں ملا کرتی تھیں۔ایک آدمی کہتا تھا کہ قبض ہے بڑی اور اتنی شدید کوئی دوا کارگر نہیں ثابت ہو رہی تھی، میں نے اس لئے پیا ہے۔اور دوسرا آدمی اس کے بعد والا آیا اس سے پوچھا کہ تم نے کس لئے پیا ہے؟ مجھے جی جُلاب آرہے تھے، تھمتے نہیں، اس واسطے پیا ہے۔ ہر چیز کے واسطے جس چیز کے واسطے، جس نیت سے پیا جائے، وہ کام پورا ہو رہا ہے۔مگر یقین کی بات ہے کہ اگر یقین درست ہوتا ہے تو اللہ ﷻ وہی کام اس سے پورا کر دیتے ہیں، جس کام کی بھی نیت ہوتی ہے۔

بہرحال عرض یہ کررہا تھا کہ اللہ ﷻ نے آسان راستہ ہمیں بتلایا ہے کہ سید الکونین ﷺ کے راستہ پر چلنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستہ پر چلنا ہمارے جو بھی بڑے ہیں ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں، محمد ﷺ کی امت میں ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے عظیم نبی ہیں کہ حضور ﷺ کو کہا گیا کہ ''**وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا**'' اللہ ﷻ نے ان کی اتباع میں جو انہوں نے راستہ اختیار کیا ہے، کہ جو اللہ کا حکم ہوگا اسے پورا کرنا ہے۔

جس وقت یہ یقین ہو کہ اعمال سے زندگی بنتی ہے، ایمان سے زندگی بنتی ہے ''**وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ**'' سے زندگی بنتی ہے، آدمی ایسا یقین بدل لے، کہ زندگی ان سے بنے گی، اللہ کی اطاعت سے بنے گی، اللہ کی بات ماننے سے بنے گی، تو پھر آدمی کے اعمال کے بارے میں وہی حال ہوتا ہے جو ہمارا مال کے معاملہ میں اب چل رہا ہے۔

یہ ساری دنیا جتنی بھی ہے، اس وقت میں باہر جماعت کی برکت سے چلنا پھرنا ہوتا ہے، کوئی ملک ایسا نہیں دیکھا جس میں پنجابی نہ پہنچے ہوں، پٹھان نہ پہنچے

ہوں، یہ یورپ کے ملک ہیں، جنوبی امریکہ میں جو بیٹھے ہوئے ہیں، یہ حج کرنے گئے ہوتے ہیں وہاں؟ یا نماز پڑھنے گئے ہوتے ہیں؟ یا زکوۃ تقسیم کرنے گئے ہوتے ہیں، پیسے کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں ساری دنیا پیسے کے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں، رات دن ایک ہو رہا ہے میرے خیال میں مصروفیت کا جو عذاب نازل ہوا ہے اس امت پر شاید کبھی نازل نہیں ہوا۔ نہ رات کو چین ہے، نہ دن کو چین ہے۔ اس لئے کہ یقین ہے کہ پیسوں سے زندگی بنے گی، اس لئے کہ یقین چونکہ یہی ہے اس واسطے ہر وقت مال کی فکر میں، کہ مال زیادہ سے زیادہ، اِدھر سے بھی مال آجائے، اُدھر سے بھی مال آجائے۔ یہاں تک کہ یہ مال کمانا اور مال حاصل کرنے کا یہ اندر یقین کی بنیاد پر جب پختہ یقین ہوتا ہے، تو آدمی غلاظت کے آخری درجہ پر پہنچ جایا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کہ ماں اور بہن کی عزت بیچ کر بھی پیسا کمایا جا رہا ہے، اسی دنیا کے اندر یہ بھی ہو رہا ہے، پیسہ ہی پیسہ ہو، ہر قیمت پر پیسہ۔

اور اللہ ﷻ کے جتنے فرائض ہیں، جتنے احکام ہیں، ان کے لئے بالکل بھی وقت نہیں، جب کہتے ہیں، وقت لگاؤ، تو کہتے ہیں کہ وقت نہیں ہے، ہر چیز کے لئے وقت ہے، احکامات کے لئے وقت نہیں ہے۔ عرض یہ کیا جا رہا ہے بات یہی کہی جا رہی ہے، کہ خدا کے واسطے یہ تو آپ نے دیکھ لیا، جو نجات کا راستہ آپ نے تجویز کیا تھا ٹھنڈی سڑک وہ تو ٹھنڈی سڑک رہی نہیں، وہ تو ایسی گرم سڑک اور ایسا عذاب بنی ہوئی ہے دنیا بھر کے لئے، اور ایسا دردناک عذاب دیکھا نہیں ہے۔ اس بنا پر اس راستے کو چھوڑ دو، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر آجاؤ، اس راستے کا پہلا سبق یہ ہے کہ زندگی ایمان سے بنے گی، اعمال سے بنے گی، ایمان سے بنے گی، اخلاق سے بنے گی، اعمال صالحہ سے بنے گی، زندگی ان سے بنتی ہے۔ اور صرف یہ کہا نہیں گیا بلکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان اعمال سے زندگی بنا کر دکھلائی ہے۔

بیان حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(اعمالِ صالحہ کی قدر و قیمت)

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَّلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، الٓمّٓ۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنَاھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وِبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ

رَّبِّهِمْ وَ اُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٭

قابلِ احترام بھائیو، بزرگو اور عزیزو! جس طرح سے آنکھوں کے بغیر دیکھا نہیں جا سکتا، کانوں کے بغیر سنا نہیں جا سکتا، زبان کے بغیر بولا نہیں جا سکتا، اور یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی زبان کے بغیر آدمی بولے۔ جیسے قیامت میں ہوگا ''اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ '' ہاتھ بھی بولے گا، پیر بھی بولے گا، یہ اعضاء و جوارح خود بولیں گے، زبان نہیں بولی گی، اور یہ بولیں گے۔ گو یا یہ تو ہوسکتا ہے کہ زبان کے بغیر بولا جا سکے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی آدمی، کسے باشد، کوئی بھی آدمی ایمان اور اعمال صالحہ کے بغیر دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ اللہ کی قسم یہ نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا، نہ قیامت تک ہوگا۔ اس لئے مسئلہ اپنی ذات میں ہے اور اپنے اندر ہے۔

دنیا و آخرت میں کامیاب اور پاکیزہ زندگی

اگر میرے پاس، میری اولاد کے پاس، امت مسلمہ کے پاس، امت دعوت کے پاس، کہیں کے ہو، کسی طبقے کے ہوں، تمام مرد، عورتیں اور بچے اگر ان کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ ہیں، اور کائنات کا کوئی ذرہ بھی ان کے پاس موجود نہ ہو، نہ کھانے کو روٹی ہو، نہ پہننے کو کپڑے ہوں، نہ رہنے کو جھونپڑی ہو۔ لیکن اللہ کی قسم وہ قوم جس کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ کامل موجود ہوں گے وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔ اور جس کسی کے پاس، اگر کسی قوم کے پاس، کسی ملک والوں کے پاس فرعون کی سلطنت ہو، قوم نوح کی اکثریت ہو، قوم سبا کی زراعت ہو، قوم عاد و ثمود کی صنعت ہو، قارون کی دولت ہو، شداد کی جائدادیں

ہوں، لیکن ان کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ نہیں ہیں۔ اللہ کی قسمیہاں بھی ذلیل ہوں گے اور وہاں بھی ذلیل ہوں گے۔ یہ قطعی فیصلہ ہے قرآن کریم کا ''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً'' قطعی یقینی اور مؤکد وعدہ ہے اللہ ﷻ کا۔ جس کسی کے پاس عمل صالح موجود ہوں اور وہ ایمان والا ہو، عورت ہو، مرد ہو، بوڑھا ہو، جوان ہو، کمزور ہو، پڑھا لکھا ہو، اَن پڑھ ہو۔ لیکن ایمان اور اعمال صالحہ موجود ہوں اللہ کا قطعی فیصلہ ہے ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً'' لام بھی تاکید کا اور نون ثقیلہ بھی تاکید کا، یہ شد والا نون، ضرور بصد ضرور کامیاب اور پاکیزہ ترین زندگی عطا فرمائیں گے۔

اور پاکیزہ زندگی کی تعبیر یہی کی جاسکتی ہے اور اس کی پاکیزگی کی مثال کسی اور چیز سے نہیں سمجھائی جاسکتی۔ یہاں اللہ ﷻ ان کو جنت کی سی طرح کی زندگی عطا فرمائیں گے اور مرنے کے بعد جنت کی زندگی عطا فرمائیں گے۔ جیسے مدینے والے، مدینہ ایک بستی ہے جہاں تمہاری کائنات کی کوئی چیز نہیں، ایک بھی پکا مکان نہیں ہے، صرف جھونپڑے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی کا پکا مکان نہیں، جھونپڑے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ جیسے سینکڑوں ہیں، جن کا کوئی گھر بھی نہیں ہے، جھونپڑا بھی نہیں ہے۔ لیکن ایمان اور اعمال صالحہ سے ہر مرد وعورت بھرپور ہے، کامل ایمان موجود ہے، اخلاص سے بھرپور اعمال موجود ہیں۔ سید الکونین ﷺ کے طریقہ کے مطابق کئے ہوئے اعمال موجود ہیں، اخلاق آخری درجے کے موجود ہیں، کامل ترین ایمان صالحہ موجود ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ ﷻ نے ان کو یہاں بھی جنت کی سی زندگی عطا فرمائی تھی، اور وہاں بھی جنت کی زندگی عطا فرمائی۔ اور ان کی یہاں بھی جنت تھی، مدینہ کی زندگی اللہ کی قسم جنت کی زندگی تھی، اس لئے کہ جیسے جنت میں کسی کو کسی سے

حسد نہیں ہوگا، کسی کو کسی سے بُغض نہیں ہوگا، ہر ایک کو دوسرے سے پیار ہوگا، اور پیار بھی ایسا کہ جس پیار کو یہاں سمجھایا بھی نہیں جاسکتا، کسی باپ کو اپنے بیٹے سے، کسی ماں کو اپنی بیٹی سے، کسی بھائی کو اپنے بھائی سے، کسی محب کو اپنے محبوب سے اتنی محبت نہیں ہوسکتی، جتنی کہ ہر جنتی کو ہر جنتی کے ساتھ ہوگی۔ یہ محبت بھری زندگی وہاں ہے۔ جنت کی، اصل اور بنیادی چیز کوئی کسی کی بگاڑنے والا نہیں ہے، پوری جنت میں کوئی کسی کی بگاڑنے والا نہیں ہے۔ اور بقول مولانا محمد یوسف صاحب ﷫ کے کہ اگر مدینہ کی آبادی اگر فرض کر لی جائے کہ دس ہزار تھی تو ہر ایک کو نو ہزار نو سو ننانوے آدمی کی حمایت حاصل تھی۔ جس کی نو ہزار نو سو ننانوے آدمی بنانے والے ہوں اس کی کون بگاڑ سکتا ہے، اس کی زندگی کیسے بگڑ سکتی ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ مدینہ ایک شہر ہے، صرف ایمان اور اعمال صالحہ ہیں تمہاری کائنات میں سے صرف مکانوں کا میں نے ذکر کیا ہے۔ مکان بھی نہیں، چھپر ہیں۔ اللہ کی قسم پہننے کو کپڑے نہیں ہیں۔ اصحاب صفہ کہتے ہیں کہ ہم نے لُنگی میں بھی زندگی گزاری ہے۔ پہننے کو کُرتا تو کیا، بنیان بھی نہیں تھی۔ تین، تین دن کے فاقے، پانچ، پانچ دن کے فاقے، گھر بھی خالی پیٹ بھی خالی، بدن بھی خالی، کسی کے پاس نہ زیور ملتا ہے، نہ سرمایہ ملت ہے، لیکن اتنی چین کی زندگی، اتنی راحت کی زندگی، اتنی بے خوفی کی زندگی، اتنی اطمینان اور سکون کی زندگی ہے کہ یہ جنتیوں کو حاصل ہوگی، بالکل مدینہ کو حاصل تھی۔

اعمال صالحہ پر پہلا انعام سکونِ قلب ہے

لکھا ہے کہ جب آدمی کوئی عمل صالح کرتا ہے، تو اس عمل صالح کی برکت

سے سب سے پہلا انعام اللہ کی طرف سے اس کو دل کا سکون ملتا ہے، وہ دل کا سکون اگر آدمی کو ساری کائنات مل جائے، اس کائنات کے سارے خزانے مل جائیں، اللہ کی قسم سکون نہیں ملے گا۔ لیکن ہر عمل صالح پر سکون مل جاتا ہے، جس وقت اس عمل صالح کو کیا جائے یہ سب سے پہلا اللہ کا انعام ہے، اور ابدی انعام ہے، اور ایسا انعام ہے کہ کبھی چھینا نہیں جاتا ہے۔ سوائے اس کے کسی اپنی غفلت سے معصیت ہو جائے، اس میں کمی آجائے، یا وہ غائب ہو جائے گی کچھ وقت کے لئے۔ وگرنہ وہ سکون ہمیشہ کے لئے مل گیا، چھینا نہیں جائے گا، واپس نہیں لیا جائے گا۔ اور سب سے بڑا انعام ہے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں ہے۔ اگر آدمی کے پاس پوری کائنات ہو، اور دنیا کے سارے سامان موجود ہوں، لیکن دل کا سکون نہ ہو، تو یہ اس میں کوئی مزا ہے؟ جھونپڑے میں ہو، گرمی میں ہو، سردی میں ہو، جس حال میں بھی ہو، لیکن اسے سکون حاصل ہو، تو کسی حال میں آدمی پریشان نہیں ہوتا، ہر حال میں سکون ہی سکون رہتا ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ تکلیفوں کے وقت آپ اندازہ کریں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے، کہ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے، جو کہ پریشانی کی جگہ ہے ایسی تنگ جیل تو اور کوئی نہیں دیکھی جاتی، لیکن یونس علیہ السلام صرف لغزش کی وجہ سے تو پریشان ہوئے اور '' **لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** '' پڑھا لیکن جو سکون ان کو حاصل ہے وہاں بھی، وہ کائنات میں کسی کو حاصل نہیں۔ اس لئے کہ اس حال میں بھی آدمی ایمان اور اعمال صالحہ پر ہو، تو قطعاً اس حال میں بھی پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

(بھائی عبدالوہاب صاحب کا رقعہ آیا ہے کہ زور نہ لگائیں، میں زور نہیں لگا رہا۔ یہ سپیکر زوردار ہے، لوڈ سپیکر کو انہوں نے میری کمزوری کی بنا پر زوردار بنایا ہے

میں واقعی گفتگو کر رہا ہوں سیدھی سیدھی۔ اور پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ، اللہ مدد فرمائیں گے۔)

ایمان اور اعمال صالحہ واحد سبب ہیں دنیا اور آخرت میں کامیابی کا، کسی چیز کے محتاج نہیں۔ نبی کا کمال ہے، وہ آکر دنیا میں مال سے زندگی نہیں بناتا نہ اپنی، نہ لوگوں کی دنیا میں آکر حکومت سے زندگی نہیں بناتا، اور زراعت سے زندگی نہیں بناتا ہے، لوگوں کی وہ صنعت سے زندگی نہیں بناتا، وہ ایمان اور اعمال صالحہ سے زندگی بناتا ہے۔

واقعی دنیا کی سب سے افسوس ناک بات ہے کہ یہ اُمت مسلمہ سیدالکونین ﷺ کی اُمت اور اُمت دعوت کائنات میں صرف عبادات کرنے کے لئے نہیں بھیجی گئی ہے، بلکہ عالَم میں اللہ کی عبادت کو اور خلافت کو قائم کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی نائب نہیں، بلکہ سیدالکونین ﷺ کی نائب ہے۔ اسے پورے دین کو پوری دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہ اُمت ہر چیز کی قدر جانتی ہے، یہ ایٹم بم کی طاقت کو بھی جانتی ہے، یہ دولت کی طاقت کو بھی جانتی ہے، یہ حکومت کی طاقت کو بھی جانتی ہے، یہ وہی چیزیں جانتی ہے، جو یہودی جانتے ہیں، عیسائی جانتے ہیں، یہ تو ہر کافر جانتا ہے۔ ان کی طاقت کو جانتے ہیں، کہ ان سے زندگی بن جائے گی۔ اگر حکومت سے زندگی بنتی اور کامیابی ملتی، تو فرعون کی زندگی بننی چاہئے تھی، اللہ نے یہاں بھی ذلیل کیا ہے اور وہاں بھی ذلیل کرے گا۔ حکومت سے زندگی نہیں بنتی ہے، حکومت آخری درجے کی رسوائیوں کا سامان ہے۔ جیسے فرعون ہے، نمرود ہے، شداد ہے، حکومت زندگی بننے کا سامان نہیں ہے۔ خلافت زندگی بننے کا سامان ہے۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس تھی، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

کے پاس تھی، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ نبی اس بنا پر ان چیزوں سے زندگی نہیں بناتے ہیں، بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ سے زندگی بنا کر دکھاتے ہیں۔ اس کی بات نہیں کرتے، ہمارے طرح سے جو ہم نے شروع کر رکھی ہیں۔ بلکہ ان کی زندگی بناتے ہیں جن کے پیچھے ان کی زندگی لگتی ہے۔ ان کی خلافت بھی ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ، ان کی اجتماعی زندگی بھی ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ، ان کے آپس کے تعلق بھی ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ۔

تمام فتوحات ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ ہوئیں

ان کی بدر کی فتح بھی ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ۔ اسلحہ نہیں ہے، تعداد نہیں ہے، ایمان اور اعمال صالحہ ہیں، بدر کی فتح ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ، احد ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ، اور تمام جتنے بھی میدان ہیں تمام کے گننے کی یہاں نہ ہمت اور نہ ہی وقت۔ لیکن ایمان اور اعمال صالحہ سے فتح ہوئے ہیں۔ فتوحات بھی انہی سے، عزتیں بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے قوت اور رعب بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے۔

امّاں جان اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہی زندگی گزاری جس کا اماں جان نے بیان کیا ہے، کہ ہمارے گھروں میں، ہم نے تین تین چاند دیکھے ہیں، گھروں میں آگ تک نہیں جلی ہے، تین چاند دو مہینے ہوتے ہیں۔ بھانجے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ عرض کرتے ہیں کہ خالہ جان! پھر گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ جواب میں اماں جان کہتی ہیں کہ گزارہ یوں ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اشراق کے بعد، آ کر پوچھا کہ

عائشہ! کچھ کھانے کو ہے؟ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کچھ نہیں ہے۔ فرمایا بہت اچھا، میرا روزہ ہے، میں روزے کی نیت کرتا ہوں۔ اماں جان کہتی ہیں کہ اچھا آپ کا روزہ ہے، تو ہمارا بھی روزہ ہے، ہم نے بھی روزے کی نیت کر لی۔ دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ حضور ﷺ تشریف لائے آ کر پوچھا، کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہے، آپ تشریف رکھیں۔ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں، اندر سے پانی لے آئی، کھجوریں لے آئی، چند کھجوریں حضور ﷺ نے کھالیں اور چند کھجوریں میں نے کھالیں، اور اوپر سے پانی پی لیا، بس کام ختم ہو گیا۔ بس روٹی کا مسئلہ اتنا ہی تھا۔ یہ زندگی ہے، حالات ظاہر کے اعتبار سے یہ ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ابتدائی زندگی تھی مدینے کی، نہیں، ابتدائی زندگی نہیں، از اوّل تا آخر سارے دن یونہی گزرے ہیں۔ اس لئے کہ اماں جان کہتی ہیں کہ جس دن حضور ﷺ کا انتقال ہوا ہے، اس رات میرے گھر میں جلانے کے لئے تیل نہیں تھا، روشنی کرنے کے لئے تیل نہیں تھا، میں پڑوسن کے گھر سے تیل مانگ کر لائی تھی، قرضے کے طور پر۔

صحابہ کرامؓ کی اقلیت کے باوجود بڑے بڑے ملکوں والے ان کا مقابلہ نہ کر سکے

یہ زندگی ہے ظاہر کے طور پر اور تھوڑی سی تعداد ہے، ایک چھوٹی سی اقلیت ہے۔ بڑے بڑے ملک چین اس وقت بھی موجود تھا، ہند اس وقت بھی موجود تھا، روم اس وقت بھی موجود تھا، فارس اس وقت بھی موجود تھا، حبشہ اس وقت بھی موجود تھا۔ ایک دفعہ رومیوں نے چین کو لکھا کہ یہ امت اٹھ رہی ہے، اور بہت زوروں کے ساتھ اٹھ رہی ہے، اور بڑھتی جا رہی ہے، اور ہم اس کے سامنے بند باندھنا چاہتے ہیں، روکنا چاہتے ہیں، مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، اس قوت کو توڑنا چاہتے ہیں، بشرطیکہ تم ہماری

فوجی امداد کرو، چین سے فوجی امداد مانگی۔ چین نے جواب میں ان کو لکھا، کہ ہم اتنی بڑی فوجی مدد کر سکتے ہیں، کہ فوج کا آخری حصہ چین میں ہو، اور پہلا حصہ روم میں ہو، اور بھیجنے کو تیار بھی ہیں۔ لیکن ایک بات تمہیں بتادیں کہ یہ امت جو آگے بڑھ رہی ہے، یہ اندر سے آگے بڑھ رہی ہے، باہر سے آگے نہیں بڑھ رہی۔ اندر سے بڑھنے والی قوم کو باہر کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ایمان اور اعمال صالحہ سے بڑھ رہے ہیں، یہ باہر کی طاقت سے نہیں بڑھ رہے، کہ تم باہر کی طاقت سے مقابلہ کرو، ان سے۔ چین نے مقابلہ نہیں کیا اس لئے کہ وہ خالق سے مقابلہ ہے، اور مخلوق اور خالق کا کیا مقابلہ۔ ابوجہل نے میدان بدر میں کہا تھا کہ اگر ہماری لڑائی ان سے ہے جو سامنے ہیں، تو وہ تین سو تیرہ تھے، اور وہ بھی جن کے پاس نہ اسلحہ ہے نہ سواریاں کچھ کے پاس اسلحہ اور کچھ سواریاں اور اسلحہ بھی پرانا۔ اور ان کے پاس جدید ترین اسلحہ، اور ظاہری طاقت کے اعتبار سے، حربی طاقت کے اعتبار سے نہایت تجربہ کار لوگ، سارے مکے والے تھے، ایک ایک آدمی پانچ سو کا مقابلہ کرتا تھا۔ لیکن فتح کس کی ہوئی؟ انہی کی ہوئی جن کے ساتھ اللہ تھا، جن کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ تھے۔

بہرحال ایک بات یہ کہی یہ زندگی، جس راستے پر ہم چل رہے ہیں، اللہ کی قسم یہ راستہ اُلٹا ہے، یہ غلط راستہ ہے، کہ مال سے زندگی بن جائے گی، حکومت سے زندگی بن جائے گی، اللہ کی قسم یہ یہودیوں کا راستہ ہے اور حضور ﷺ پیشن گوئی فرما چکے ہیں کہ یہ امت یہودیوں کے قدم بقدم چلے گی، جو غلط کام انہوں نے کئے، جتنا غلط انہوں نے سوچا، اتنا وہ غلط یہ امت سوچے گی، یہاں تک کہ اگر انہوں نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہے یہ امت بھی کرے گی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے یہ پہلے متنبہ کر گئے ہیں۔ پڑھتے ہو۔

جب صراطِ مستقیم کی دعا پڑھتے ہیں تو اس کے مطابق عمل بھی کریں

ہر رکعت میں پڑھتے ہو، یہ صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہے وہ سورت فاتحہ ''**اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ**'' اے اللہ ہمیں فلاح دیدے فلاح ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہے، کون؟ انبیاء، صدیقین، شھداء، صالحین، ان کے راستے پر چلا، **غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ**'' سو فیصد مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاری ہیں۔ یا اللہ یہود و نصاری کے راستے پر نہ چلا یہ گمراہ ہیں، اور جن پر تیرا غضب نازل ہوا، قہر نازل ہوا، اور یہ یہود و نصاری ہیں، ان کے راستے پر نہ چلا۔ جب یہ پڑھتے ہو تو اس کو کرو بھی تو صحیح، ہم تبلیغ میں اتنی بات کہہ رہے کہ اللہ کے واسطے اپنے نبی ﷺ کے راستے پر چلو، یہ غلط راستہ چھوڑ دو، سوچ اپنے نبی ﷺ والی بناؤ، یقین اپنے نبی ﷺ والا بناؤ، اعمال اپنے نبی ﷺ والے بناؤ، جس راستے پر نبی ﷺ چلے۔ اور نبی کا راستہ دعوت ہے ''**قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ**'' اپنا راستہ چلو، غلط راستہ اپنے آپ چھوٹ جائے گا، اپنے نبی ﷺ کے راستے پر چلو گے اس راستے پر یہودیت نصرانیت بالکل نہیں آتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے راستے کے قریب نہیں آنے دیا یہودیت اور نصرانیت کو۔

یہاں تک کہ جو مدینہ طیبہ پہنچے، یہاں یہود کافی تھے، اچھی خاصی ان کی بستی تھی، معلوم یہ ہوا کہ محرم میں یہودی رزہ رکھتے ہیں۔ دس محرم کا یہ روزہ مسلمانوں کے ہاں بھی رائج تھا۔ اس لئے کہ یہ دن اس میں اللہ ﷻ نے موسی علیہ السلام کو فتح عطا فرمائی تھی، ''**وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ**'' دشمن غرق ہو رہا تھا اور یہ

بنی اسرائیل کنارے کھڑے دیکھ رہے تھے، تماشہ دیکھ رہے تھے، یہ چوہوں کی موت مر رہے تھے۔ اس فتح کی خوشی میں، کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب کیا اور فرعون کو غرق کیا، روزہ رکھا کرتے تھے دس محرم کا۔ اس لئے کہ مسلمانوں سے پہلے جو امتیں تھیں انبیاء کرام علیہم السلام کے دین پر تھیں ان کی جو خوشی ہوتی تھی وہ اسی انداز کی ہوتی تھی عبادت کے انداز کی ۔ جیسے ہماری عید، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم یہودیوں سے زیادہ مستحق ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں شامل ہوں، ان کی فتح ہماری فتح ہے، انہوں نے بھی روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ جب مدینہ پہنچے تو دیکھا کہ یہودی روزہ رکھ رہے ہیں، ارشاد فرمایا ان کی تو روزہ رکھنے میں بھی مخالفت کرنی ہے۔ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو ایک کی بجائے دو روزے رکھوں گا، تاکہ ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو، اور ارشاد فرمایا ''**مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ**'' جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔ اپنے نبی کے راستے پر آ جاؤ، اور اس غلط کو چھوڑ و۔ بلکہ انتہائی افسوس ناک قضیہ ہے، کہ ہم باہر کی چیزوں کی طاقت کے بھی قائل ہیں، قیمت کے بھی قائل ہیں، لیکن اپنی طاقت کے قائل نہیں ہیں۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے اعمال سب سے زیادہ طاقت ور ہیں

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اطہر سے نکلنے والے تمام اعمال، ہر عمل اللہ کی قسم اتنا طاقتور ہے کہ کسی ایٹم میں اتنی طاقت نہیں۔ اور وہ بڑے بڑے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے نکلنے والے اعمال، اسی طرح تمام اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے نکلنے والا عمل ہے، اخلاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے نکلنے والا عمل ہے، دل کے عمل کا اتنا ہی وزن ہے جتنا دل کو تمام جسم پر افضلیت اور قوت حاصل ہے۔ لیکن

مشاہدے میں آیا ہوا ہے کہ یہ تو قرآن میں ہے حضور ﷺ نے انگلی سے اشارہ فرمایا چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ (ہو گیا نہ بھئی) یہ کوئی تماشا نہیں دکھلانا تھا انسانیت کو۔ قیامت تک آنے والی انسانیت کو بتلانا تھا کہ حضور ﷺ کی انگلی کا اشارا اتنا قیمتی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے۔ پھر باقی اعمال، یہ تو ایک انگلی کا عمل ہے، حضور ﷺ کے دل کے سارے اعمال، بدن سے نکلنے والے اعمال، اتنے عظیم ہیں کہ ان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں۔ اس بنا پر کہتے ہیں وجہ یہ ہے ہمارا سارا وقت باہر کی طاقتوں کو دیکھنا، باہر کی طاقتوں کو پڑھنا، سوچنا، اسی کے اندر اپنا تن، من، دھن لگانا، دن اسی میں گزارنے، راتیں اسی میں گزارنی، انہی کو سوچنا ہے، انہیں کو دیکھنا ہے، انہیں کے لئے چلنا ہے، انہی کے لئے پھرنا ہے، انہی کے لئے بھاگنا ہے، انہی کے لئے سونا ہے، انہی کے لئے جاگنا ہے، سارا بدن انہی کے لئے استعمال ہو رہا ہے، ان کی عظمت دل میں بیٹھ گئی ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ تھوڑا سا اللہ کی ذات کے واسطے مان جایئے۔ اپنے نبی ﷺ کے تذکرے شروع تو کرو، تم نے کتنا وقت لگایا ہے، ان باہر کی چیزوں کو اپنے ساتھ لگانے کے لئے، یہ خود نہیں آپ کو چمٹ گئی ہیں آپ نے خود ان کو اپنے اندر ڈالا ہے۔ ان خدا کی عظیم نعمتوں کو برباد کیا ہے ہم نے۔ انہی باہر کی چیزوں کو استعمال کیا۔ انہی باہر کی چیزوں کو دیکھا انہی باہر کی چیزوں کو سوچا، انہیں باہر کی چیزوں کو کہا، ہاتھوں کو انہی باہر کی چیزوں میں استعمال کیا، یہ اندر داخل ہو گئیں، دل بھرا ہوا ہے انہی سے۔ نبی کی لائی ہوئی چیزوں کی دل کے اندر جگہ ہی نہیں ہے۔ یہ ناجائز قابضین ہیں جب تک یہ باہر نہیں نکلیں گے، اس وقت تک اندر جگہ نہیں بنے گی۔ اور صورت اس کی یہ ہے کہ ان کاموں کو جتنے ہم کر رہے ہیں، ان سے اپنے آپ کو نکالیں، نماز کی

صورت اختیار کریں۔ نماز پہلا فریضہ ہے زندگی کا۔ پہلی بنیاد ہے اس لئے کہ نماز صرف اوپر، نیچے ہونے کا نام نہیں ہے۔ نماز کا معنی یہ ہے کہ جس وقت اللہ کا حکم سامنے آئے، اللہ کا بلاوا آئے، اللہ کی طرف بلانے والے کسی حکم الٰہی کی طرف بلائے، تو اپنا سب کچھ چھوڑ دو، نماز کے وقت میں۔ نماز صحیح اور پوری وہی پڑھ سکے گا جو سب کچھ چھوڑے گا، گھر میں ہے گھر چھوڑے، دکان میں ہے دکان چھوڑے، کہیں بھی ہے، تجارت میں ہے، عدالت میں ہے، سب چھوڑو۔ جب تک تم میں اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے تمام چیزیں چھوڑنے کی ہمت پیدا نہیں ہوتی تو آدمی میں احکام الٰہی کو پورا کرنے کی استعداد ہی پیدا نہیں ہوتی، سب کچھ کو چھوڑو، اور جب چھوڑ کر نکل آؤ۔ پھر یہ ان کا چھوڑنا کافی نہیں ہے ان کا خیال بھی چھوڑو، اور جب مسجد پہنچو، تو ان سے خالی پہنچو، مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ان کا خیال بھی چھوڑ دو۔

اور اماں کا خیال کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے لیکن نماز میں نہ ابا کا خیال آئے نہ اماں کا، بچوں کا خیال کرنا، بیوی کا خیال کرنا جنت میں جانے کا سامان ہے، لیکن جب نماز میں آئے تو ان کا خیال لانے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ متعین کر دیا۔ ''**اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ**'' تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی، تو کم از کم یہ ہو کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ اس نماز میں سب کچھ چھوڑو، یہ بھی سیکھنا ہے، اور سب کچھ کا خیال چھوڑنا سیکھنا ہے، اور یہ نہ سمجھو کہ میں حالات کی بات کر رہا ہوں، یہ فرائض کی بات ہے۔ اور یہ نفس کا دھوکہ ہے کہ ہم نہیں کر سکتے اگر ہم نہ کر سکتے تو اللہ ہمیں اس کا مکلف نہ بناتے۔ ''**لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**'' یہی معنی ہے اگر تمہارا نفس تمہیں یہ کہے کہ تمہاری وسعت میں نہیں ہے، تو یہ نہیں کر سکتا ہے۔ تو کہہ،

جھوٹ بولتا ہے، کسی بھی حکم الٰہی کے معاملہ میں، تو باہر نہیں جا سکتا، تو چار مہینے نہیں لگا سکتا، تو دین نہیں سیکھ سکتا، تو نماز نہیں پڑھ سکتا، تو روزہ نہیں رکھ سکتا۔ تو اس کے جواب میں کہو کہ تو جھوٹ بولتا ہے اگر میں نہ کر سکتا تو اللہ ہمیں اس کا حکم نہ دیتا، روزہ، حج جن چیزوں کا اللہ نے مکلف بنایا ہے، تب ہی بنایا ہے، جب وہ کر سکتا ہے۔ اس بنا پر یہ نہیں ہو سکتا، یہ کیسے کروں جی نہیں چاہتا ہے۔ بھائی نماز پڑھنے کو دل چاہتا ہے، مگر پڑھ نہیں سکتا۔ بالکل پڑھ سکتا ہے محض دھوکہ ہے۔ یہ سارے اعمال اختیاری ہیں، اللہ نے آدمی کو اختیار دیا ہے، یہ سب اختیاری اعمال ہیں۔ ہر قیمت پر کرنا ہے، جو نقصان ہوتا ہے، جو تکلیف ہوتی ہے، اسے برداشت کرو، سردی برداشت کرو، کوئی اور تکلیف ہو برداشت کرو، پڑھنا ہے، حکم الٰہی ہے، اسے پورا کرنا ہے، دین اسی کا نام ہے۔ اور آدمی کی حیثیت اسی وقت بنتی ہے کہ جب اپنے کام چھوڑ کر اللہ کا کام کرے۔ یہ جو ہم نے بچے بچائے کو دین پر ڈالا ہوا ہے، جو ہم کھانا پکائیں اس میں سے جو بچ جائے وہی ابا جی کا، دادا جی کا۔ اس سے بڑی بداخلاقی کیا ہوگی نہیں، پہلے اُن کا جو بچ جائے وہ ہمارا۔ میرا مال، میری جان اللہ کے لئے ہے، جو اس کام سے، اللہ کے کام سے بچے گا وہ میرے لئے، میرے بچوں کے لئے۔ جو اُدھر سے بچے وہ اِدھر آئے، یہ نہیں کہ اِدھر کا بچا ہوا اُدھر جائے۔ اور اگر یہ ہمارا یہی رویہ رہا، ہلکی سی سیدھی سیدھی بات کر رہا ہوں۔ جو ہمارا رویہ ہے، وہ انتہائی خطرناک ہے، یہ اللہ کے قہر کو دعوت دینے والی بات ہے۔ یہ کرنا بھی خود قہر کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اللہ بلا رہا ہے، دو آدمی بلائیں شادی پر، ایک ہی وقت ہے، جو بڑا آدمی ہے اس کی دعوت پر جائے گا۔ اگر اللہ کی دعوت ہے اللہ کہتے ہیں اِدھر آؤ، اور بیوی کہتی ہے اِدھر آؤ، بیٹا کہتا ہے اِدھر آؤ، دکان کہتی ہے اِدھر آؤ، ملازمت کہتی ہے اِدھر آؤ۔ اِدھر آتا ہے یا اُدھر جاتا ہے۔ مجھے

ہر قیمت پر اللہ کی بات ماننی ہے، جب تک اللہ کے ساتھ یہ انداز اختیار نہیں کیا جاتا سوچ کے اعتبار سے، اور عمل کے اعتبار سے، اس وقت تک اللہ کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس بنا پر مجھے اس وقت میں اختصار کے ساتھ ایسے انداز کے ساتھ بات کرنی ہے۔ جو میں بھی نبھا سکوں اور آپ کو بھی یاد رہ سکے۔ اس حال کو پیدا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ جو میں کہہ رہا ہوں، کہ اللہ ﷻ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کا وزن

اور ہمارے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک عمل کا اتنا وزن ہو کہ ہم آسمان اور زمین سے زیادہ اسے قیمتی سمجھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی نماز یہ سب سے بڑا عمل ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے نکلا ہے۔ اس کے اندر کا عمل، نماز کے اندر کا علم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دماغ سے نکلا ہے۔ اس کے اندر کا یقین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب سے نکلا ہے، اس کے اندر کا دھیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب سے نکلا ہے، اس کا سجدہ سر سے نکلا ہے اور ناک سے نکلا ہے، اس میں جو پڑھا جاتا ہے اس کو سننا، اس پڑھے ہوئے کو سننا اپنے کانوں سے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان اطہر سے نکلا ہوا عمل ہے، اس کے ہاتھوں کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کا عمل ہے۔ نماز میں کھڑا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پیروں کا عمل ہے۔ اللہ کی قسم یہ اتنے عظیم عمل ہیں کہ ایک ایک عمل پر کل کائنات قربان کی جاسکتی ہے۔ کل کائنات کی وہ قیمت نہیں جو ایک ایک عمل کی قیمت ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ یقین ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی صرف

ایمان اوراعمال صالحہ سے ملے گی، اوراس کے ساتھ جب یہ صورت بن جائے تو پورا عالَم امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ حضور ﷺ نے خودفرمایا کہ اگرتم میری اس بات پر آجاؤ جو میں کہتا ہوں، تو ایک وقت اآئے گا، تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ جب حضور ﷺ والے اعمال اختیار کروگے، اورتمام کےتمام اعمال کوصحیح طور پرسنبھال لوگے، ایمان کو بھی اوراعمال کوبھی، تو ہوگا یہ، اس وقت میں ایسا امن وامان ہوگا۔ کہ نہ صرف تمہیں سکون ملے گا، بلکہ درندوں کوبھی ملے گا، دشمنوں کوبھی سکون ملے گا، ہرایک کی عزت محفوظ ہوگی، ہرایک کی جان محفوظ ہوگی، ہرایک کا مال محفوظ ہوگا۔ (اِس وقت کائنات میں عدم تحفظ ہے۔) یہ جنت کی زندگی ہے کہ ایک عورت یمن سے چلے گی، حسین ترین عورت، زیور سے لدھی ہوئی عورت، اکیلی مکے سے یمن چلی جائی گی اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ زندگی ایمان اوراعمال صالحہ اورحضور ﷺ کے راستے پرچل کرہوسکتی ہے۔ اوراس کا طریقہ مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے، ایک مرتبہ نہیں ایک کروڑ بارقسم کھا کرکہا جاسکتا ہے کہ میرے نبی ﷺ نے تو کسی مشکل کام کو ہاتھ ڈالا ہی نہیں ہے، کہ میری امت کے لئے مشکل نہ ہوجائے، آسان، لیکن بدقسمتی ہماری کہ مشکل پسند ہوگئے ہیں، کہ آسان مشکل اورمشکل آسان معلوم ہوتا ہے۔

میں نے ایک دن مجلس نکاح میں بیان کیا، میں نے اماں جان حضرت عائشہ ؓ اورحضرت فاطمۃ الزہراء ؓ کا نکاح اس کو بیان کیا، کہ یوں نکاح ہوا تھا کہ اس میں نہ بارات ہے، نہ سواریاں ہیں، نہ گھوڑے ہیں، نہ جہیز ہے، کوئی چیزنہیں ہے۔ لیکن اب ان میں کچھ یہودیوں کا ہے، کچھ نصرانیوں کا ہے، کچھ ہندوؤں کا ہے۔ حضور ﷺ کا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کو میں نے بیان کیا ہے، تو مجمع قریب تھا، میں

نے پوچھا کہ ایک بات بتاؤ، سچی، ایمان داری کے ساتھ، کہ یہ آسان ہے کہ نہیں؟ سو فیصد نے آواز سے کہا کہ بالکل آسان ہے۔ میں نے کہا کہ کرلو گے؟ کہنے لگے بہت مشکل ہے۔ یہ ہمارا دین کے ہر معاملے کے ساتھ معاملہ ہے دین کا ہر معاملہ بڑا آسان ہے۔لیکن جب کہتے ہیں کرلو گے؟ تو کہتے ہیں بڑا مشکل ہے۔حضور ﷺ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اگر وہ طریقہ اختیار کرلیں تو وہ بہت آسان ہے۔حضور ﷺ اور تمام انبیاء کریم علیہم السلام نے سب سے پہلے امت کو ایمان سکھایا ہے۔اس لئے سب سے پہلے ہر ایک کو ایمان سکھاؤ اور ایمان سیکھو۔

دل پھیرنے کی بات ہے

جب تک امت میں ایمان نہیں آجاتا جب تک دل نہ پھر جائے کسی چیز سے آدمی اس کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔جس کے لئے دل پھر جائے اس کے لئے سب کچھ چھوڑ سکتا ہے، قربان کرسکتا ہے۔اس لئے پہلے دل پھیرنے کی بات ہے۔ ایمان مخلوق سے خالق کی طرف دل پھیرنے کا نام ہے۔آدمی کا دل مخلوق سے خالق کی طرف پھر جائے۔اللہ کی ذات پر یقین، اللہ کی صفات پر یقین آجائے۔آدمی صحیح معنوں میں آدمی بن جاتا ہے، دنیا سے معصیت کو ختم کرنے کا سامان ہے۔یہ نہیں ہے، جو تم سمجھ رہے ہو، جو یہود و نصاری کو کرتے دیکھا، وہ ہم نے سمجھا کہ واحد علاج ہے اس کا۔یہ پولیس علاج نہیں ہے اس نے اب کیا کر دکھایا ہے؟ دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ پولیس ہے۔اپنی تربیت کے لحاظ سے بھی اور وسائل کے اعتبار سے بھی، انگلینڈ کی بھی دیکھی ہے اور امریکہ کی بھی تم نے دیکھی ہے، اور ہم نے بھی دیکھی ہے، لیکن سب سے زیادہ جرائم پیشہ وہی ہیں، کہیں دنیا میں جرائم نہیں جتنے وہاں ہیں۔

اور مدینے نے ایمان کے ساتھ جرائم کو ختم کیا ہے۔ دل میں یقین پیدا ہو اللہ کی ذات پر یقین کہ اللہ دیکھ رہا ہے اللہ سن رہا ہے، اللہ جانتا ہے۔ سمیع ہے، علیم ہے، بصیر ہے یہ امہات الصفات ہے۔ اگر ان کا یقین اللہ ﷻ نصیب فرمادیں تو بقیہ ساری صفات کا یقین آسان ہے۔ قیامت پر یقین، جسے یہ یقین ہو کہ مجھے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دینا ہے، وہ ایسے زندگی گزارے گا؟ جیسے ہم گزار رہے ہیں۔ یوں نہیں ہوا کرتا ہے، جسے حساب دینا ہو وہ بے حساب نہیں پھرا کرتا ہے۔ یقین نہیں رہا ہے۔

اس بنا پر ایمان بالغیب جیسے قرآن کی آیت پڑھی تھی۔ اللہ نے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے ابتدائے قرآن میں۔ یہ کتاب ہے کتاب ہدایت، اس میں صرف انسان کو زندگی گزارنا سکھایا گیا ہے۔ جیسے ہر مشینری کے ساتھ کتاب آتی ہے۔ اس کو کیسے استعمال کرنا ہے۔ دماغ سے کیا سوچنا ہے کیا نہیں سوچنا ہے، آنکھ سے کیا دیکھنا ہے کیا نہیں دیکھنا ہے، زبان سے کیا بولنا ہے کیا نہیں بولنا ہے، کانوں سے کیا سننا ہے کیا نہیں سننا ہے، دل میں کس کا یقین بٹھانا ہے، کس پر یقین کرنا ہے، کس پر یقین نہیں کرنا ہے، کس کو چاہنا ہے، کس کو نہیں چاہنا ہے۔ ہاتھوں سے کیا لکھنا ہے کیا نہیں لکھنا ہے، کیسے تولنا ہے، کیسے ناپنا ہے۔ کیا بیچنا ہے، کیا خریدنا ہے۔ کیا لینا ہے، کیا دینا ہے، قدموں سے کس جانب چلنا ہے، کس جانب نہیں چلنا ہے۔ شرم گاہ کو کہاں استعمال کرنا ہے، اور کہاں نہیں استعمال کرنا ہے۔ قرآن میں یہی ہے۔ قرآن صرف پڑھنے کے لئے نہیں آیا ہے۔ اس کا پڑھنا اس کے عمل کے لئے ہے، یہ کتابِ ہدایت ہے۔ میرے آپ اور ہر ایک کے لئے یہی قرآن ہے۔ آدمی کا سر سے پیر تک اگر قرآن کے مطابق ہو جائے۔ جو قرآن میں یقین ہے وہ ہمارے دل میں ہو، جو قرآن کہتا ہے وہ ہمارے دل میں ہو، قرآن والا یقین ہو، قرآن والے اعمال ہوں، یا یوں کہیئے جو کچھ سید

الکونین ﷺ کے دل میں ہووہی میرے دل میں ہو جوان کے دماغ میں فکر ہے وہی فکر میرے دل میں ہو، اسی طرح میل کھاتی ہوئی زندگی ہو حضور ﷺ سے، قرآنی زندگی وہی ہوتی ہے جو میل کھاتی ہو حضور ﷺ سے اگر حضور ﷺ سے میل نہیں کھاتی تو یہ زندگی اللہ کی قسم زندگی نہیں ہے، یہ بربادی کا سامان ہے اس بنا پر اپنے آپ کو قرآن کے مطابق بنالو، یا اپنے آپ کو حضور ﷺ کے مطابق بنالو، اس لئے کہ قرآن مجید اللہ کی علمی کتاب ہے، اس میں اللہ کا علم ہے اور حضور ﷺ قرآن کا عمل ہیں، جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب پورا پورا حضور ﷺ میں ہے، اور قرآن کی تفسیر حدیثِ پاک ہے، قرآن کی تفسیر وہ نہیں ہے جو ہم سوچیں۔ نہیں، بلکہ وہ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے منقول ہے۔ سب سے پہلا کام ایمان سیکھا جائے اور ایمان سکھایا جائے اور ایمان کیسے سکھایا جائے کتابیں لکھ کر نہیں، کتابیں پڑھ کر نہیں کوئی اور طریقے ایجاد کر کے نہیں، بلکہ ایک ہی بات عرض کردوں کہ جیسے حضور ﷺ نے ایمان سکھایا ہے جو ویسے ہی سکھائے گا ان شاء اللہ وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جو ویسے ہی سیکھے گا وہ کامیاب ہوگا۔ حضور ﷺ نے ایمان سکھایا ہے دعوت کے ذریعے سے۔ جو آیا اسے کہا کہ ایمان کی دعوت دو، آدمی کی فطرت ہے جس چیز کی دعوت دیتا چلا جاتا ہے، اس پر پکا ہوتا چلا جاتا ہے جتنی دعوت دو گے زبان سے آدمی دعوت دیتا ہے۔ جتنی دعوت دو گے اتنی ہی زبان کے راستے سے دعوت اندر جائے گی، جتنا یہ جو خود دعوت دے رہا سب سے پہلے میرے اپنے یہ دونوں کان ہیں، کانوں کے راستے سے ایمان اندر جائے گا۔ جتنا الگ بیٹھ کر اس دعوت کو سوچو گے۔ اتنا ایمان اندر جائے گا، اور مسلسل کچھ وقت تک اس کی محنت کرو، ایمان کی دعوت دو مستقل اور زبان سے دعوت دو کانوں سے سنتے رہو اپنی دعوت بھی سنو اور دوسرا جو دعوت دے رہا ہے اس کی دعوت بھی سنو اپنے اندر لینے

کے لئے، سیکھنے کے لئے، صرف سننے کے لئے نہیں۔ اور ہر چیز سیکھنے سے آتی ہے سننے سے نہیں۔ آدمی سن کے مطمئن ہو جاتا ہے کہ میں نے سیکھ لیا، یہ بڑا دھوکہ ہے جب تک سیکھے گا اور اسے کوئی سکھائے گا نہیں اس وقت تک نہیں سیکھے گا۔ دنیا میں ہر چیز کو سیکھا بھی جا رہا ہے اور سکھایا بھی جا رہا ہے۔ لیکن ایمان، کو قرآن کو، عبادت کو، دین کو کسی چیز کو نہیں سکھا، سکھایا جا رہا۔ اس کو سیکھنے کی ضرورت ہے اور ہر ایک کا سیکھنا فرض ہے، سب سے پہلے ایمان سیکھا جائے اور ایمان کی دعوت دینا شروع کر دو، اور بڑوں، چھوٹوں سب کو ایمان سکھانے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ اگر بڑے، چھوٹے سب ایمان نہیں سیکھیں گے، اتنے تک کام چلے گا نہیں۔ اگر مرد سارے کے سارے ایمان والے بن جائیں بلکہ ایسا کہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) بن جائیں، ایمان کے اعتبار سے اور عورتیں ایمان پر نہ آئیں تو ایمان کو گھر میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔ اور اگر ساری کی ساری عورتیں رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) بن جائیں اور بچے ایمان پر نہ آئے تو شیخ عبدالقادر جیلانی اور رابعہ بصریہ کو اپنا چوکھٹا کسی اور گھر میں لگانا ہوگا۔ گھر میں لڑکے وہی کریں گے جواب کر رہے ہیں۔ اس واسطے تینوں پر بیک وقت محنت کی ضرورت ہے، بچوں کو بھی ایمان سکھاؤ، اور خود بھی ایمان سیکھو، اور عورتوں کو بھی ایمان سکھاؤ۔ اور ایمان کے ساتھ ایمان سیکھنے میں سب سے زیادہ وقت لگاؤ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا سکھانے والا ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے سیکھنے والے ہوں تو تیرہ سال لگتے ہیں، جیسے مکہ میں لگے، یہ دنوں گھنٹوں کی بات نہیں ہے کہ آپ تین دن کے لئے اجتماع پر آ گئے۔ اور ایمان سیکھ لیا ہے، یہ تو ایک ترتیب ہے اس کام پر آنے کی۔ اس کے لئے جان مارنی پڑتی ہے، مکے والی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ سردیاں سہنی پڑتی ہیں، گرمیاں سہنی پڑتی ہیں۔ فاقے برداشت کرنے پڑتے ہیں، گھر کی جدائیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ مائیں اپنے بچوں

کی جدائیاں برداشت کرتی ہیں، بیویاں اپنے خاوندوں کی جدائیاں برداشت کرتی ہیں ،اوراس دعوت کے لئے مارے مارے پھرنا ہوتا ہے۔

بیان حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

(فکرِ اُمت)

خطبہ : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَنْ

تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوا، اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ۔

قابلِ احترام بزرگو، بھائیو اور دوستو! سید الکونین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ مکہ معظّمہ میں تشریف لائے، اور مکہ معظّمہ میں تیرا سال اس طرح سے گزارے کہ آدمی وہاں کے رہنے والے، گردونواح کے رہنے والے اور قریب کے رہنے والے حیوانوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

آدمی کی فطرت ہے جس وقت یہ اپنی ذات کو سامنے رکھ لیتا ہے اپنی قوم کو سامنے رکھ لیتا ہے، یا اپنی زبان کو سامنے رکھ لیتا ہے، اپنے طبقے کو سامنے رکھ لیتا ہے، تو اس کی فکر اپنی بن جاتی ہے۔ اپنی فکر، اپنے بچوں کی فکر، اپنی قوم کی فکر اور نادانی انتہاء درجے کی یہ ہے کہ اسے سمجھا جاتا ہے کہ یہ کمالات میں سے ہے۔ یہ بربادی کا سامان ہے۔

انسان اللہ ﷻ کا خلیفہ ہے۔ کہ اسے دوسروں کی فکر، یا یوں کہیے کہ ایک کلیہ بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ آدمی وہ ہے کہ جو اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی بنائے۔ بنانے کی فکر کرے، بنانا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے بنانے کی فکر کرے۔

دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر کرنا قربِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے

اور یہ سنت اللہ ہے اللہ ﷻ کا طریقہ جاریہ ہے کہ جب کوئی آدمی چھوٹا ہو یا بڑا ہو، پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، غریب ہو، کالا ہو، گورا ہو، کہیں کا ہو، جب یہ دوسروں کی فکر کرتا ہے، دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر کرتا ہے۔ اس کے لئے جو کچھ وہ لگانا پڑے، وہ لگاتا ہے، محنت کرتا ہے، محنت کرنی پڑتی ہے، خلیفہ بننا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اللہ کا خلیفہ ہے جب آدمی اپنا سب کچھ لگا کر وہ سوچتا بھی دوسروں کے لئے

ہے، دماغ بھی اس کا ہے، اسی کے پاس ہے، اللہ نے اس کے قبضہ میں دے رکھا ہے، یہ دماغ اس سے عالَم بھر کے لئے سوچتا ہے، جب دوسروں کی سوچتا ہے، دوسروں کی فکر کرتا ہے، آنکھوں کا دیکھنا بھی خرچ کرتا ہے، دماغ کا سوچنا بھی خرچ کرتا ہے، زبان کا بولنا بھی خرچ کرتا ہے، پیروں کی نقل وحرکت بھی خرچ کرتا ہے، اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے، اپنی اندرونی صلاحیتیں بھی لگاتا ہے، جب یہ دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر میں لگتا ہے، تو اللہ ﷻ سب سے زیادہ اپنا تقرب اس کو عطا فرماتے ہیں، جتنی اللہ کی مدد اس بات پر آتی ہے، اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی بنانے کی یہ سنت اللہ ہے، جیسے عرض کر رہا تھا، کہ جب آدمی دوسروں کی فکر میں لگ جاتا ہے، اور دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، تو اللہ ﷻ اس کی زندگی بھی بنا دیتے ہیں اور اُس کی زندگی بھی بنا دیتے ہیں، جو فکر کرتا ہے، اُس کی زندگی بھی بن جاتی ہے، اور جس کی فکر کرتا ہے اللہ اس کی زندگی بھی بنا دیتے ہیں۔

دوسروں کی فکر نہ کرنا اور صرف اپنی ہی فکر کرنا حیوانیت ہے

اور جب آدمی حیوان بن کر، حیوانیت کا پہلا ظہور یہ کہ آدمی اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا حیوان ہوں، مجھے دوسروں کی فکر ہے یا نہیں۔ اگر دوسروں کی فکر نہیں ہے، تو یہ حیوان ہے، حیوان کے آگے درجے ہیں، گدھے کے درجے کا آدمی، گائے کے درجے کا آدمی۔ فکر ان کی اگر اتنی سی بات اس میں پیدا ہوگئی، کہ کوئی مرے جیئے، اس کو اپنی چیزوں کی فکر اور اپنی ضروریات کی فکر ہوتی ہے، لیکن دوسروں کی فکر نہیں ہوتی، دوسروں کے نہ اس کا رونا ہے نہ اس کا متفکر ہونا ہے، نہ اس کے لئے سوچنا ہے، نہ اس کے لئے کچھ کرنا ہے، اگر یہ صورت بن گئی ہے تو یہ ابتدائی درجے کا حیوان ہے۔

حیوانیت کے درجے

جس وقت یہ ابتدائی درجے کا حیوان بن جاتا ہے اور اسے کسی کی فکر نہیں ہوتی صرف اپنی فکر ہوتی ہے اور اسی فکر میں مگن رہتا ہے سمجھتا ہے کہ سارا کام میرا بن گیا ہے مجھے گھاس مل گئی ہے تو اس وقت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

ابتدائی درجے کا حیوان۔ گائے کے درجے کا حیوان، گدھے کا درجے کا حیوان، پھر چونکہ یہ حیوان ہے اس میں حیوانیت ہے۔ لیکن ادھر خلافت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تو یہ عام حیوانوں کی طرح حیوان نہیں ہے، اس کو شعور بھی اللہ نے دیا ہے، یہ ترقی کرتا ہے، حیوانیت میں ترقی کرتا ہے۔

اور یہی حیوان جو گدھے کی طرح تھا، یا گائے کی طرح تھا، صرف اتنی بات کی یہ دوسروں کی فکر نہیں تھی اپنی فکر کرتا تھا لیکن اس پر رہتا نہیں ترقی کرتا ہے اور ترقی کر کے یہاں پہنچ جاتا ہے، کہ پھر یہ دوسروں کی زندگی بگاڑ کر اپنی زندگی بناتا ہے، یہ کچھ مدت تک اتنا ہی ہے، کہ اپنی زندگی بنانے کی فکر میں ہوتا ہے، اپنے بچوں کی یا اپنے متعلقین کی یا اپنے قریب والوں کی زندگی بنانے کی فکر میں ہوتا ہے۔

لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد یہ ترقی کرتا ہے، اور ترقی اس کی یہ ہے کہ یہ دوسروں کی زندگی بگاڑ کر اپنی بناتا ہے۔ جب تک اس کی ملازمت موجود ہے مجھے ملازمت نہیں ملتی۔ سوچ اس کی یہ ہوتی ہے، یہ حیوان کی سوچ ہے جب تک اس کا عہدہ موجود ہے اتنے تک یہ عہدہ مجھے نہیں ملتا۔ جب تک اس کا مکان نہیں گرتا ہے میرا مکان بڑا نہیں بنتا ہے۔ جب تک اس کا کارخانہ چلتا ہے، میرا کارخانہ اتنے تک نہیں چلتا۔ جب تک اس کی دکان چلتی ہے میری دکان نہیں چلتی ہے۔ اسی لئے یہ

دوسروں کی زندگی بگاڑ کر اپنی زندگی بناتا ہے۔ کچھ مدت تک یہ کرتا رہتا ہے، اس کو چسکا ہے دوسروں کی زندگی بگاڑ کر اپنی بنانا۔

جیسے اپنا سب کچھ لگا کر سب کی بنانا اس کا ایک چسکا ہے اور اس کا ایک لطف اور مزا ہے۔ اور اللہ کی قسم ایسا مزا ہے کہ دنیا میں کیا جنت میں بھی کسی چیز کا اتنا مزا نہیں ہے۔ لیکن جس طرح سے وہ ہے اسی طرح سے اس میں بھی مزا ہے مادی قسم کا کہ دوسرے کی بگاڑ کر اپنی بنانا، خوش ہوتا ہے۔ کہ اس کی بگڑ گئی میری بن گئی۔ کچھ مدت سے اس میں رہتا ہے، لیکن اس میں بھی رہتا نہیں ہے، ترقی کرتا ہے اس لئے کہ یہ باشعور حیوان ہے۔ تو یہ آگے کی ترقی کرتا ہے پھر اس کے اندر یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ میری بنے یا نہ بنے اس سے کوئی واسطہ نہیں رہتا ہے، دوسرے کی بگڑنی چاہئے۔ صرف بگاڑنے میں مزا آتا ہے۔ لیکن پھر اس درجے پر رہتا نہیں ہے۔ پھر اس کو اتنا مزا آتا ہے کہ خون منہ کو لگ جاتا ہے۔

پھر کچھ مدت تک اس پر رہتا ہے اس کے بعد پھر اس کو مزا صرف ایک ہی کام تک رہ جاتا ہے۔ اس کی بگڑے، اُس کی بگڑے اپنی بننے کا بھی کوئی سوال نہیں رہتا ہے۔ بس جب کسی کی بگڑتی ہے، یہ خوش ہوتا ہے، اس کی زندگی بگڑ گئی، اور اللہ ﷻ اس کو یہاں تک مہلت دیتے ہیں کہ جس وقت یہ دوسروں کی بگاڑنے پر آجائے کہ میری بنے نہ بنے اس سے کوئی واسطہ نہیں صرف بگاڑنا ہے۔ تو پھر اللہ ﷻ نے اس کو جو مہلت دے رکھی ہے اس مہلت کو ختم فرما دیتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ تو جو بگاڑنے پر آ گیا ہے، لوگوں کی زندگی بگاڑ کر اپنی بنانے پر لگا رہا۔ تو بھی تجھے مہلت دی، اس میں بھی مہلت ملتی ہے۔ لیکن جس وقت میں یہ صرف بگاڑنے پر آ جائے تو فرماتے ہیں کہ بہت اچھا کہ تم نے یہ طے کر رکھا ہے، کہ دوسروں کی بگاڑنی

ہے، تو میں تمہاری سب کی بگاڑتا ہوں۔ اور پھر اللہ ﷻ کی طرف سے طوفان آتے ہیں، جیسے حدیث شریف میں آتا ہے، جس وقت شراب پی جانے لگے، جس وقت میں سود کھایا جانے لگے، جس وقت میں گانے والی گانے میں مصروف ہو جائے، اور سارے گانے سننے میں لگ جایا کریں ریشم پہننے لگ جائیں، اعمال سارے خراب ہو جائیں تو اس وقت میں اللہ ﷻ فرماتے ہیں کہ پھر طوفانوں کا انتظار کرو، زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے کا، خسف کا انتظار کرو۔ شدید ترین بیماریوں کہ لاکھو ں ایسے مرض پیدا ہو گئے، کہ لاکھوں آدمی تباہ ہو گئے، ان آفات کے ذریعے اللہ ﷻ ان کی زندگی بگاڑ دیتے ہیں سب کی زندگی بگاڑتے ہیں۔ اور یہ بگاڑ اللہ ﷻ کی طرف منسوب نہیں ہے یہ تو آدمی نے خود بگاڑا ہے تیری اپنی بداعمالیاں ہیں۔ جو کچھ تو نے کیا ہے اس کے نتیجہ میں یہ آیا ہے۔ بتایا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے کہ یہ کرو گے یہ ہوگا۔ یہ کرو گے یہ ہوگا۔ یہ کرو گے یہ ہوگا۔ اس حیوان کو باقی نہیں رکھتے اللہ ﷻ ۔

اس حیوان کو اس درجے کے حیوان کو بگاڑنا ہی آتا ہے۔ اس لئے کہ پہلا درجہ جو ہے حیوانوں کا اگر کسی میں حیوانیت آتی ہے گدھے کے درجے کی، گائے کے درجے کی، تو اس میں سدھانے کی گنجائش ہے۔ جتنے بھی حیوان ہیں ان کو سدھایا جا سکتا ہے۔ غلط سے صحیح کی طرف لایا جا سکتا ہے، اور اونٹ بھی یہ جتنے بھی ابتدائی درجے کے حیوان ہیں ان کے صحیح راستے پر آنے کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ اس بنا پر ان کو رکھ لیتے ہیں۔ اس کو رکھ لیتا ہے اس کو مہلت ملتی ہے۔

پھر اگلے درجے پر جب یہ پہنچتا ہے کہ دوسروں کی بگاڑتا ہے یہ درندگی ہے اس کو درندگی کہتے ہیں۔ جب یہ درندگی پر پہنچ جاتا ہے حیوانیت سے نکل کر تو پھر اس درندے کو سدھایا نہیں جا سکتا۔ درندے کو سدھانا مشکل ہوتا ہے۔ اول یہ سدھایا

نہیں جاسکتا اور اگر سدھایا جائے تو مشکل ترین پیش آتی ہیں اس کو سدھانا سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اور آخر درجے میں اس کی سدھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے وہ سانپ ہے بچھو ہے۔

سانپ جو آدمی کو ڈستا ہے اس لئے نہیں ڈستا کہ اس کا پیٹ بھرتا ہے۔ بچھو جو ڈستا ہے اس لئے نہیں ڈستا کہ اس سے اس کا پیٹ بھرتا ہے۔ لیکن اِس سے اُس کو غرض نہیں ہے۔ میرا پیٹ بھرے یا نہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے ڈسنا ہے تاکہ اس کی زندگی بگڑ جائے۔ جب یہاں پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے متعلق اللہ ﷻ کی سنت یہ ہے اللہ ﷻ کا طریقہ جاریہ ہے ابتداء سے چلا آرہا ہے۔ اس دور کی بات نہیں ہے نوح علیہ السلام کے وقت میں بھی یہی ہوا ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کے وقت میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ اللہ ﷻ پھر سب کی زندگی بگاڑتا ہے یہ بگاڑ کا راستہ ہے اور بربادی کا راستہ ہے اس بنا پر یہ چونکہ ترتیب قائم ہے اور سنت اللہ ہے اس کو اللہ ﷻ نے ہمیشہ کیا ہے۔ کہ اللہ ﷻ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور بھیجا اس لئے ایک ہی غرض لے کر کہ یہ خلیفہ ہے انسان کو خلافت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ خلافت سے نکل کر حیوانیت میں چلا گیا ہے۔ اس کو حیوانیت سے نکال کر خلافت پر لایا جائے۔ اور حیوانیت سے نکال کر خلافت پر لانے کے لئے طریقہ کار اللہ ﷻ براہ راست خود سکھاتا ہے انبیاء علیہم السلام کو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا، اللہ ﷻ نے یہ ترتیب قائم کی ہے۔ سارا لمبا قصہ قرآن میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ آرہے تھے واپس اور اہلیہ بھی ساتھ تھی کچھ بکریاں بھی ملی تھیں وہاں سے وہ بھی ساتھ تھیں۔ گھر والی کے ہاں وضع حمل کا وقت آ گیا۔ بچہ پیدا ہونے کا وقت آ گیا۔ اس وقت میں کچھ آگ واگ کی

ضرورت ہوتی ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک روشنی نظر آ گئی۔ خوشی خوشی یہاں سے اٹھے اور اس آگ کے لینے کے لئے وہاں پہنچے جب وہاں پہنچے تو وہاں سے آواز آئی ''**اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ**'' میں اللہ ہوں۔ آگ لینے گئے اللہ مل گیا۔

اور مانوس کرنے کے لئے اللہ ﷻ نے پوچھا ''**وَ مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی**'' تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اے موسیٰ!

''**قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّأُ عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی**''

اور یہ کہنے کے بعد اللہ ﷻ نے یہ ارشاد فرمایا ''**اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی**'' یہ جو آپ بیان کر رہے ہیں کہ لکڑی کے اندر یہ یہ فوائد ہیں۔ جو کچھ اس میں نظر آ رہا ہے یہ اس کے اندر کی چیز نہیں ہے۔ ہم نے رکھی ہے، اور اس لئے ان آنکھوں سے دکھلایا۔ سر کی آنکھوں سے دکھلایا۔ اور حکم دیا ''**اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی**'' اس کو ڈال دو۔ حکم سنتے ہی انہوں نے ڈال دیا، ان کے ڈالتے ہی وہ اژدھا بن گیا۔ اژدھا بنتے ہی اللہ ﷻ کا حکم آیا۔ ''**خُذْهَا وَلَا تَخَفْ**'' ڈرو مت پکڑ لو اس کو۔ ہاتھ ڈالا جب ہاتھ ڈالا تو پھر لکڑی بن گئی۔ بتلایا کہ کسی چیز کے اندر بھی کوئی چیز موجود ہے وہ اس کی نہیں ہے وہ اصل کے طور پر اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ ایمان سکھلایا جا رہا ہے۔ اللہ کی ذات پر ایمان اس لئے کہ ایمان کے بغیر یہ کام آدمی سے ہوتا نہیں ہے۔ جس کام کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا آدمیوں کو حیوانیت سے نکال کر خلافت پے لایا جائے یہ کام ایمان کے ساتھ ہوتا ہے اس کا بنیادی سامان ہی ایمان ہے۔ اگر اندر ایمان ہوتا ہے تو یہ کام ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایمان نہیں ہوتا تو یہ کام نہیں ہوتا ہے یہ کام تکمیل کو نہیں

پہنچتا ہے اس بنا پر موسیٰ علیہ السلام کو ایمان سکھایا جارہا ہے۔ اللہ کی ذات پر ایمان، اللہ کی صفات پر ایمان، موسیٰ علیہ السلام نے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ لکڑی کا عصا تھا اور پھر اژدھا بن گیا۔ یہ تو اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ ہم آپ کو بھیج رہے ہیں۔ فرعون کے پاس اس لئے کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ حیوان بن گیا ہے۔ درندہ بن گیا ہے۔ بدترین درندہ، بڑا ظالم قسم کا درندہ، دوسروں کی زندگی کو بگاڑتے ہوئے اس کو دکھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ میخیں گاڑ دیا کرتا تھا، لمبا لیٹا کر ہاتھوں میں اور پیروں میں میخیں لگاتا۔ اس کے بعد سزائیں دیتا تھا۔ نہایت زہریلا سانپ ہے۔ بے شک زہریلا سانپ ہے یہ فرعون۔ لیکن آپ ہمارے حکم سے جیسے ہمارے حکم سے آپ نے لکڑی کو ہاتھ ڈالا تو سانپ بن گیا اور سانپ کو ہاتھ ڈالا تو وہ لکڑی بن گیا۔ اس لئے فرعون سے بھی ڈرنے کی بھی کوئی بات نہیں۔ یہ جب آپ اس کو ہاتھ ڈالیں گے ہمارے حکم سے آپ ہاتھ ڈالیں گے، فرعون کو اپنی لکڑی نظر آئے گی۔ اس کے اندر کوئی طاقت نہیں ہے۔ یہ طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

گئے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ سارا پڑھا جائے تو بڑا پُرلطف قصہ ہے۔ اور بہت طویل قصہ ہے سارا موسیٰ علیہ السلام کو ایمان سکھایا اور ایمان سکھانے کے بعد جو دعوت دینی شروع کی اسی ایمان کی جب دعوت دی جائے گی ایمان کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لئے اور اللہ ﷻ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق جب دعوت دی جائے۔ جس پر یہ محنت کی جائے تو اللہ ﷻ اسے ایمان نصیب فرماتے ہیں اسے ایمان مل جاتا ہے، تو پھر آگے ساری منزلیں طے کرنا بہت آسان ہوتی ہیں۔ اور جب ایمان آجاتا ہے، تو درندگی سے حیوانیت کی طرف اور حیوانیت سے خلافت کی طرف آنے کی صورتیں نکل آتی ہیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا، کہ اللہ ﷻ نے یہ نظام قائم کیا آدم علیہ السلام کے وقت سے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد تک۔ مسلسل یہی نظام رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے، وہی نظام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کی لوگوں کے پاس بھی گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کی لوگوں کی زندگیاں بنانے کی، سب کی زندگیاں بنانے کی فکر کی۔ بچوں کی بھی، بوڑھوں کی بھی، حاکموں کی بھی، محکوموں کی بھی، سب کی زندگی بنانے کی فکر کی۔ کہ یہ حیوانیت سے نکل کر کس طرح خلافت پر آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوانیت سے نکال کر خلافت پر لانے کی محنت کی۔ جب محنت کی کچھ مدت بعد اللہ نے اس کی وہی شکل پیدا فرمائی۔ جس کی مثال خود اللہ ﷻ نے دی ویسے تو اللہ ﷻ کا حکم ہے ''**وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** '' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور تفرقہ مت ڈالو۔ متفرق مت ہو۔ الگ الگ مت ہو۔ اور آگے حکم ہے ''**وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ** '' اللہ کی عظیم نعمت کو یاد کرو۔ جب تم آپس میں دشمن تھے اور پھر اللہ نے تمہیں جوڑا آپس میں۔

اور ایسا جوڑا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثال دی ہے کہ تمام ایمان والے جتنے بھی ہیں جس طبقے کے ہیں، جیسے ایک جسم کے اعضاء ہوتے ہیں یہ سارے کے سارے انسان ایک جسم کے اعضاء ہیں۔ ''**اِنِ اشْتَكٰى عَیْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ** '' اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے۔ تو اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ایک کی راحت سب کی راحت۔ پانی ہے گرمی کے موسم میں پانی کا گلاس پکڑے تو پورے لگے ہیں لیکن ان پوروں کو جو ٹھنڈک پہنچتی ہے وہ پانی سے بالواسطہ ٹھنڈک ہوتی ہے وہ ایسی موٴثر ہوتی ہے کہ بدن کے سارے

حصے سارا بدن یہاں تک کہ پیروں کی انگلیوں تک کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ انگلیوں کو پانی بھی نہیں لگا یا بلکہ پانی سے بالواسطہ ٹھنڈک پہنچی۔ صرف اللہ ﷻ کی قدرت کہ وہ یہ ٹھنڈک اس طرح سے سارے بدن کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ ان اعضاء کے آپس کے جوڑ کی بات ہے۔ کہ یہ اتنے جڑے ہوئے ہیں کہ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف اور ایک کی راحت سب کی راحت۔ سب جتنے بھی ہیں ایک ہیں۔ ایک جسم کے اعضاء ہیں۔

لوگوں نے لکھا ہے کہ کیا سلسلہ ہے کیسا عظیم قسم کا سلسلہ ہے اور ہے کیسا کہ یہ کیسے آدمی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اچھی سوچ رکھنے والے لوگ، صحیح لوگ جب سوچتے ہیں تو اللہ ﷻ رہنمائی عطا فرما دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثال دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر مثال کون دے سکتا ہے ایک جسم کے اعضاء ہیں سارے انسان جہاں کہیں بستے ہیں آسٹریلیا میں، امریکہ میں، روس میں جہاں کہیں بستے ہیں سارے کے سارے ایک جسم کے اعضاء ہیں۔ اور ان کے اندر یہ خوبی ہے ان کا عمل یہ ہے کہ آدمی کے جسم کے جتنے اعضاء ہیں سب کے سب دوسروں کے لئے کام کرتے ہیں۔ سارے اعضاء جتنے ہیں جیسے بھی ہیں بالکل کھلی کتاب ہے۔ باشعور آدمی ذرا سوچے تو اس کو سمجھ آ سکتا ہے۔ کہ یہ جتنے اعضاء ہیں کہ سارے کے سارے اعضاء گویا اپنے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے، اپنے لئے بنے ہی نہیں ہیں۔ سب کے لئے بنے ہیں، آنکھ سب کے لئے دیکھتی ہے کان سب کے لئے سنتے ہیں۔ زبان سب کے لئے بولتی ہے دماغ سب کے لئے سوچتا ہے، قدم سب کے لئے چلتے ہیں۔ سر سے پیر تک جتنے اعضاء ہیں یہ سارے کے سارے استعمال ہوتے ہیں لیکن سارا دن ان کے استعمال کا انداز یہ کہ جو بھی کوئی دیکھے تو فیصلہ یہ کرے گا۔ کہ یہ گویا اپنے لئے پیدا ہی نہیں

ہوئے ہیں۔اپنے لئے بنے ہی نہیں ہیں۔ یہ دوسروں کے لئے بنے ہیں جیسے میں عرض کر رہا تھا، آنکھ دیکھتی ہے لیکن سب کے لئے دیکھتی ہے۔اور کبھی کبھار ضرورت پڑے تو اپنے لئے بھی دیکھتی ہے، سب سے کم دیکھنا اپنے لئے۔کان سنتے سب کے لئے ہیں لیکن اپنے لئے بھی جب ضرورت پڑتی ہے تو کان سنتے ہیں۔اور وہ تھوڑا ہے، کہ اس سے کم سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔اپنے لئے گویا پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہے جیسا میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جب یہ آدمی اللہ ﷻ اس کے احساسات درست فرما دیتے ہیں۔اور یہ اپنا سب کچھ لگا کر دوسرں کی زندی بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی زندگی بناتے ہیں۔اور اُن کی زندگی بھی بناتے ہیں۔جن پر محنت ہوتی ہے، ان اعضاء اور جوارح کے استعمال کا طریقہ ایسا ہے کہ یہ گویا اپنے لئے نہیں دوسرے کے لئے ہیں۔اس کے نتیجے میں اللہ ﷻ نے آپس میں ان کو جوڑ دیا ہے اور ایسا جوڑا ہے کہ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف اور ایک کی راحت سب کی راحت۔

ایک آدمی آیا اور کہنے لگا حضرت جی! میرا بھائی بیمار ہے جنون ہو گیا ہے۔ میں نے کہا جلدی کر اس کی بیمار پُرسی کریں۔اس نے ذکر کیا کہ مفتی صاحب! یہ بیماری جب کسی کو لگ جاتی ہے۔تو ابتداء میں اس کو کچھ چھپاتا ہے ہم نے کچھ چھپایا لیکن وہ ظاہر ہو گئی۔اس لئے کہ وہ اب گالیاں دینے پر اپنوں کو مارنے پر آ گیا ہے۔ یہی بات کر رہے تھے کہ سامنے دیکھا کہ ایک آدمی ہے دوسرے کو مار رہا ہے۔وہ نظر آ رہا تھا سامنے بازار میں اور جوتوں سے مار رہا تھا۔جوتا بھی اس کا نظر آ رہا تھا اور وہ جوتا بھی سر پر مار رہا تھا۔پر وہ آدمی جو جوتے کھا رہا تھا وہ بیٹھا ہوا ہے آرام سے وہ نہ بھاگتا ہے نہ چیختا ہے کچھ نہیں کرتا وہ جوتے پہ جوتا مار رہا ہے۔میں نے زور سے آواز دی کیا کر رہے ہو؟ وہ رک گیا، اور اتنے میں ہم بھی پہنچ گئے اس کے پاس۔ہم نے کہا

کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ گالیاں دے رہا ہے تو میں نے مارا۔ میں اس وقت اس فکر میں گم ہوگیا کہ یہ دماغ سب کے لئے سوچتا ہے۔اس کے دماغ نے سوچنا چھوڑ دیا ہے ان کے متعلق سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ جب یہ دماغ سوچتا تھا سب کے لئے اس وقت کی صورت یہ تھی اگر کوئی آدمی کلہاڑی یا لاٹھی مارنا چاہے۔اس کے سر پر اس کے سر کو لاٹھی مارنا چاہے تو ہاتھ کہتے ہیں کہ ہم ٹوٹ جائیں گے لیکن لاٹھی دماغ پر نہیں لگنے دیں گے۔ دماغ اندر سوچتا ہے دماغ چونکہ سب کے لئے مفید ہے اس بنا پر جب دماغ کو کوئی مشکل پیش آئی تو اس وقت میں دماغ کام کرتا ہے۔ بچاؤ کی صورتیں سوچتا ہے۔ اگر بھاگنے کی صورت اچھی ہو تو بھاگنے کی صورت۔ اور اگر مقابلے کی صورت ہو تو مقابلے کی صورت۔ جوابی کاروائی کی صورت لیکن سر سے پیر تک سارا بدن بے قرار ہوتا ہے اگر کوئی لاٹھی مارتا ہے سر سے پیر تک جتنے بھی اعضاء جوارح ہیں وہ اس کو بچانے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ آج اس کو جوتے پڑ رہے ہیں ایک آدمی مار رہا ہے اور ہمارے سامنے مار رہا ہے لیکن نہ تو وہ چیختا ہے نہ وہ کوئی تدبیر کرتا ہے۔ مقابلہ بھی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی بھاگتا ہے۔

بالکل یہی صورت آدمیوں کی ہے تمام انسانوں کی ہے جب یہ حیوان بن کر دوسروں کی فکر کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو اللہ ﷻ دوسروں کے دلوں سے بھی اس کی فکر کو نکال دیتے ہیں۔ جب اسے جوتے پڑ رہے ہوتے ہیں تو اسے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا ہے۔ اس بنا پر اپنے راستے آنا چاہئے ہمیں منزل پر آنا چاہئے۔ اور جس کام کے لئے اللہ ﷻ نے ہمیں پیدا کیا ہے اس پر آنا چاہئے۔ کہ اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کے بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے یہ کام نہ کیا دوسروں کی فکر نہ کی۔ تو نتیجہ وہی نکلے گا، کہ جب اس کو کوئی مشکل پیش آئے گی تو ان کو بھی چھڑانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

جتنا دوسروں پر لگانے کی یا یوں کہو کہ اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگی بنانے کی فکر کرتا ہے اتنا ہی اللہ ﷻ اس کو آپس میں جوڑ دیتے ہے آپس میں بھی جوڑتے ہیں اور اپنے سے بھی جوڑ دیتے ہیں۔ دونوں کی صورتیں بہت آسان ہیں اس کے علاوہ کوئی صورت جوڑنے کی انسانوں کو نہیں۔

لیکن جو صورت انسانوں کو جوڑنے کی ہے دنیا میں آ جاؤ تم بھی کالے ہم بھی کالے، آجائیں اکٹھے ہو جائیں رنگ کی بنیاد پر اکھٹے ہونا، زبان کی بنیا پر اکھٹے ہونا کہ تم بھی مزدور ہو ہم بھی مزدور، تم بھی تاجر ہم بھی تاجر، کسی بھی بنیاد پر اگر امت کو جوڑو گے تو یہ امت کی ہلاکت کا سامان ہے۔ اس کی مثال ایسی ہو گی کوئی آدمی گھر والوں نے یہ کہا کہ یہ زیور یہاں سے ٹوٹ گیا ہے اس کو یہاں سے ٹھیک کروا دو۔ تو وہ زیور لے کر چلا گیا اور باہر جا کر مٹی سے زیور کو جوڑ دیا اور واپس لا کر دے دیا۔ اور کہا کہ زیور بن گیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ زیور تو کوئی نہیں بنا اور اس کو یوں ہلا یا اور ٹوٹ گیا۔ کیوں مٹی لگی ہوئی تھی وہ ہٹ گئی، تو ٹوٹ گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسے ہی دیکھا تھا کسی کو۔ یوں جوڑ رہا تھا اینٹوں کو۔ اینٹیں تو جڑ رہی تھیں گارے سے۔ انہوں نے کہا کہ اینٹوں کو جوڑنے کا مسالہ الگ ہے اور زیور کو جوڑنے کا مسالہ الگ ہے۔ اللہ ﷻ نے ہر چیز کو جوڑنے کا سامان پیدا کیا ہے اور انتہائی افسوس کی بات ہے کہ انسان یہ نہیں سوچتا کہ صرف آدمی کو جوڑنے کا سامان اللہ نے پیدا نہیں کیا سب چیزوں کا سامان موجود ہے اور جوڑنے سے جڑتی ہیں۔ اگر لکڑیاں آپس میں نہ جڑیں تو الماری نہیں بنتی دروازہ نہیں بنتا ہے۔ نہ کھڑکی بنتی ہے۔ کپڑا آپس میں نہ جڑے تو نہ قمیص بنتی ہے نہ شلوار بنتی ہے۔ اینٹیں آپس میں نہ جڑیں تو نہ مسجد بنتی ہے نہ قلعہ بنتا ہے۔ آپس میں جڑنے سے کام بنے گا۔

پہلا بنیادی کام آپس میں جڑنا ہے۔ کچھ اینٹیں ہیں کوئی بچہ اِدھر سے آیا اِدھر سے اٹھا کر لے گیا، کوئی بچہ اُدھر سے آیا اُدھر سے اٹھا کر لے گیا۔ لیکن وہی اینٹیں جو خود بے چاری غیر محفوظ تھیں اتنی غیر محفوظ کہ بچے بھی ایک اِدھر سے لے گیا اور ایک اُدھر سے لے گیا۔ اگر ان کو آپس میں جوڑ دیا جائے تو یہ خود محفوظ ہوجائیں گی اور دوسرے کی حفاظت کا سامان بن گئیں، قلعہ تو دوسرے کی حفاظت کا سامان ہوتا ہے۔ لیکن وہ جوڑنے سے ہوتا ہے، اور جوڑنا آپس میں اینٹوں کا جوڑنا اور اگر اینٹیں پڑی ہیں باہر اور آپ ان کو کہتے ہیں کہ جڑ جاؤ، جُڑ جاؤ، جُڑ جاؤ اکھٹی ہوجاؤ، اکھٹی ہوجاؤ۔ لیکن جو ترکیب اس کی جوڑنے کی ہے اس کو استعمال نہ کیا جائے تو آپس میں نہیں جڑیں گی۔ دس سال کوئی وظیفہ پڑھتے رہو آیت کریمہ پڑھتے رہو سورت یٰسین بھی پڑھتے رہو اور ان سے کہتے رہو جڑتے رہو۔ تو یہ جڑے گی نہیں۔ ایسے ہی رہیں گی۔

بالکل یہی صورت انسانوں کی ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ یہ آپس میں جڑیں آدمی آدمی کے ساتھ جڑے، اور آدمی خلافت کے درجے پر آئے، اور آپس میں ان کا جوڑ وہی ہے جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مثال دی ہے۔ ایمان والے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء ہوں ہر ایک کو دوسرے کی فکر ہو ہر ایک کو دوسرے کی زندگی بنانے کی فکر دوسرے کو بچانے کی فکر دوسرے کو سنبھالنے کی فکر۔ یہ صورت اس وقت میں پیدا ہوگی صرف کہنے سننے سے پیدا نہیں ہوگی کرنے سے ہوگی۔

اس کا آسان نسخہ یہی ہے جس کا پہلے ضمناً ذکر آ بھی گیا۔ کہ ایک دوسرے کے کام آؤ اپنے متعلق سوچو کہ میں اپنے لئے نہیں ہوں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل امت کے لئے ہوں۔ سوچنا بھی کل امت کے طور پر اور صرف اپنے بچوں کے لئے نہیں صرف اپنے گھر والوں کے لئے نہیں صرف اپنی قوم کے لئے نہیں، صرف اپنی

زبان والوں کے لئے نہیں سب کے لئے سوچے۔

ایک بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خواب میں ساری امت کے لئے دعا کرنے کا حکم

ایک بار ایک آدمی جو مدینہ طیبہ میں رہتے تھے مرحوم کشمیری تھے بہت صالح آدمی تھے، کہتے تھے کہ مفتی صاحب! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خواب میں ملے اور ارشاد فرمایا کہ بہت لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے لیکن یہ دعا کیوں نہیں کرتا میری اُمت کے لئے کیوں دعا نہیں کرتا ''**اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، **اَللّٰھُمَّ نَجَاوَزْعَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' یہ دعا کیوں نہیں کرتا؟ اور بے چینی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر دعائیں کریں تو ساری امت کے لئے دعا کریں۔ صرف ایک دعا مانگنا فرض ہے باقی کوئی دعا مانگنا فرض نہیں ہے اور وہ فرض دعا ہے ''**اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ**'' مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے'' چلا ہم کو راہ سیدھی، ان لوگوں کی راہ، جن پر تیرا انعام ہے'' یہ دعا مانگنا فرض ہے ہر ایمان والے کے لئے ہر رکعت میں، ان کو پڑھنا، اس دعا کو مانگنا اور ہر نماز میں اس کا پڑھنا اتنا تکرار ہے کہ کسی دعا میں نہیں۔ نوافل میں بھی یہی، سنت میں بھی یہی واجب میں یہی فرضوں میں بھی یہی۔ سورت فاتحہ ہے اور فرض کے درجے کی چیز ہے چلا ہم کو راہ سیدھی۔ اور اس میں دعا اپنی ذات کے لئے نہیں ہے۔ (جو بات کہنے لگا وہ رہ نہ جائے) اپنی ذات کے لئے نہیں ہے۔ چلا ہم کو راہ سیدھی۔ یہ نیت کر کے باقاعدہ آج سے لے کر قیامت تک آنے والی جتنی حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ الٰہی چلا ہم کو راہ سیدھی، اگر یہ دعا کر رہا ہے۔ اور دعا کر کے مانگ رہا ہے۔ ''اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ'' چلا ہم کو راہ سیدھی، چونکہ یہ پورے عالم کی نیت کر رہا ہے۔ اللہ ﷻ کی سب سے بڑی مدد اسی شخص کے ساتھ ہو گی۔ اور اللہ ﷻ سب سے پہلے زیادہ اس شخص کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی کسی غائب آدمی کے لئے دعا کرتا ہے وہ آدمی موجود نہیں ہے وہ آسٹریلیا میں ہے، امریکہ میں ہے، لندن میں ہے پتہ نہیں کہا ں کہاں ہے، اس کے لئے دعا کر رہا ہے۔ تو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ جو دعا مانگ رہا ہے اللہ اس کو بھی وہی عطا فرما۔

میرے بے تکلف ساتھی ہیں قاری صاحب، وہ روانہ ہوئے گھر کی طرف میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ تو مصافحہ کیا اور کہا جی اچھا میں نے جانا ہے تو میں نے کہا فی امان اللہ۔ اور وہ چلے گئے، دروازے سے نکلنے کے بعد۔ وہ باہر سے ہو کر پھر آئے۔ اور کہنے لگے او مفتی صاحب! میں نے کہا تھا کہ دعا کرو، اور اب میں یہ بتانے آیا ہوں اگر آپ چاہتے ہیں کہ فرشتے آپ کے لئے دعا کریں؟ تو آپ میرے لئے دعا کریں۔ یہ سابقہ حدیث میں نے بیان کی ہے۔ اس میں یہی ہے کہ اگر آدمی غائب کے لئے دعا کرے۔ اور وہ موجود نہیں ہے تیرے پاس۔ تو اس کے لئے دعا کر رہا ہے۔ تو اللہ کے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں یعنی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ فرشتے میرے لئے دعا کر رہے ہیں، دعا کرنے والے کے لئے کہ اے اللہ اس کو بھی وہی عطا فرما۔ جو یہ مانگ رہا ہے، بہت آسان سودا ہے۔ اور بہت آسان سستا سودا ہے اور یہ پوری امت کے لئے ہے۔ جب آدمی دعا کرے گا پوری امت کے لئے اس میں ان کروڑوں انسان اربوں انسان ساری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی آمد کے وقت سے لے کر اب تک جتنے آدمی ہیں دنیا کے اندر اور آئندہ جب آئیں گے، یہ اربوں کی تعداد ہے یا نہیں؟ اور ساری حضور ﷺ کی امت ہے، جوان سب کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور ہر ایک طرف سے فرشتوں کی آمین بھی ہے۔ اور فرشتوں کی دعا بھی ہے، اس سے زیادہ آسان سودا آسان ترین نسخہ آسان ترین معاملہ کیا ہوسکتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ آدمی کے اندر کسی چیز کی طلب پیدا ہو، اور اس طلب کا رخ ہو جائے، خدا کی طرف تو اس کا نام دعا ہے۔ طلب پیدا ہو، کہ اللہ ہدایت نصیب فرمائے اور اللہ کی طرف رخ کر دیا جائے۔ اللہ سے مانگا جائے کہ الٰہی ہدایت نصیب فرما، تو اس کو دعا کہتے ہیں۔ صرف کسی عربی عبارت کو پڑھ لینے کا نام دعا نہیں ہے۔ دعا اندر کی طلب کا نام ہے اگر طلب موجود ہو اور اس طلب کو آدمی اللہ سے مانگے اگر مخلوق سے مانگے اس طلب کو، طلب پیدا ہوئی پیسے کی، طلب پیدا ہوئی روٹی کی، کوئی اور ضرورت انسانی ضروریات بھی انسان کیساتھ لگی ہوئی ہیں۔ طلب کا اگر مخلوق کی طرف رُخ کر دیا تو اس طلب کا نام سوال ہے۔ اس کو منع کر دیا گیا۔ اگر مانگنا ہے تو اس سے مانگو، جس سے مانگنے کا کہا گیا ہے۔ مانگو اس سے جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے، جو نہ مانگنے پر ناراض ہو جاتا ہے۔ اور کبھی مانگنے پر ناراض نہیں ہوا، کبھی جس کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ اور یہ ساری مخلوق جتنی بھی ہے صرف انسان نہیں حیوان بھی تیرے دینے کی جگہ ہے۔ اور صرف ایک اللہ ہی تیرے لینے کی جگہ ہے۔ جب آدمی اس طرح کا بن جاتا ہے تو اللہ کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔

بیان حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(مقصد تخلیقِ آدم علیہ السلام)

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَ بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیْمِ، وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۵ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ۲ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

وَ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ٭

وَ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَالْعَصْرِ٭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ٭

اللہ جل شانہ کی صفتِ خلق کا کمال

قابل احترام بھائیو، بزرگو اور عزیزو! اللہ ﷻ نے آدم علیہ السلام کو بنایا ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔لیکن آدم علیہ السلام کی پیدائش، یا آدم علیہ السلام کا بننا بالکل الگ تھلگ ہے مخلوق کے بننے سے۔اور اس پر مزید یہ ایک روایت ملتی ہے کہ اللہ ﷻ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں نے بندے، کو اپنے خلیفہ، کو آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔دنیا میں چیزوں کے بننے کا دستور یہی ہے کہ ایک چیز بنائی، ایک ماڈل کی کار بنائی اور اسی ماڈل کی پانچ ہزار، دس ہزار، بیس ہزار، پچاس ہزار کاریں بنائیں۔یہی صورت باقی چیزوں کے بننے کی ہے۔کپڑے سے تھان بنایا، پھر کپڑے سے دس ہزار تھان بنا دیئے۔

بعینہٖ اسی طرح سے اللہ ﷻ نے انسان کو جو بنایا ہے، اس کی خلقت کا طریق بھی عجیب ہے، کہ اللہ ﷻ نے ہر آدمی کو الگ الگ بنایا ہے، اس کی حیثیت کے مطابق، اس کے احترام کے بنیاد پر، اس کی حیثیت کو باقی رکھنے کے لئے، اور اس کے

احترام کو باقی رکھنے کے لئے اسے الگ الگ بنایا ہے۔ اور اس طرح سے الگ الگ بنایا ہے کہ صفتِ خلق کا، ہر ہر صورت کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسے تو مل جائیں گے کہ آپ کہیں کہ یہ آدمی فلاں آدمی کے مشابہہ ہے، لیکن یہ آدمی بعینہٖ وہی ہے ایسا نہیں ملے گا۔ ہر آدمی کو اللہ ﷻ نے الگ الگ بنایا ہے، اور ہر ہر عضو کو الگ الگ بنایا ہے۔ آنکھوں کی صورت الگ، چہرے کی صورت الگ، رنگت الگ، قد و قامت الگ، یہاں تک کہ چلنے کی رفتار الگ، چلنے کا انداز ہر آدمی کا الگ ہے۔ اور چلنے کی رفتار الگ الگ ہونے کے ساتھ ساتھ نوبت یہاں تک پہنچ آئی ہے، کہ ہر آدمی کی جو پانچوں انگلیاں ہے، انگوٹھا تو بہت پہلے کی دریافت ہے ایک آدمی کی انگلیاں دوسرے آدمی کی انگلیوں سے نہیں ملتیں۔ یہ اللہ ﷻ کی صفتِ خلق کا کمال ہے، اور انگلیوں کے جو پورے ہیں، یہ آپس میں نہیں ملتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا مقصد

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ ﷻ نے اعلان فرمایا۔ ''**اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً**'' کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، خلافت کے لئے انسان کو بنانا چاہتا ہوں، اس طرح سے پیدا سے کیا، اور خلافت کے لیے پیدا کیا۔ اس کا اعلان ہوا فرشتوں میں۔ فرشتے پاکیزہ مخلوق ہیں، فرشتوں نے جواب میں عرض کیا کہ کیا ایسے کو پیدا کرنا چاہتے ہیں، جو دنیا میں فساد پھیلائے گا، خون بہائے گا۔ اور ہم فرشتے آپ کی تسبیح پڑھتے ہیں، تہلیل پڑھتے ہیں، اس پر خدا تعالیٰ نے یہی جواب دیا ''**اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ**'' میں جانتا ہوں، تم نہیں

جانتے۔اور میں وہ کچھ جانتا ہوں اس بندے میں، اتنی صلاحیتیں اور اتنی عجیب قوتیں رکھی ہیں کہ دنیا کی کسی چیز میں وہ موجود نہیں ہیں، خزانوں کے خزانے رکھے ہیں اندر۔

آدمی پر اللہ ﷻ کا بڑا فضل وکرم

اللہ ﷻ نے آدمی پر سب سے بڑا فضل وکرم، انعام یہ فرمایا کہ اپنی صفات میں سے کچھ صفات کا حصہ، جتنے کا یہ متحمل تھا حصہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ ﷻ بصیر ہیں، دیکھنے والے ہیں، بندے کو بھی دیکھنے والا بنایا۔ یہ بھی دیکھتا ہے اللہ بھی دیکھتے ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ آپ میری طرف دیکھ رہے ہیں، میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں تو نہ دائیں دیکھ سکتا ہوں، نہ بائیں دیکھ سکتا ہوں، نہ اوپر دیکھ سکتا ہوں، نہ نیچے دیکھ سکتا ہوں، ایک طرف دیکھ سکتا ہوں۔ اللہ ﷻ کل مخلوق کو بیک وقت دیکھتے ہیں، وہ اوپر ہو، نیچے ہو، دائیں ہو، بائیں ہو، جدھر بھی ہو ہر چیز کو دیکھتے ہیں گویا اللہ جل شانہ کا دیکھنا اپنی شایانِ شان ہے۔ اور بندے کا دیکھنا اپنی شان کے مطابق ہے۔

اللہ ﷻ سمیع ہیں، اور بندے کو بھی سننے والا بنایا ہے، جتنی اس کی حیثیت تھی، سننے کا بھی وہی حال ہے، کہ اگر قریب میں کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو سن لیتا ہے، لیکن اگر دور ہو تو نہیں سن سکتا۔ ایک آدمی بات کر رہا ہو تو اس کی سن لیتا ہے، سمجھ بھی لیتا ہے، لیکن اگر چار آدمی اکٹھے بات شروع کر دیں، تو ایک کی بھی پلے نہیں پڑتی۔ یہ فرق ہے اللہ ﷻ نے ان صفات میں سے بندے کو حصہ عطا فرمایا ہے، کتنا حصہ عطا فرمایا ہے؟ جتنا اس کے تحمل اور برداشت میں ہے۔ یہ صفات ان صفات میں جو حصہ عطا فرمایا ہے محض

اپنے کرم سے عطا کیا، نہ اس نے مانگا، نہ اس کے ابا نے مانگا، نہ اس کی اماں نے مانگا، محض اپنے فضل سے عطا کیا۔ اور ہر صفت اتنی عظیم دولت ہے کہ کہیں سے ملتی نہیں ہے۔ آنکھیں اور اس کی بینائی کہیں سے نہیں ملتی، اللہ نہ دیں، تو کہیں سے نہیں ملتی۔ اور ان تمام دولتوں کو دیکھنے کی، سننے کی، سمجھنے کی، جاننے کی یہ جتنی طاقتیں ہیں، دولتیں ہیں۔ یہ اللہ ﷻ نے خود عطا فرما دیں ہیں، بغیر آدمی کے مانگے، بغیر محنت کیے خود بخود مل گئی ہیں۔ بنی بنائی مل گئی ہیں۔

اور پھر یہ کرم ہوا کہ ان ساری دولتوں کو سر سے لے کر پیر تک جتنے اعضاء جوارح ہیں، ان ساری دولتوں، ان ساری طاقتوں کو ہمارے تابع بنا دیا ہے۔ بالکل زرخرید غلاموں کے طرح سے کام کرتے ہیں۔ یہ کبھی دیکھا ہوگا، نہ سنا ہوگا، نہ آپ کے ساتھ ہوا ہوگا۔ کہ آدمی دیکھنا چاہے اور آنکھیں نہ دیکھیں، آدمی سننا چاہے اور کان نہ سنیں، یہ نہیں ہوگا بالکل زرخرید غلام ہیں۔ جس وقت تم دیکھنا چاہو، تم دیکھو، جس وقت تم سننا چاہو، تم سنو۔ یہ زرخرید غلام ہمارے حوالے کر دیا۔

آدمی کا چھوٹے سے چھوٹا نیک عمل ساری کائنات سے عظیم ہے

اور ایک ضابطہ بنایا اپنے کرم سے، یہ سر سے پیر تک جتنے اعضاء و جوارح ہیں، یہ اتنے قیمتی ہیں، کہ آدمی جتنے اعمال کرتا ہے دن میں، رات میں، وہ انہیں اعضاء جوارح سے نکلے ہیں۔ اور اتنے بنتے ہیں کہ دنیا کا کوئی پروجیکٹر اتنی تیزی سے پرزے نہیں بناتا جتنی تیزی سے یہ اعضاء عمل کرتے ہیں۔ اور ہر نیک عمل جو بنتا ہے وہ اتنا عظیم ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل ساری کائنات سے عظیم ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی جا رہا ہے، گلی کا موڑ آ گیا، سامنے ایک حسین عورت آ گئی، اِس کی اُس پر نظر پڑ گئی نظر ڈالی نہیں، نظر پڑ گئی اس حسین عورت پر۔ اس نے آنکھ نیچے کر لی، یا بند کر لی، دو ہی صورتیں ہیں نہ دیکھنے کی۔ سب سے چھوٹا عضو ہے آنکھ، اور سب سے چھوٹا عمل آنکھ کا بند کرنا، یا نیچے کرنا، یہ اتنا عظیم ہے، کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب آنکھ نیچی کر لیتا ہے، یا بند کر لیتا ہے، تو اللہ کی طرف سے یہ ملتا ہے کہ سارے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

چھوٹے سے عمل (گناہوں پر ندامت اور توبہ) سے سارے گناہ معاف

ایک آدمی ہے اس نے غلطیاں کیں، اور اتنی غلطیاں کہ بڑے بڑے جرائم سب سے بڑا جرم انسان کا قتل ہے ''**فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا**'' ایک آدمی کا قتل ایسے ہے جیسے کل عالم کو قتل کر دیا۔ سب سے بڑا جرم قتل ہے، قتل کیے اور قتل کی تعداد بھی ننانوے تک پہنچا دی، اسی پر اس کو ندامت ہوئی، ندامت دل کا عمل ہے اور دل چونکہ سردار ہے، اس کے عمل بھی سب سے بڑے او رسردار ہوتے ہیں، ندامت ہوئی کہ ہائے میں نے کیا کیا، آدمی ہے اس کے اندر ندامت کے عمل بھی تیار ہوتا ہے، اور اندرونی اعمال میں سے ہے، ندامت ہوئی، او راس ندامت میں بھاگا وہاں سے، اور آدمی کے پاس پہنچا۔ اور اس کو اچھا آدمی سمجھ کر پوچھا کہ میں نے یہ کام کیا ہے کوئی میری صورت نجات کی ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں قتل ایسا جرم ہے کہ یہ معاف نہیں ہو سکتا۔ ندامت بھی تھی، مایوسی بھی تھی، اس نے جب مایوس کیا تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ننانوے کے پورے سو کر دیئے، پھر بھاگا اور ایک جگہ پہنچا

اور کہا کہ میں نے اس طرح جرم کئے ہیں، کوئی شکل ہوسکتی ہے نجات کی؟ اس نے کہا کہ ہاں ہوسکتی ہے تیری۔ اور نجات میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔

ندامت کی مثال

آدمی جب توبہ کرتا ہے تو ندامت جو دل کا عمل ہے، اگر اللہ ﷻ نصیب فرما دیں۔ ندامت کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ آدمی نے سامنے ہرن تھا، اس کو مارنے کے لئے بندوق سیدھی کی، اور چلادی، اور اس موقع پر ہرن تو ہٹ گیا، اور اس کا اپنا جوان بیٹا سامنے آگیا، اس کے سینے سے پار نکل گئی۔ تو اس کے سینے سے ہائے نکلی کہ میں نے کیا کر دیا۔ تو جب اس کے سینے سے ہائے نکلی، تو یہ ایک سیکنڈ کا کام ہے کہ ہائے میں نے کیا کیا۔ اس کے بولنے میں زیادہ وقت لگتا ہے اور اس ندامت سے جو دل میں ہوتی ہے وہ ندامت اس سے کم وقت میں نکلتی ہے ایک سیکنڈ سے کم وقت لگتا ہے۔ تو اس ندامت پر اللہ ﷻ پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اس نے ہائے کی اور اللہ نے صورت پیدا فرما دی گناہ معاف کرنے کی۔

ندامت اور توبہ کے بعد اصلاح کا طریقہ

اور ساتھ ہی جس نے توبہ کی صورت بتائی تھی کہ تیرے اور توبہ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ اس نے ایک ترکیب بھی بتائی تھی گناہ کیا ہے، اور اسی علاقے میں کیا ہے۔ اس لئے ایک تو تیری ہائے ہوگئی ہے، اور اللہ نے تیرے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس لئے یہ علاقہ چھوڑ دے۔ پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ طبیعت رجوع کر آئے، پھر یہی گناہ ہو جائے، علاقہ چھوڑ دو، ماحول بدل لو۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بتایا۔ یوں ہی

سمجھنے کے لئے کہہ دوں، کہ جاؤ رائے ونڈ چلے جاؤ۔ یہاں سے نکل جاؤ رائے ونڈ چلے جاؤ۔ وہاں دوسرا ماحول ہے توبہ کا اِنابت کا، جب وہاں پہنچے گا تو اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ تو بجائے اس کے کہ تیرے اندر سے قتل کے اعمال نکلیں۔ عجیب عجیب ایمان اور اعمال صالحہ نکلنے لگے گے۔ تو اسی وقت چونکہ دل میں آئی ہوئی تھی۔ اسی وقت وہ چل پڑا، اس بستی کی طرف، راستے میں اس کا انتقال ہوگیا۔ انتقال پر رحمت کے فرشتے بھی آ گئے، انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہے، یہ توبہ کر چکا ہے، اس لئے ہم اس کی روح قبض کریں گے۔ اور دوسرے فرشتے عذاب کے بھی آ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا مال ہے، یہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا، اس ماحول میں نہیں پہنچا تھا، اس لئے وہاں والوں میں سے شمار نہیں ہوسکتا۔ جہاں جرم کیا ہے وہاں والوں میں شمار ہوگا۔

اس نزاع پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتہ بھیجا، اور اس نے یہ کہا، کہ ایسا کرو، کہ جہاں یہ مرا ہے اِس جگہ سے لے کر اُس جگہ کو ناپو، جہاں یہ جا رہا تھا اس بستی کی طرف اس کو ناپو۔ جو زیادہ ہو وہ اسی حلقے کا ہے۔ ناپا اور ناپنے پر ثابت ہوا یہ صرف ایک بالشت اس جگہ سے زیادہ لمبائی تھی، جس جگہ جا رہا تھا۔ تو اس فرشتے نے فیصلہ دیا۔ کہ اگر اچھے ماحول والی اس بستی کی طرف قریب تھا، تو اس بستی والوں کے احکام میں ہے۔ اور اس طرف قریب ہے تو اس طرف والوں کے احکام میں ہے۔ اور وہ ادھر شمار ہو کر جنت الفردوس میں پہنچ گیا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ ﷻ نے انسان کو یہ اعضا دیئے ہیں، اور انسان ان سے یہ اعمال کرتا ہے، اعمال ہی اعمال، اعمال ہی اعمال۔ سوچنا بھی عمل اچھا سوچنا

بھی عمل، اور اچھا خیال بھی عمل، اور اچھا دیکھنا بھی عمل، اور اچھا لینا بھی عمل، اور اچھا دینا بھی عمل، آنکھ کا کھولنا بھی عمل، آنکھ کا بند کرنا بھی عمل، اعمال ہی اعمال ہیں۔ یہ اعمال کرنے والے اعضا اور جوارح ہیں۔

انسان کے اعضاء اور جوارح سے اعمال نکلتے ہیں

انہی سے اعمال نکلتے ہیں، اعمال نہ زمین سے نکلتے ہیں، نہ آسمان سے نکلتے ہیں، نہ سمندر سے نکلتے ہیں، نہ پہاڑوں سے نکلتے ہیں، یہ سارے اعمال آدمی کے اندر سے نکلتے ہیں، آدمی کے اندر جو اللہ نے اعضاء جوارح دیئے ہیں، یہ اتنے فرما بردار ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے فرشتوں کی تعریف کی ہے ''**لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ**'' اللہ جل شانہ جو حکم دیتے ہیں، اس کی نافرمانی نہیں کرتے، جو حکم ملا اسے پورا کیا، اور اسی میں لگ گئے کبھی نافرمانی نہیں کی۔ اسی طرح یہ جو اعضاء و جوارح ہمارے اندر موجود ہیں، یہ ہمارے زرخرید غلام ہیں، کبھی انہوں نے ہماری نافرمانی نہیں کی۔

افسوس کی بات

اور افسوس کی بات یہ ہے آدمی اتنے فرمابرداروں میں رہتے ہوئے نافرمان بنتا ہے۔ شرم بھی نہیں آتی ہے، کہ میں کیا کر رہا ہوں میرے اعضاء و جوارح کتنے فرما بردار ہیں، اور میں کتنا نافرمان ہوں۔

بہر حال اللہ ﷻ نے یہ عظیم نعمت عطا فرما دی اور ان کو فرمابردار بنا دیا، جو ان سے کرنا چاہو، بڑے سے بڑا عمل بھی کر سکتے ہو، بڑے سے بڑا جرم بھی کر سکتے

ہو۔مزید براں یہ ہوا کہ اللہ ﷻ نے ایک ضابطہ بنایا، اور وہ ضابطہ یہ کہ تمہارے بدن کے اندر سے جو اعمال نکلتے ہیں، ان تمام اعمال کو فرشتے لکھتے ہیں۔جو بولتے ہو وہ بھی لکھتے ہیں، جو دیکھتے ہو اسے بھی لکھتے ہیں، جو پڑھتے ہو اسے بھی لکھتے ہیں، اور جو سنتے ہو اسے بھی لکھتے ہیں، سب کچھ لکھتے ہیں، صبح سے شام تک لکھتے ہیں، جو صبح کو آئے ہیں یہ شام تک لکھتے ہیں۔اور جو کچھ بھی کیا ہے اس نے کھانا، پینا، سونا، جاگنا، کمانا جو کچھ بھی کیا ہے وہ سارا کچھ لکھتے ہیں۔اور شام کو مغرب سے پہلے وہ سارا پلندا تمہارا اللہ کے پاس لے جاتے ہیں، کہ اس نے یہ کیا ہے۔اور پھر شام کے فرشتے آجاتے ہیں، اور ساری رات وہ لکھتے ہیں، آدمی جو ساری رات کرتا ہے، اور اللہ ﷻ نے ضابطہ یہ بنایا ہے، بالکل ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گا، کہ رات کو جس قسم کے اعمال تمہارے بدن سے نکلیں گے، یہیں سے نکلیں گے، باہر سے نہیں آئیں گے۔

انسان کے اچھے، برے اعمال کے مطابق حالات پیدا ہوتے ہیں

جس قسم کے اعمال نکلیں گے یہ اوپر چلے جائیں گے۔جس قسم کے یہ اعمال جو اس وقت جانے والے ہیں، یا پہنچ گئے ہیں۔یہ اعمال اگر ایسے ہیں جن اعمال کو اللہ چاہتے ہیں تو اللہ ﷻ اعمال کے پہنچتے ہی ویسے ہی حالات بھیجتے ہیں، حالات زمین سے نہیں نکلتے، حکومتوں سے نہیں نکلتے، مالداروں سے نہیں نکلتے، حالات اللہ ﷻ پیدا کرتے ہیں۔اللہ ﷻ کی طرف سے حالات وہ پیدا کر دیئے جاتے ہیں، جن کو بندہ چاہتا ہے۔محبت کا، عزت کا، تعلقات کا، دوستیوں کا، اللہ ﷻ اُتار دیتے ہیں۔اور اگر بندے کے اندر سے وہ حالات گئے ہیں، جن کو اللہ ﷻ نہیں چاہتے۔تو اللہ ﷻ

کی طرف سے حالات وہ اُتر آتے ہیں،جن حالات کو بندہ نہیں چاہتا ہے۔ بیماریاں ہیں،قتل ہیں، بدامنی ہے، یہ سارے حالات اُتر آتے ہیں۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اللہ ﷻ نے تمہیں کتنا با اختیار بنایا ہے، خلیفہ بنایا ہے۔ نہ دیکھنا چاہے آنکھ کبھی نہیں دیکھتی، نہ سوچنا چاہے دماغ کبھی غلط نہیں سوچ سکتا، نہ سننا چاہے تو کبھی غلط نہیں سن سکتا، با اختیار ہے، اختیار اس کو دیا ہے، اعضاء و جوارح بھی اس کے زرخرید غلام ہیں۔ اور اس کے اندر کے جو اعمال ہیں، اس کے اندر بھی اس کو با اختیار بنایا ہے جس طرح کے اعمال بھیجتا ہے اس طرح کے حالات اُترتے ہیں، تو حالات بھی اس کے قبضے میں ہیں، اور کائنات بھی اس کے قبضے میں ہے۔ اور اللہ ﷻ نے اس بندے کو وہ جو اس وقت کہا اس بندے کے متعلق یا آدم علیہ السلام کے متعلق ''اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ'' کہ میں اس کے متعلق وہ کچھ جانتا ہوں، جو کچھ تم نہیں جانتے۔ کیسے کیسے اس کے پاس اختیارات ہیں۔ کیسی کیسی اس کے پاس قوتیں ہیں۔ اگر ایک قوت سے کام لیتا ہے، تو اس کے کیا کیا نتائج آتے ہیں۔ جیسے میں نے ابھی توبہ کا ذکر کیا ہے۔ سیکنڈوں کے اندر سیکنڈ بھی نہیں لگتے ہیں کہ از اوّل تا آخر ہزاروں برس کے گناہ اللہ ﷻ معاف کر دیتے ہیں۔

زندگی کو صحیح گزارنے کا طریقہ

اللہ کے واسطے ہم سوچیں، کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہم کون ہیں؟ ہم کس لئے آئے ہیں؟ نتیجہ کیا نکلے گا؟ اِس کو سامنے رکھ کر اگر آدمی سوچنے لگے، اتنا سا جو میں نے کہا ہے کہ اللہ ﷻ بصیر ہیں، دیکھنے والے ہیں، سمیع ہیں، سننے والے ہیں، علیم ہیں،

جاننے والے ہیں، ''عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''ان تین صفات کو اُمہات الصفات کہا جاتا ہے۔تمام صفات خداوند کی بنیادی صفات ہیں۔ان تینوں صفات کو سامنے رکھ لے،ان کو دل، دماغ میں بٹھالے،ان کا دل، دماغ سے تعلق بن جائے۔اور آدمی ہر وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، جانتا ہے۔ان تین کا یقین دل میں پیدا کرلے تو زندگی کا صحیح لائنوں پر چلانا آسان ہوتا ہے اور پھر اس کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔غلط راستے پر چل ہی نہیں سکتا ہے،غلط کام کر ہی نہیں سکتا،غلط بول ہی نہیں سکتا،غلط کھا ہی نہیں سکتا،غلط پی ہی نہیں سکتا۔

''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''کا صحیح مطلب

اور وہ آسان ترتیب ہے اللہ ﷻ نے اس چیز کا مکلف بنایا ہے قرآنِ مجید کی آیت ہے ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''گشت میں پھر رہے تھے ایک صاحب پڑھے لکھے ملے، ان سے متکلم نے کہا کہ بھائی ہم نے کلمہ پڑھا ہے، اللہ کا شکر ہے، ایمان والے ہیں، نماز پانچ وقت پڑھنی چاہیے اور جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے، تو وہ رئیس قسم کا آدمی بھی تھا، تو بے تکلفی سے کہنے لگا کہ جھوٹ کبھی بولا نہیں ہے ایک بات کرنی ہے، وہ یہ کہ ایک نماز پڑھتا ہوں، وہی پڑھ سکتا ہوں ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''قرآن مجید کی آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے جس چیز کا مکلف بنایا ہے وہ تم کر سکتے ہو۔اللہ کا مکلف بنانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ تم کر سکتے ہو۔اگر تم نہ کر سکتے تو اللہ تمہیں اس چیز کا مکلف ہی نہ بناتا۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ پانچ سال کے بچے کو کسی عقلمند نے گندم کی بوری

اٹھانے کو کہا ہو۔جس کو نہیں کر سکتے اس کا کوئی نہیں کہتا ہے۔اللہ ﷻ کا پانچ وقت با جماعت نماز کا مکلف بنانا، اگر نہ کر سکتا تو اللہ مکلف ہی نہ بناتا، اللہ کا مکلف بنانا ہی کھلی دلیل ہے کہ کر سکتا ہے۔اس بنا پر یہ معنی غلط ہے کہ آدمی جو کر رہا ہے وہ کر سکتا ہے ۔

دین سارے کا سارا آسان ہے

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کسی مشکل کام کو ہاتھ ہی نہیں ڈالا ہے۔اس لئے کہ امت اسی کام کی مکلف ہوگی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہوگا۔اس لئے میں نے کبھی مشکل کام کو ہاتھ نہیں ڈالا ہے آسان، آسان، آسان، آسان، اسی لئے حکم بھی دیا ہے ''**يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا**'' آسانی پیدا کرو۔ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ اگر میری اُمت پر شاق نہ ہوتا تو میں مسواک کو فرض کر دیتا۔مسواک کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا پسند تھا کہ عام طور پر مسواک فرماتے رہتے تھے۔اسی کو ارشاد فرمایا کہ اس کو اگر اُمت پر مشکل نہ ہوتا تو اُمت پر فرض قرار دے دیتا۔تو اسی لئے فرض نہیں کیا کہ اُمت کو مشکل ہوگی۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ رات کے تیسرے حصے میں عشا کی نماز پڑھو۔لیکن میں نے اس کو کیا نہیں ہے کہ اُمت کے لئے مشقت ہوگی۔ سہولت کا اللہ ﷻ نے بھی کہا ہے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سہولت کے کام بتلائے ہیں۔وہی کام بتائے ہیں، وہی ذمہ داریاں بتلائی ہیں۔جو آدمی سہولت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔اس بنا پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا کہ یہ کرو اس بات کی دلیل ہے آدمی کر

سکتا ہے، اگر آدمی نہ کہہ سکتا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نہ کہتے۔ بہرحال عرض یہ کررہا تھا کہ اللہ ﷻ نے سارا کچھ ہمارے اختیار میں دے دیا ہے۔ یہ اعضاء و جوارح ہمارے ہاتھ میں دے دیئے، یہ ہمارے زرخرید غلام ہیں تو ان سے وہی کرو جو اللہ ﷻ چاہتے ہیں تاکہ وہ حالات آجائیں جو تم چاہتے ہو۔

دس دفعہ سورت اخلاص پڑھنے سے جنت میں ایک محل تیار ہو جاتا ہے

دنیا میں تمام حالات بھی تمہارے قبضے میں دے دیئے ہیں، اور آخرت کے حالات کا بھی یہی حال ہے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی نہ کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی اچھی صورت اختیار کر لیتا ہے مثلاً یہ کہا کہ ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**'' اس کو اگر آدمی تین مرتبہ پڑھ لے تو جہاں پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے وہیں اگر دس مرتبہ پڑھ لے تو وہ جنت میں ایک محل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں معراج پر گیا تو واپسی پر ابرہیم علیہ السلام ملے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابا جان ہیں ہمارے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے دادا جان ہیں جس طرح ابا جان کو بچوں سے محبت ہوتی ہے اسی طرح دادا جان کو بھی بچوں سے بے پناہ محبت ہوتی ہی دادا جان نے وہاں سے پیغام بھجوایا، پوچھا واپس جارہے ہو؟ فرمایا ہاں، واپس جارہا ہوں۔ کہا کہ میری اولاد کو سلام کہنا، پہلے تو یہ کہنا

ہمارے استاد فرماتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اُمت کو سلام کہنا، اللہ ﷻ نے ہر اُمتی کو ہر التحیات میں ''**اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ**'' سلام کا جواب دیا ہے۔ ''**كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى**

آلِهٖ اِبۡرَاهِيۡمَ ''ابراہیم علیہ السلام کا خاص طور سے ذکر کر کے جواب دیتا ہے۔ انہوں نے سلام کہا ہے تو سلام کا جواب دینا چاہئے۔ اور یہ جواب دیا گیا ہے نماز کے اندر اور نماز کے باہر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ استاد فرمانے لگے اُمت بلاشبہ سلام کا جواب دے رہی ہے۔ اور اس وقت سے جواب دے رہی جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے۔ لیکن اتنا جواب دینے کے بعد بھی حق ادا نہیں ہوا ہے، صرف ابراہیم علیہ السلام کا ایک سلام اتنا وزنی ہے۔ اتنا عظیم ہے کہ اس ایک سلام کا جواب بھی نہیں بنتا ہے۔

توسلام کا جواب دینا اور ساتھ یہ کہا کہ ان سے کہہ دینا کہ جنت میدان ہے اس کے اندر کے جو باغات ہیں، یہ جنت جو ہے میدان ہے، اس کے اندر باغات تمہارے اعمال ہیں'' **سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكۡبَرُ** '' جب تم ایک دفعہ سبحان اللہ کہتے ہو تو جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے۔ الحمد للہ کہتے ہو تو دوسرا درخت لگتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کہتے ہو تو تیسرا درخت لگتا ہے۔ اللہ اکبر کہتے ہو تو چوتھا درخت لگتا ہے۔ باغ تیار ہو رہا ہے۔ وہاں کے باغ خود بنانے ہیں، یہیں رہ کر خود تیار کرنے ہیں۔ جس وقت چاہے، باغ لگانا چاہے، اس کو اختیار ہے اور جتنا بڑا چاہے باغ لگالے۔ باغ میں مشقت بہت کم ہے اور اجرت بہت زیادہ ہے۔

بڑی فضیلت والا ایک چھوٹا سا وظیفہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تھے، ہماری اماں جان ایک ڈھیر لگا کے بیٹھی تھی

گٹھلیوں کا اور اسے پڑھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے دیکھ لیا نماز کے لئے جا رہے تھے۔ نماز پڑھی فارغ ہوئے عام طور پر اشراق کے بعد واپسی ہوتی تھی۔ واپس آئے تو اماں جان ابھی تک گٹھلیاں پڑھ رہی تھیں۔ اس پر حضور ﷺ نے پاس بیٹھ کر اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ دیکھو ''**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَ رِضَا نَفْسِہٖ وَ زِنَۃَ عَرْشِہٖ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ**'' یہ چند الفاظ ہیں اس کو حضور ﷺ نے چار دفعہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے یہ جو چار دفعہ پڑھا ہے وہ تمہارے ڈھیر سارے پڑھے ہوئے سے کئی گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ بہت سارا اکھٹا کرنا چاہو، تو بہت سارا اکھٹا ہوسکتا ہے۔ تھوڑا کرنا چاہو، تو تھوڑا ہوسکتا ہے۔

لیکن عرض یہ کر رہا تھا کہ شعور سے کام لینا ہے بے شعوری پر بات ہو رہی ہے۔ جس وقت آدمی (اس کو میں اُمہات الصفات کا ذکر کر رہا تھا) اللہ کی صفات کو اٹھتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے، چلتے ہوئے اسی کا تکرار کریں۔ اور اس کو دل و دماغ میں بٹھالیں۔ کہ اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ سن رہا ہے، تو کسی غلط کام کو سوچ بھی نہیں سکتا اور صرف تین صفات ہیں۔

اللہ دیکھ رہا ہے

مشہور قصہ ہے ایک آدمی تھا، اس نے اپنے بچے کو چھوڑا ایک استاد کے پاس پڑھنے کے لئے۔ استاد اس وقت الف، باء، تاء یا الف انار، ب بلی سے شروع نہیں کرتے تھے۔ بلکہ شروع کیا جاتا تھا ایمان سے۔ اس بچے کو اس نے ایمان سکھانا شروع کیا ایمان سیکھایا اور ایمان آ گیا اس بچے میں۔ بچے کو ایمان سیکھانا بہت

آسان ہوتا ہے۔ بچے کی تختی بالکل خالی ہوتی ہے جولکھنا چاہو لکھ سکتے ہو۔ ایمان سیکھ لیا بچے نے۔

ابھی ایمان ہی سیکھا تھا، آگے قرآن سیکھنا تھا قرآن شروع ہی کیا تھا کہ وہ آ گیا اور اس نے کہا کہ میں تو اپنے بیٹے کو لے کر جاؤں گا۔ مولوی صاحب بچارے نے بہت منت سماجت کی کہ بہت ذہین بچہ ہے، بہت محنتی بچہ ہے۔ اس نے کہا نہیں مجھے اپنا کام سکھانا ہے لے گیا زبردستی تو کر نہیں سکتے تھے۔

بچے کو گھر لے گیا اور گھر میں اپنا کام سکھایا، وہ چور تھا، چوری کیا کرتا تھا، نقب لگایا کرتا تھا۔ اس نے بچے کو بھی ساتھ لیا، اور چوری کرنے کے لئے نکل گیا، ایک جگہ پر پہنچے۔ رات اندھیری تھی اور وہاں جا کر بچے کو اس نے ایک کونے پر مناسب سی جگہ پر کھڑا کیا اور کہا وہاں کھڑے ہو جاؤ اندھیرے میں اس دیوار کے سہارے پر، اور میں اس سامنے کی دیوار پر نقب لگاتا ہوں۔

اس نے سوراخ کرنا شروع کیا اور ساتھ یہ کہا اس بچے کو کہ دیکھو میں سوراخ کرنے لگا ہوں اِدھر اُدھر چاروں طرف دیکھتے رہیو، اگر کوئی دیکھے تو یوں پیر مار دینا کہ دیکھ رہا ہے، اس نے کہا بہت اچھا۔ بچہ کھڑا رہا وہ نقب لگاتا رہا جب نقب لگ گئی اور وہ اندر داخل ہونے لگا گھر میں تو بچے نے پاؤں مار دیا، کہا، کہ دیکھ رہا ہے زبان سے بھی کہہ دیا، اور پاؤں سے بھی کہہ دیا۔ غرض بھاگ اٹھا، چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اب باپ آگے آگے اور بیٹا پیچھے، پیچھے، بھاگے، بھاگے، بھاگے۔ جب گاؤں سے نکل گئے تو چور رُک گیا، کہ کوئی آہٹ آنی چاہیے تھی، کوئی جب دیکھتا ہے چوروں کو، تو چور چور کرتا ہے۔ لوگ نکل آیا کرتے ہیں اور تعاقب کیا جاتا ہے۔ تو

نہ کوئی آہٹ اور نہ کوئی آواز تھی۔ پھر مڑ کے دیکھا تو کوئی نظر بھی نہیں آیا، تو اس کو اندازہ ہوا کہ بچے کو غلط فہمی ہوئی ہے۔تو اس نے غصے میں بیٹے سے کہا، کون دیکھ رہا تھا؟ اس نے کہا کہ اللہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ کوئی دیکھے تو بتانا کہ کوئی دیکھ رہا ہے اس نے بتا دیا۔ بچہ چونکہ ایمان والا تھا اندر کی بات تھی اُگل دی۔ اندر کی بات اندر چلی گئی۔ باہر کی بات باہر رہ جاتی ہے گھر واپس آئے تو باپ نے بیٹے سے کہا کہ شکر ہے تو ایمان سیکھ گیا۔ آ اب تو بھی غسل کر لے اور میں بھی غسل کر لوں اور اللہ سے توبہ کر لیں۔

توبہ کے دو حصے

اس توبہ کے دو حصے ہوتے ہیں ایک حصہ تو آدمی آسانی سے کر لیتا ہے کہ زبان سے کہتا ہے کہ یا اللہ معاف کر دے۔ یا اللہ معاف کر دے۔ یا اللہ معاف کر دے۔ یہ تو آدمی کرتا رہتا ہے۔ آگے دوسرا حصہ توبہ کا یہ ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں محنت کرنی پڑتی ہے وہ یہ یا اللہ معاف کر دے آئندہ نہیں کروں گا۔ آئندہ نہیں کروں گا

اس پر توبہ ختم ہوتی ہے۔ تو دونوں حصوں کی توبہ کر لیں کہ یا اللہ معاف کر دے اور آئندہ چوری نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح زندگی گزارنے کی توفیق دیدی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

شادی کے رسم ورواج

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلاً، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔

قابلِ احترام دوستو، بزرگو اور عزیزو! بس آخر یوں معلوم ہوتا ہے یہ کائنات سے جو کچھ نکل رہا ہے اس سے انسانی زندگی بنتی ہے۔ ہماری زندگی گویا کائنات سے نکلنے والی چیزوں پر موقوف ہے۔ غلے نکل رہے ہیں، پانی نکل رہا ہے، دوائیں نکل رہی ہیں، پھل نکل رہے ہیں، تیل نکل رہا ہے، ضروریات زندگی ساری اس زمین میں سے نکل رہی ہیں۔

اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اس کا سورج سے بھی تعلق ہوتا ہے، سورج کی گرمی سے بھی تعلق ہوتا ہے، چاند کی روشنی سے بھی تعلق ہوتا ہے، ہوا سے بھی تعلق ہوتا ہے، پانی سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں کائنات سے ہی نکلتی ہیں۔ اور سمجھا جاتا ہے کہ انسانی زندگی کائنات پر موقوف ہے اور کائنات کی چیزوں پر۔

اس بنا پر جن کو سمجھدار سمجھا جاتا ہے وہ اسی پر زور دے رہے ہیں کہ کائنات کو دیکھو۔ اور تم نے اس کو سمجھ لیا تو سب کچھ تمہارے ہاتھ میں آ گیا۔ بڑے، چھوٹے ایک دوسرے کو نصیحتیں، وصیتیں بھی یہ کرتے ہیں کہ دیکھو، اس کو سنبھالو، اس لئے کہ نظر آ رہا ہے زندگی اسی سے بنتی ہے، اور یہ نہ ہو تو زندگی بگڑتی ہے۔ حاکم بھی اسی میں لگے ہوئے ہیں، اور مالدار بھی اس میں لگے ہوئے ہیں۔ اور جتنا اس وقت میں تعلیم یافتہ طبقہ ہے از اوّل تا آخر اسی میں لگا ہوا ہے۔ اور ترقی یافتہ قومیں بھی وہ کہلاتی ہیں جو کائنات میں زیادہ سے زیادہ محنت کر کے کائنات میں سے چیزیں نکال رہی ہیں۔ اور انہی کی زندگی کو شاندار زندگی سمجھا جاتا ہے۔

اور باقی ترقی یافتہ قوموں کے دُم چھلّے ہیں چھوٹے چھوٹے، وہ بھی اسی

طرف چل رہے ہیں۔ کہ کائنات کی چیزوں کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا جائے، ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ کائنات کی چیزیں زیادہ سے زیادہ جمع ہوں۔ جتنی زیادہ ہوں گی اتنا ہی ہمارا ملک ترقی کرے گا، اور ہمارے بچے بھی ترقی کریں گے، اور ہماری قوم بھی ترقی کرے گی، اور سب کچھ ہو جائے گا۔ ایک راستہ ہے جو چل رہا ہے۔

کائنات کی چیزوں سے زندگی نہیں بنتی

دوسرا راستہ یہ ہے کہ کائنات کی ان چیزوں سے زندگی نہیں بنتی، نہ کائنات سے نکلنی والی چیزوں پر ان کی زندگی موقوف ہے۔ یہ سوچ انتہائی اتنی احمقانہ ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ یا یوں کہئے عام سطحی قسموں کے ذہنوں کی پیدوار ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اور تمام نبیوں کے سردار سید الکونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی تمام کتابیں تورات بھی، زبور بھی، انجیل بھی اور ان کے تمام صحیفے بھی اور قرآن مجید بھی یہ سب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، کہ کائنات کی چیزوں پر انسانی زندگی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ کل کائنات کی زندگی (سابق وقت کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آمد کے بعد کی بات بیان کروں اس لئے کہ ان کی بات کروں گا تو وقت لمبا ہو جائے گا) کائنات پر موقوف نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ کائنات ہیں

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں آ گئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ کائنات ہیں، کائنات کی جڑ ہیں، کائنات کی بنیاد ہیں، کائنات کو پیدا ہی ان کے لئے کیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ کائنات ہے۔ اس تمہاری ساری کائنات کی زندگی اور اس کائنات میں رہنے والوں کی زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر سے نکلنے

والے اعمال پر موقوف ہے۔ اور اس پر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کھربوں مرتبہ قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ یہی حق ہے، باقی سب جھوٹ ہے۔ حضور ﷺ کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال جب وجود میں آتے ہیں تو کائنات کو زندگی مل جاتی ہے۔ کائنات کی زندگی اُبھرتی ہے، نکھرتی ہے، اس میں سکون پیدا ہوتا ہے، اس میں محبتیں اُبھرتی ہیں، اس میں عزت ملتی ہے، اس میں وہ سب کچھ وجود میں آتا ہے جس کو زندگی کی بنیاد کہا جاتا ہے۔

اور جس وقت میں حضور ﷺ کے جسدِ اطہر سے نکلنے والے اعمال وجود میں نہیں ہوتے تو دنیا بھر میں فساد ہوتا ہے، بحر و بر میں فساد ہوتا ہے، سب کی زندگی بگڑتی ہے، حاکموں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، محکوموں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، مالداروں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، غریبوں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، گھر کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، ملک کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، اپنوں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، غیروں کی زندگی بھی بگڑی ہوئی ہوتی ہے، نہ اندر سکون ہوتا ہے، نہ گھر میں سکون ہوتا ہے، نہ محلے میں سکون ہوتا ہے، نہ شہر میں سکون ہوتا ہے، نہ ملک میں سکون ہوتا ہے، نہ کسی کی عزت محفوظ ہوتی ہے، نہ کسی کی جان محفوظ ہوتی ہے، نہ کسی کا مال محفوظ ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے بالکل کھلے انداز میں وضاحت سے بیان کیا ہے جو اصل حقیقت تھی ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ'' بر و بحر میں جہاں کہیں تمھیں فساد نظر آتا ہے، کسی صوبے میں، کسی ملک میں، کسی براعظم میں، کسی گھر میں چھوٹا فساد، بڑا فساد ''بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاس'' لوگوں کے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے، آدمی کے اپنے غلط اعمال ہیں۔ جب آدمی کے وجود سے

یہودیوں کے اعمال نکلیں گے، نصرانیوں کے اعمال نکلیں گے، اِسراف کے اعمال نکلیں گے، بے حیائی کے اعمال نکلیں گے، زنا نکلے گا، جھوٹ نکلے گا، گالیاں نکلیں گی، غلط اعمال نکلیں گے، بدکردار اور بداعمال قوموں کی، مغضوب والوں کی جو زندگی ہے جب وہ وجود میں آوے گی، تو انسانی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، سکون غارت ہو جائے گا، کسی کی عزت محفوظ نہیں رہے گی، کسی کی جان محفوظ نہیں رہے گی، کسی کا مال محفوظ نہیں رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی رحمت اور آپ کے اعمال بھی رحمت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں ان کے وجود سے نکلنے والے اعمال بھی رحمت ہیں عالمین کے لئے، یہاں کے لئے بھی اور جہاں کوئی رہتا ہے سب کے لئے رحمت ہیں۔ تمام آسمانوں والوں کے لئے بھی رحمت ہیں، اور تمام زمینوں والوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ صرف انسانوں کے لئے رحمت نہیں بلکہ تمام جانوروں کے لئے رحمت ہیں، اور تمام جانداروں کے لئے بھی رحمت ہیں اور تمام پہاڑوں کے لئے بھی رحمت ہیں، سمندروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔

نہ صرف یہاں کے لئے رحمت ہیں بلکہ موت کے وقت کے لئے بھی رحمت ہیں، اور قبر کے لئے بھی رحمت ہیں، عالم برزخ کے لئے بھی رحمت ہیں، پل صراط کے لئے بھی رحمت ہیں، میدان محشر کے لئے بھی رحمت ہیں، اور ابدالآباد، والی جو زندگی آنے والی اس کے لئے بھی رحمت ہیں۔ ان کا وجود بھی رحمت اور ان کے وجود سے نکلنے والے تمام اعمال بھی رحمت ہی رحمت ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلنے والے اعمال وجود میں آئیں گے اس وقت

سب کوسکون نصیب ہوگا،عزت نصیب ہوگی،سب کو راحت نصیب ہوگی،سب کو اُلفتیں نصیب ہوں گی،کسی کی عزت کوکسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا،کسی کی جان کوکسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا،کسی کے مال کوکسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

جیسے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو میں کہہ رہا ہوں اسے اختیار کرلو، جو زندگی کے طریقے میں لے کر آیا ہوں وہ ایمانیات بھی ہیں،اورعبادات بھی ہیں، اخلاقیات بھی ہیں،وہ معاملات بھی ہیں،وہ معاشرت بھی ہے۔وہ سارے زندگی گزارنے والے میرے طریقے اختیار کرلو،ایسی عافیت اورامن قائم ہوگا کہ صراحت کے ساتھ ارشادفرمایا کہ جب وہ چیزیں وجود میں آجائیں گی جو میں لے کر آیا ہوں تو اس وقت میں ایسا ہوگا کہ اگرخوبصورت،نوجوان لڑکی زیور سے لدھی ہوئی،اکیلی مکے سے یمن تک چلی جائے گی اوریمن سے مکے تک چلی آئی گی توکوئی اس کی عزت کی طرف میلی نظر سے دیکھنے والانہیں ملے گا۔

اس وقت میں بنیادیہی ہے کفر نے یہ بات پھیلا رکھی ہے،غلط کارقوموں نے اسے اپنے منتہیٰ تک پہنچادیا ہے اور ہر دماغ میں یہی گھسا ہوا ہے،اور ہر دماغ میں یہی کیڑا پھسا ہوا ہے،کہ کائنات کی چیزوں کے بڑھنے سے زندگی بنے گی،اس لئے ساری محنتیں،سارا وقت،ساری استعدادیں،ساری زندگیاں،دن بھی اور رات بھی صرف اس پرخرچ ہورہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چیزیں اکٹھی کرو،زیادہ سے زیادہ چیزیں بناؤ،زیادہ سے زیادہ چیزیں پیدا کرو۔

اورسید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِاطہر سے نکلنے والے اعمال،ان کے قلبِ اطہر سے نکلنے والا ایمان،ان کے قلبِ اطہر سے نکلنے والا اِخلاص،ان کے دماغ سے نکلنے والاعلم،ان کے دل سے نکلنے والا اخلاق،صداقت،محبت،تواضع،خدمت،ایثار،

اوران کے وجود سے نکلنے والے معاملات، صحیح معاملہ لوگوں کے ساتھ، عفو کا، درگزر کا، وعدہ خلافی کسی صورت میں نہ کرنی ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی معاشرت سیدھی سادھی زندگی، سیدھا سادھا کھانا، سیدھا سادھا پہننا، سیدھا سادھا رہنا، ہر چیز میں سادگی، اور حیا، بولنے میں حیا، پہننے میں حیا، چلنے میں حیا، بیٹھنے میں حیا۔

معاشرت کی بنیاد سادگی اور حیا پر

بنیاد ہی معاشرت کی دو چیزوں پر ہے سادگی پر اور حیا پر، جس وقت میں یہ چیزیں وجود میں آتی ہیں راحت نصیب ہوگی، یہ اصل کائنات کی چیزیں ہیں، کرنے کا کام یہ ہے کہ ذہن بدلے، دل کا یقین بدلے کہ کائنات کی چیزوں سے زندگی نہیں بدلے گی، سید الکونین، فخرِ موجودات ﷺ کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال سے زندگی بدلے گی۔ عورتوں کا ذہن بھی یہی بنانا ہے، بچوں کا ذہن بھی یہی بنانا ہے، حاکموں کا ذہن بھی یہی بنانا ہے، حاکموں کے ذہن میں یہی یقین ہو، پڑھے لکھوں کے ذہن میں بھی یہ یقین ہو، اَن پڑھوں کے دل میں بھی یہ یقین ہو اس یقین کو سب سے پہلے بنانا ہے اور اس یقین کی دعوت دینی ہے۔

کوئی چیز تب پیدا ہوتی ہے جب اس کی دعوت چلتی ہے

کوئی چیز پیدا تب ہوتی ہے جب دعوت چلتی ہے اور جب عمل چلتا ہے۔ بد قسمتی یہی ہے، رونا یہی ہے کہ مال سے زندگی بنتی ہے یا جو میں نے دوسرے عنوان سے کہا کہ کائنات سے نکلنے والی چیزوں سے زندگی بنتی ہے، یہ سب کے وجود میں آیا ہوا ہے اور اس کے پیچھے کروڑوں انسان ہیں، بلکہ اربوں کھربوں انسان ہیں، جو اس

دعوت کو چلا رہے ہیں اور اس پر کھربوں روپیہ لگایا جا رہا ہے۔ اور اس پر کوشش کی جا رہی ہے کہ کہیں یہ اُمتِ مسلمہ اپنا رُخ مدینے کی طرف نہ پھیر لے۔ اگر یہ اپنے اعمال پر آ گئی، اگر یہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال پر آ گئی، اور اصل راستہ اس نے اختیار کر لیا، یہ وجود میں آ گیا، اللہ کی قسم اس راستے کا وجود باقی ہی نہیں رہتا۔

انہوں کو خطرہ ہے تو انہی سے اور کسی چیز سے خطرہ نہیں ہے۔ اس بنا پر بھرپور کوشش کی جا رہی ہے تمہیں اپنی لائن پر لگانے کے لئے۔ اس کے لئے پیسہ بھی دیا جا رہا ہے اس کے لئے ہر طرح کی امدادیں بھی دی جا رہی ہیں، اور یہی کائنات کی چیزوں کی محبت دل میں ڈالی جا رہی ہے اور دلوں پر اس کی عظمت بٹھائی جا رہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر چکے ہیں ''**اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ عَنْهَا هَیْبَةُ اْلِاسْلَامِ**'' جب میری اُمت میں دنیا کی عظمت بیٹھ جائے گی تو اسلام کی ہیبت اور اہمیت ان کے دلوں سے نکل جائے گی۔ طے شدہ بات ہے ایک چیز رہتی ہے، دونوں اکٹھی نہیں ہوتی۔ اِس کی عظمت اور اہمیت ہوگی تو اُس کی عظمت اور اہمیت نہیں ہوگی، اور اگر اُس کی اہمیت ہوگی تو اِس کی اہمیت اور عظمت نہیں رہے گی۔ یہی اندھا پن ہے آدمی کا، یہی بہرہ پن ہے انسانیت کا، جو بڑی ہے وہ چھوٹی نظر آ رہی ہے اور جو چھوٹی ہے وہ بڑی نظر آ رہی ہے۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں زوردار دعوت دی ہے ایمان کی، اور شرک کو کرید کرید کا اندر سے نکال کر باہر نکالا ہے، اس لئے کہ اس کا چھوٹا سا بھی ایک ذرہ کینسر سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ جس سے طرح سے شرک مہلک ہے اسی طرح سے دنیا کی محبت مہلکات میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ اعلان کیا کہ مجھے اس کا خوف نہیں ہے کہ فقر آ جائے بھوکے ہو جاؤ، فقر سے مجھے ڈر نہیں ہے۔ بھوک سے مر

جاؤ گے اس کا ڈر نہیں بلکہ خطرہ جو ہے وہ یہ کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے ''**اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا**'' دنیا کو تم پر پھیلا دیا جائے چاروں طرف سے، یہ سامان دنیا آنا شروع ہو جائے، پھیل جائے، گھر گھر میں یہ پہنچ جائے، اور جب یہ پھیل جائے تو تمہارے اندر تنافس پیدا ہو، دوڑ لگے، کہ وہ آگے نکل گیا میں آگے نکل جاؤں، ڈر یہ ہے کہ تنافس پیدا ہو جائے ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا، پھر یہ دنیا تم کو ہلاک کر ڈالے جیسے دوسری امتوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس کا پھیل جانا یہ ہلاکت کا سامان ہے یہ گمراہ قومیں تمہاری ہلاکت کا ہی سامان پیدا کر رہی ہیں کوئی سامان تمہاری بقا کا پیدا نہیں کیا ہے آج تک۔ یہ ہماری نادانی ہے اپنی تعلیمات سے روگردانی ہے، یہ غلط فہمی ہے ہمارا علم غلط ہو گیا ہے اور یہ قوموں کی تباہی کا سامان ہوا کرتا ہے جب علم غلط ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بیان کی ہے اور ان کے وجود اطہر سے نکلنے والے اعمال، ان کے وجود اطہر سے نکلنے والا ایمان، ان کے وجود اطہر سے نکلنے والا اخلاص، ان کے وجود اطہر سے نکلنے والا علم، اور ان کے وجود اطہر سے نکلنے والی معاشرت ہر ہر چیز واحد سبب ہے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا بلکہ پوری کائنات کے بقا کا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ جس وقت اس کائنات میں میرے راستے کی آخری چیز آسان چیز کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ تو جس کسی آدمی کے اندر میرے وجود سے نکلنے والا کوئی عمل نہیں رہے گا اور یہ آخری درجے کا ہلکا سا عمل ہوگا کہ اللہ اللہ کہتا رہے، اللہ اللہ بھی کہنے والا نہ رہے تو اس وقت میں یہ ساری دنیا کو ختم کر دیا جائے گا کہ کوئی چیز بھی باقی نہیں رہے گی یہ آسمان، یہ زمین، یہ پہاڑ، یہ سمندر ہر چیز کو ختم کر دیا جائے گا ''اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ★ وَ اِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ★ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ★ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ

بُعْثِرَتْ ★'' یہ ساری تمہاری کائنات بمع متعلقات کے ختم کردی جائے گی۔ اس لئے کہ اس کی روح، اسی کی جڑ، اس کی اصل سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال ہیں۔ بقا کا سامان بھی وہی ہیں جب وہ باقی نہ رہے جس کے لئے کائنات کو پیدا کیا جب وہ باقی نہیں رہا تو اس کائنات کو باقی رکھ کر کیا کرنا ہے۔ بھوسہ رکھنے کے لئے نہیں ہے بھوسہ تو دانے کی وجہ سے ہے جب دانہ ہی باقی نہیں ہے تو بھوسے کو کاہے کے لئے باقی رکھنا ہے۔

کائنات کی سب سے زیادہ قیمتی چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال ہیں

اس کائنات کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے، قیمت تو ہے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال کی۔ اللہ کے قسم حضور کے اعمال میں سے چھوٹا سا عمل (چھوٹا عمل ان کے باقی اعمال کی بنسبت کہہ دیا ورنہ کوئی چیز بھی چھوٹی نہیں ہے) اس کی قیمت اتنی ہے کہ تمہارے اس کائنات کے سارے خزائن جو پہلے نکل چکے ہیں یا جواب ہیں اور یا جو ابھی نکلیں گے وہ سارے اس کی قیمت نہیں بن سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طریقہ بتایا ہے کوئی مرد، کوئی عورت، کوئی بچہ، کوئی جوان، کوئی حاکم، کوئی محکوم، کوئی آدمی ایمان والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پیشاب کر لیتا ہے، اس کی قیمت تمہاری پوری کائنات نہیں بنتی ہے۔ اس بنا پر یہ شادی کے موقع پر نکاح کے موقع پر یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ دین کی کسی چیز کو ہلکا مت سمجھو بلکہ ان کی ہر بات کو عظیم سمجھتے ہوئے، اس کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر چلنے کی کوشش کرو۔

اگر اس راستے پر آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال

پر آ گئے تمہاری زندگی وہ ہوگی جو حضور ﷺ کی زندگی ہے۔ یہ زندگی امامت کی ہے تم امام ہوگے اور پوری کائنات تمہاری مقتدی ہوگی۔

اور اگر ہم نے حضور ﷺ کی زندگی چھوڑ کر یہود ونصاری کی زندگی اختیار کر لی جیسا کہ اختیار کیا جارہا ہے، اختیار کر لی گئی ہے رہنے میں، کھانے میں، پینے میں، مکان میں، اندر کے شوق جتنے ہیں وہ سارے یہود ونصاری والے ہیں۔ اور حضور ﷺ اس کا اعلان کر چکے ہیں کہ دیکھو یہ اُمت یہود ونصاری کے پیچھے پیچھے چلے گی یہاں تک اگر انہوں نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو یہ اُمت بھی کرے گی۔ جو سود کا نظام اُن کو پسند آ گیا اِن کو بھی پسند آ گیا، جو تعلیم کا نظام اُنہیں پسند آیا اِن کو بھی پسند آ گیا، جو بربادی کا سامان اُن کو پسند آ گیا وہ اِنہیں بھی پسند آ گیا۔ جو کھیلیں اُن کو پسند آ گئیں وہ کھیلیں اِن کو بھی پسند آ گئیں، جس طرح اُن کی شادیاں اس طرح اِن کی شادیاں، اُن کی ساری کمینیاں بلکہ ساری بدمعاشیاں ساری پسند آتی جارہی ہیں اور یہ ہلاکت کا راستہ ہے، اللہ کی قسم بربادی کا راستہ ہے، یہ کفر کا راستہ ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر ہمیں حضور ﷺ کی معاشرت پسند ہی نہیں ہے تو پھر ایمان کا کیا سوال ہے، اسلام کا کیا سوال ہے۔ ایک یہ ہے کہ غلطی سے، لغزش سے خلافِ سنت کام ہو گیا معلوم نہیں تھا اس وجہ سے غلطی ہو گئی کہ معلوم نہیں تھا پکڑا جائے گا کہ کیوں کیا خلافِ سنت؟ ماحول کی وجہ کر لیا یہ گناہ ہوگا۔ لیکن جس کو حضور ﷺ کی معاشرت ناپسند ہو جائے تو یہ کفر ہے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

اس وجہ سے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اس کی پسندیدگی اُمت میں پیدا کی جائے۔ کہ حضور ﷺ کی معاشرت سب سے زیادہ پسندیدہ ہے بہت آسان عمل ہے اجتماعی عمل بھی ہے اور انفرادی عمل بھی ہے دو خاندانوں کا معاملہ ہوتا ہے اور یہ

شادی خوشی کا موقع ہوتا ہے۔اس میں سارے جتنے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں ان سب تک اس کا اثر پہنچتا ہے،خوشی کا موقع ہوتا ہے پھر یہ کہ آگے نسل چلنے کا ایک سلسلہ ہوتا ہے، اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ انفرادی عمل بھی ہے اور اجتماعی عمل بھی ہے، اس بنا پر اس کو شروع کر دیا جائے کہ اس کو سنت کے مطابق ہی کریں گے کہ اس کو حضور ﷺ نے جس طرح کیا ہے، اس لئے یہ ولیمے چھوڑ دو جو تم نے شروع کئے ہوئے ہیں کراچی والوں نے ، یہ ہوٹلوں کے ولیمے یہ لاکھوں کروڑوں کے خرچے ، ایک شہر میں دو بھائیوں کے درمیان شادی ایک کے بچے اور ایک کی بچی آپس میں شادی ہو رہی ہے، اس پر ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے بربادی یہاں تک پہنچنے لگی ہے۔خدا کے لئے مال کو برباد مت کرو یہ خرچ کرنے کی جگہیں نہیں ہیں۔اس طرح حضور ﷺ نے کہیں شادی نہیں کی ہے نہ اِس طرح کہیں بتایا ہے۔

یہ لمبی لمبی باراتیں

یہ لمبی لمبی باراتیں ایک ایک بارات ہزاروں کاریں ہماری بارات میں ایک ہزار کار تھی ہماری بارات میں پانچ سو کاریں تھیں۔کبھی بارات نہیں چلائی حضور ﷺ نے یہ سب یہود و نصاری کی پیداوار ہیں۔تمہارا وقت برباد کرنے کے لئے۔اور پھر اس میں بے پردہ عورتیں اور بچیاں کا بارات میں جانا یہ سب قطعاً حرام ہے، کس احمق نے کہا ہے اس میں شریک ہونے کو۔مخلوط کھانے ،مخلوط شادیاں، مخلوط اجتماعات یہ خالص یہودیت ہے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ،اس کو تم اسلام کہنا چاہتے ہو، یہ یہودیوں کا شعار ہے، یہ نصرانیوں کا شعار ہے، یہ تم نے کچھ ہندوؤں سے لیا ہے، کچھ سکھوں سے لیا ہے، کچھ یہودیوں سے لیا ہے، کچھ نصرانیوں سے

لیا ہے، اسلام کا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اسلام میں سیدھی سادھی شادی ہے، فریقین میں بات ہوئی، وارثوں میں بات ہوئی رشتہ طے ہوگیا کہ راضی ہیں بچی والے رشتہ دینے پر راضی اور لڑکے والے رشتہ لینے پر راضی۔ اس کے بعد نکاح ہونے والا ہے، رشتہ ہوگیا، آمادگی ہوگئی، یہ ایک رشتہ ہے بچی کا بچے کے ساتھ۔ صرف یہ نہیں کہ یہ بچے بچی کا رشتہ ہو رہا ہے یہ سلسلہ بہت لمبا چلنا ہے، اور شادی کا معاملہ بہت نازک قسم کا ہے، کہ رشتہ ہوگیا فریقین راضی ہوگئے۔ فریقین کے رضامندی کے بعد ان کا نکاح بھی ہوجائے یہ کسی کے ہاتھ میں نہیں اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ نکاح ہوگیا، نکاح کے بعد یہ دو دلوں کا جوڑنا کس کے ہاتھ میں ہے؟ صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے، سونے چاندی کی اینٹیں لگادو، سونے چاندی کے تخت بچھادو، سونے چاندی کے محلات بنادو، کروڑوں روپے شادی پر خرچ کرنا یہ دلوں کے جوڑنے کا سامان نہیں بلکہ یہ توڑنے کا سامان ہے۔ سنت سے ہٹو گے دل ٹوٹیں گے، دلوں کے جوڑنے کا سامان حضور ﷺ کے وجودِ اطہر سے نکلنے والے اعمال ہیں۔ دلوں کا جوڑنا کس کے ہاتھ میں ہے؟ دلوں میں محبت پیدا کرنا صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

دلوں میں محبت پیدا ہوگئی، میاں بیوی میں محبت ہوگئی، اولاد دینا کس کا کام ہے؟ کسی اور کے ہاتھ میں ہے؟ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہے، کوئی ڈاکٹر کوئی حکیم کوئی تعویذ کچھ نہیں کرسکتا، اگر اللہ نہیں دیتا تو نہیں دیتا، اولاد دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اولاد مل گئی، اولاد کے مل جانے کے بعد یہ تندرست رہے یہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ یہ صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اس مسئلہ میں مسلمان کافر سارے مانتے ہیں اس بات کو کہ تندرست رہنا کس کے ہاتھ میں ہے۔ اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

صحت مل گئی اس کا ہدایت پر آنا کس کے ہاتھ میں ہے، صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ ہوگیا اور ابوجہل کے بیٹے کو ہدایت مل گئی

نہیں دیتا تو نوح علیہ السلام کے بیٹے کو نہیں دیتا، اور جب دینے پر آئے تو ابوجہل کے بیٹے کو دیدتا ہے، ہے نا، ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سارے مرحلے جب اللہ کے ہاتھ میں ہیں تو پھر کیا صورت کی جائے ان سارے مرحلوں کے یہی طور طریقے ہیں جو تم نے اختیار کرر کھے ہیں؟ یہ طور طریقے نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہے اس کو بھی برباد کے طریقے ہیں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جب سارے مرحلے اللہ کے ہاتھ میں کہ جب نکاح کے جو مراحل ہیں ان کو میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ سارے اتنے کھلے کھلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں کہ دہریے کو بھی یقین ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں کسی اور کے ہاتھ میں نہیں۔ جب سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں، تو جوڑ بٹھانے کے لئے، نکاح کرنے کے لئے اللہ کے گھر میں لے جاؤ جس کے ہاتھ میں سارے مسئلے ہیں۔ مسجد میں آجاؤ، جب سارے مل کر مسجد میں آجاؤ گے تو اس میں علاقے کے، محلے کے، ملک کے اچھے لوگ جمع ہوں گے ان سب کے درمیان ان کا نکاح کردو اور سب کے درمیان بیٹھ کر دعا مانگ لو کہ الٰہی یہ سارے مسئلے تو ہی حل کرنے والا ہے تو ہی جوڑ بٹھا دے، ان کو اولاد صالح بھی عطا کردے، ان کو تندرستی بھی کردے، ان کو ہدایت بھی دیدے، اور آگے نسلوں کے چلنے کی صورتیں پیدا فرمادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا سا بتایا ہے۔ نکاح ہوگیا نکاح کے بعد کوئی دھندا نہیں ہے، کہ آج نکاح ہورہا ہے اور دو سال تیاریاں ہورہی ہیں، نکاح کے بعد رخصتی کردو اور

جس حال میں ہواس حال میں رخصتی کردو، کوئی قضیہ نہیں جہیز کا، کوئی قضیہ نہیں کسی اور چیز کا، جوسہولت سے گھر سے بچی کودے سکتے ہووہ دیدواس لئے کہ بچی کا حق ہے۔اس کے لئے سودی قرضے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔اور اگرتم اپنی ناک بلند کرتے رہے تو ادھر ساری ناک کٹ جائے گی۔ یہ ناک بنانے کی فکر نہیں یہ ناک کٹوانے کی بات ہے۔کہ تم نے وہ راستہ اختیار کیا جوراستہ یہودیوں نے اختیار کیا جوراستہ نصرانیوں نے اختیار کیا۔ یہ ناک کٹنے کی بات ہے یہ ناک بنانے کی بات نہیں ہے۔مسلمان کواسی شادی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔شادی کرانے والوں کوبھی اور شادی کرنے والوں کوبھی شرم آنی چاہئے۔آئے نکاح ہوگیا نکاح کے بعد رخصتی ہوگئی۔

حضرت سعید ابن المسیب ؒ کا واقعہ

حضرت سعید ابن المسیب ؒ جلیل القدر تابعی ہیں اور اپنے دور کے سب سے بڑے محدث ہیں اور اللہ نے مالدار بھی بنایا تھا، ایک دن مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اپنے ایک تعلق والے، اپنے شاگرد سے فرمایا کہ کیا ہواتم آئے نہیں تین دن سے؟ اس نے کہا کہ حضرت میری بیوی کا انتقال ہوگیا تھا لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے اس لئے حاضر نہیں ہوسکا، آپ نے فرمایا اچھا انتقال ہوگیا ہمیں بھی بتایا ہوتا ہم بھی جنازے میں شریک ہوتے، اس نے کہا کہ حضرت وہ رات کا وقت تھا اور دور جگہ تھی، میں نے کہا کہ حضرت کوتکلیف ہوگی اس لئے آپ کو اطلاع نہیں کی۔حضرت سعید ابن المسیب ؒ نے تعزیت کے الفاظ کہے جومناسب ہوتے ہیں کہنے ہوتے ہیں کہنے چاہئے۔اور پوچھا کہ کوئی اولاد بھی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں ابھی شادی ہوئی تھی کہ بیماری ہوگئی اور انتقال ہوگیا۔تھا نوجوان آدمی۔تو حضرت سعید ابن المسیب ؒ نے

ارشاد فرمایا کہ دوسری شادی کرا دیں؟ کہا کہ کرا دیں۔فرمایا کہ بہت اچھا۔اندر تشریف لے گئے، گھر جا کر اہلیہ سے کہا کہ یہ تو تمہارے علم میں ہے بغداد کا جو بادشاہ تھا اس نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھیجا تھا کہ اپنی بچی کا رشتہ میرے بچے کے لئے دیدو۔تو حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے بچے میں اہلیت نہیں ہے اس بات کی میں اپنی بچی اس کے نکاح میں دیدوں۔انکار کر دیا تھا۔

اور وجہ اس کی یہ تھی کہ اس زمانے میں معیار بچے کے لئے ایمان، علم، اخلاق، دیانت، تقوی، زہد تھا، کہ یہ چیزیں بچے میں موجود ہیں یا نہیں، داماد بننے کا یہ معیار تھا۔داماد بننے کا معیار بینک بیلنس نہیں تھا، زمینیں نہیں تھیں، مکانات نہیں تھے، عہدے نہیں تھے، عہدے تو کیا یہ وزارتیں چوڑے چماروں کو مل جاتی ہیں وزارت مل گئی تو کیا ہوا، یہ کوئی کمالات میں سے ہے؟ بدکار سے بدکار مالدار نہیں ہو جاتا ہے، یہ کوئی معیار نہیں ہے، ان کو معیار نہیں بنایا جاتا تھا، داماد بنانے کے لئے۔ بلکہ داماد بنانے کے لئے معیار ایمان تھا، اخلاق تھا، معاشرت تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی، وہ چونکہ اس معیار پر نہیں اترتا تھا اس لئے میں نے انکار کر دیا۔

اب ایک نوجوان ہے اپنے معیار کے مطابق ہے اور اس کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے، ابھی شادی ہوئی، بیمار ہوئی، انتقال ہو گیا۔اگر تمہاری رائے ہو تو اس سے اپنی بچی کا نکاح کر دیں؟ بیٹی پاس موجود ہے اہلیہ بھی موجود ہے، بیٹی نے کہا کہ ابا جان آپ سے بہتر میرے لئے کون سوچ سکتا ہے، تو اس پر حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری تو رائے ہے کہ کہ نکاح کر لیا جائے مجھے بہت پسند ہے، انہوں نے کہا کہ آپ کو پسند ہے تو ہم کو بھی پسند ہے۔

اندر رائے بن گئی اس وقت باہر آئے اور اس مجلس میں جو آدمی بیٹھے ہوئے

تھے ان سے فرمایا بیٹھے رہیں اور خطبہ پڑھا اور خطبہ پڑھنے کے بعد وہ نوجوان یہ کہتا ہے کہ مجھے مخاطب ہو کر کہا میں نے اپنی بیٹی فلاں اس کا نام لے کر اتنے حق مہر کے بدلے میں عقد کیا، وہ کہتے ہیں میں نے یہ تو کہا کہ میں نے قبول کیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، کہ اتنے بڑے آدمی کی بیٹی کو میں اپنے ہاں کہاں رکھوں گا، نہ میرا گھر اس قابل نہ میری معاشرت اس قابل یہ کیسے ہوگا کیا ہوگا؟ واقعہ یہ ہے کہ میری طبیعت پریشان ہوگئی، نکاح کے بعد مجلس ختم ہوگئی۔ مغرب کا وقت ہوگیا سب اپنی عبادت میں لگ گئے اور میں نماز پڑھ کر اپنے گھر آ گیا، حسبِ دستور میں گھر آ گیا تو گھر جو روٹی سالن رکھا تھا کھا گیا اور اسی سوچ میں میں مبتلا تھا کہ کیا کروں گا اور کیسے کروں گا؟

اسی فکر میں بیٹھا تھا کہ دستک ہوئی، میں نے پوچھا کہ کون؟ انہوں نے کہا کہ سعید ابن المسیب، میں نے جلدی سے گھبراہٹ میں کنڈا کھولا اور باہر نکلا اور مصافحہ کیا، سلام عرض کیا، اور کہا کہ حضرت اندر تشریف لائیں۔ فرمایا کہ میں نے اندر نہیں آنا، تم مغرب کے بعد آ گئے میں ابھی نوافل میں مشغول تھا تم چلے آئے، میں گھر پہنچا میں نے بچی سے کہا کہ تیرا نکاح ہوگیا ہے اور جب بچی کا نکاح ہو جائے تو باپ کو ایک رات بھی اپنے گھر رکھنے کا کوئی حق نہیں، خاوند کی اجازت کے بغیر، تو اب تیرا یہاں رہنا جائز نہیں ہے، اہلیہ کو بھی کہا۔ ماں کو بھی مسئلہ معلوم تھا اور بچی کو بھی مسئلہ معلوم تھا۔ وہ اب چلے گئے ہیں تو اب میں تمہیں وہاں پہنچا آتا ہوں، یہاں اس کی اجازت کے بغیر بچی کا وقت نہیں گزرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے بھی جلدی سے تیار کر لیا اور میں تیری گھر والی کو لے کر آیا ہوں، یہ تیری بیوی ہے اور بیٹی سے کہا کہ یہ تیرا خاوند ہے، اور یہ تیرا گھر ہے اندر چلی جا، اور جب بیٹی اندر جانے لگی تو اپنے داماد سے کہا کہ

یہ تھیلی ہے اپنے پاس رکھ لو اشرفیوں کی بھری ہوئی تھیلی تھی پورے وزن کے ساتھ، اور یہ کہا کہ اپنی ضروریات میں خرچ کرتے رہنا۔ اگر اپنی بیٹی کو دینا ہے تو اس طرح سے ہو پھر یہ اشرفیاں کام آئیں گی جو ضرورت کی چیز ہو اور اس سے کاروبار بھی ہوسکتا ہے، زندگی کی جو ضروریات ہوں گی اس کے مطابق خرچ ہوتا رہے گا، دینے کا انداز بھی یہی ہو اور شادی کا انداز بھی یہی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی شادیوں کے ولیمے

اتنی شادی سنت ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے، جہاں تک ولیمے کا تعلق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی شادیوں کے درمیان میں ایک دفعہ بکری بھی ذبح کی ہے اور اس کا سالن بنا ہے اور روٹی پکی ہے، اور روٹی کھلائی بھی ہے لوگوں کو بلا کر، ایک شادی کے موقع پر صرف۔ باقی جتنے بھی نکاح ہوئے ہیں کسی شادی کے موقع پر اس طرح روٹیوں کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اتنا ہوا کہ جس رات شادی ہوئی رخصتی ہوئی رخصتی ہونے کے بعد اگلے دن صبح کے بعد دسترخوان لگا، لوگ آئے جس طرح جماعت والے لے کر آتے ہیں اپنا اپنا کھانا لے کر سنت کے مطابق آگے دسترخوان پر کھانا بھی نصیب ہو گیا جب دس آدمی کھانا لے کر آتے ہیں تو بیس آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان بھی کھا لیتے تھے، تو کھانا شروع ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ یہ ہمارا ولیمہ ہے، کبھی ایسا ہوا کہ کھجوریں بانٹ دیں اور وہ کھجوریں کھا کر فرمایا کہ یہ ہمارا ولیمہ ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس ولیمہ اس طرح کے ہیں، صرف ایک ولیمہ بکری کا ہے، بکری نے ایسا پکڑا ہے اُمت کو، یہ ساری ہوٹلوں پر پہنچ گئی کہ اُمت اس پر کروڑوں روپیہ ضائع کر رہی ہے، اور اسی ایک ولیمہ میں گڑبڑ ہو گئی، اس لئے کہ

جب کھانے والے اکھٹے ہوا کرتے ہیں تو اس میں گڑبڑ ہوا کرتی ہے۔

ہوا یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی تھی، اسی کمرہ میں جہاں وہ رہا کرتی تھیں، یہ کھانے کا کمرہ ہے یہ رہنے کا کمرہ ہے یہ فلاں کمرہ ہے یہ فلاں کمرہ ہے، وہ تو ایک ہی کمرہ ہے اور اسی ایک کمرہ میں کھانا کھلایا جا رہا ہے، مہمانوں کو۔ایک پارٹی نے کھالیا پھر دوسری پارٹی نے کھالیا، پھر تیسری پارٹی نے کھالیا، لیکن کھانے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی شروع ہوجایا کرتی ہیں، یہ خیال نہیں کہ ہم کہاں بیٹھے ہیں، باتیں اتنی لمبی ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بوجھ محسوس ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کمرے سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے، کہ ان کھانے والوں کو شاید میرے اٹھنے سے ہوش آجائے۔کہ یہ اٹھ کر چلے جائیں اس لئے نئی نویلی دلہن کو الگ تکلیف ہورہی اور ہمیں الگ تکلیف ہورہی۔لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اٹھنے کے بعد بھی وہ نہ اٹھے، اس پر قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔اور کہا کہ ہمارا نبی تو شرماتا ہے لیکن ہم نہیں شرماتے۔کسی کے گھر میں کھانا کھایا تو چلتے بنو۔اس جگہ بیٹھنے کا کیا تک ہے۔

تو میں عرض کررہا ہوں کہ شادی جتنی ہے وہ اتنی سی سنت ہے۔اس شادی پر آجاؤ کھربوں روپے بچ گئے۔پھر تبلیغ کے لئے بھی بہت سا پیسہ موجود ہے، پھر تعلیم کے لئے بھی بہت سارا پیسہ موجود ہے، مساجد کے لئے بھی بہت سارا پیسہ موجود ہے، یتیموں کے لئے بھی بہت سارا پیسہ موجود ہے، بیواؤں کے لئے بھی بہت سارا پیسہ موجود ہے، اور خاص طور پر ان بچیوں کے لئے بھی پیسہ موجود ہے جن کو والدین خرچ کر کے شادی نہیں کر سکتے۔ان کے بال گھروں میں سفید ہو رہے ہیں، اور وہ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ان کی بچیوں کے شادیاں بھی ہوجائیں گی، اللہ ﷻ اس پر آنے کو تم کو توفیق عطا فرمائے۔اور امت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال

پرآنے کی توفیق عطا فرمائے، اور یہ بھی عرض کردوں یہ بڑی استعداد کی بات ہوگی کہ کھڑے کھڑے نہیں کرسکتے سلیقہ سے آتا ہے اور سلیقہ آتا نہیں ہے کہ پہلے کام کرو دعوت کا جس دعوت کی بنا پر یہ اعمال آیا کرتے ہیں پہلے ایمان اور ایمان کی دعوت چلا کرتی ہے پھر عبادات زندہ ہوتی ہیں پھر اخلاق زندہ ہوتے ہیں پھر معاملات آیا کرتے ہیں پھر معاشرت ہوا کرتی ہے۔ جب معاشرت درست ہوجاتی ہے تو امت سنور جاتی ہے اللہ اس سے ساری عزتیں عطا فرماتے ہیں، ناصرف یہ کہ اس کو ملتی ہیں باقی قومیں دین میں داخل ہوا کرتی ہیں ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ★ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ★'' جوق در جوق لوگ دین میں داخل ہوتے ہیں ایمان کے ساتھ، اخلاص، کے ساتھ، معالات کے ساتھ، معاشرت کے ساتھ، تمہارا وجود ہوگا اس کو دیکھ کر قوم نہیں قومیں قوموں کی قومیں، ملک ایک ایک کرکے دین میں داخل ہوں گے، ایک ہی دن میں دو ملک داخل ہوئے ہیں اسلام میں، ایک وقت وہ تھا اور ایک وقت ہمارا ہے جو کچھ ہم نے شروع کررکھا ہے نہ ایمانیات باقی ہیں نہ عبادات باقی ہیں نہ اخلاق نہ معاملات نہ معاشرت، اس کا نتیجہ ہے کہ يَخْرُجُوْنَ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، کہ لوگ دین سے فوج درفوج نکل کر جارہے ہیں پتہ نہیں کہاں کہاں جارہے ہیں شرم آتی ہے اس کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے، اس بنا پر اس راستے کو چھوڑو یہ غلط راستہ ہے ہلاکت کا راستہ ہے بربادی کا راستہ ہے حضور ﷺ والا راستہ اختیار کرو اللہ ﷻ تمہیں ہمیں سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قومی سیرت کانفرنس سے خطاب 12 ربیع الاوّل بروز اتوار

خطبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلًا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وَبَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰا ھُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ★

وَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ اَوْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اسلامی فلاحی مملکت کا تصور اور اس کے بنیادی تقاضے

قابل احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! اسلامی فلاحی مملکت کا تصور اور اس کے بنیادی تقاضے تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں، یہ اِس وقت کا موضوع ہے۔ اِسلامی مملکت اُسے کہتے ہیں جس کی بنیاد صرف اِسلامی اَحکام پر ہو، جس میں مسلمان اور غیر مسلم تمام کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو۔ اس کے بنیادی تقاضے کہ یہ کس طرح وجود میں آئے، اس کے لئے قرآن مجید میں اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بہت کچھ ملتا ہے جس کا مختصر حصہ جو اس وقت بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ سب سے پہلے اس امت کو اپنا مقصدِ حیات وہ بنانا ہوگا جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصدِ حیات تھا۔ جس وقت امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصدِ حیات کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیتی ہے تو اللہ ﷻ کا نظام ہے کہ وہ امت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ حیات آسان فرما دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصدِ حیات اور طرزِ حیات

مقصدِ حیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوت الی اللہ اور اِعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ اور طرزِ حیات پوری شریعت ہے۔ جب تک امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصدِ حیات کو اپنا مقصدِ حیات نہیں بنایا کرتی ہے اس وقت تک امت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ

حیات پر چلنا آسان نہیں رہتا۔

اور اس وقت میں یہی مشکل پیش آئی ہے۔اس بنا پر امت کا سب سے پہلا کام امت میں یہ محنت کرنی ہوگی کہ امت حضور ﷺ کے مقصد حیات کو اپنا مقصد حیات بنائے، ہر فرد امت اپنے آپ کو دین کا داعی بنائے، دعوت الی اللہ اس کا اصل کام ہے۔جس کو قرآن پاک نے کہا ہے ’’كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔‘‘ اور دوسری آیت میں ’’ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ‘‘ پہلی آیت میں وہی مقصد حیات بتایا گیا ہے پوری امت کا، کہ وہ امت اپنا اصل کام اسی کو سمجھے کہ ہم اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔لیکن امت کو دوسرے کام بھی کرنے ہیں دوسرے کام کریں، اصل کام یہی بنائیں۔اور دوسری آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ سارے کے سارے اصل کام تب بنائیں گے جب ایک طبقہ مستقل طور پر اس کام کا ہو رہے۔اس کو ’’وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ‘‘ میں بیان کیا گیا ہے۔

فلاحی مملکت کا پہلا بنیادی تقاضا امتِ دعوت بننا ہے

میرے نزدیک فلاحی مملکت کا بنیادی تقاضا یہی ہے سب سے اوّل نمبر پر کہ اُمت، اُمت دعوت بنے جیسے سید الکونین ﷺ کے وقت میں ہوا۔ہر نبی نے اس دنیا میں آنے کے بعد، نبوت کا کام سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے ایمان سکھایا ہے اور ایمان سکھانے کے بعد عبادت سکھائی ہے۔لیکن سید الکونین ﷺ نے اپنے

ساتھیوں کو سب سے پہلے ایمان سکھایا، لیکن ایمان سکھانے کے بعد عبادت نہیں سکھائی

بلکہ امت کو دعوت سکھائی ہے۔ اس لئے کہ یہ امت دعوت ہی کے لئے پیدا ہوئی ہے جو اس امت کا خاص منصب ہے۔ پہلی امتوں کے متعلق ''**وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ**'' کہا گیا۔ اس میں ہم بھی شامل ہیں انسان ہونے کے اعتبار سے عبادت بھی کرنی ہے اور ''**اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً**'' اور خلافت کے لئے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے لئے بھی ہم تمام امتوں کے ساتھ شریک ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کی خاص صفت

لیکن یہ اُمت ایک خاص تیسری چیز جو خاص اُمت کے لئے کہی گئی ہے ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ'' کہ یہ امت اس کا اصل کام دعوت ہے، یہ دعوت کے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے اس امت کے تمام مردوں کو اور تمام عورتوں کو اور تمام بچوں کو دین کا داعی بنایا گیا ہے۔

جیسے کہ ابتداء میں اللہ ﷻ نے ظاہر فرمایا کہ حضور ﷺ کو نبوت کا کام سنبھالتے ہی سب سے پہلے جو دعوت کا موقع ملا اللہ ﷻ نے غیب سے سامان عطا فرمایا ایک مرد موجود ہے گھر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور ایک عورت موجود ہیں جن کا نام ہے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہماری اماں جان، اور ایک بچہ موجود ہے جن کا نام ہے علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔ یہ تین موجود ہیں سب سے پہلی دعوت حضور ﷺ نے ان تینوں کو دی

ہے۔اور یہ تینوں کے تینوں نے دعوت کو قبول کیا ہے اور تینوں کے تینوں نے ہی دعوت کے کام کو شروع کیا ہے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی مردانہ قوتوں کے اعتبار سے، اللہ ﷻ نے جو ان کو قوتیں عطا فرمائی تھیں۔ ہر طرح کی فصاحت بھی، بلاغت بھی، بڑائی بھی اور خاص طرح کی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ان کی بنیاد پر صبح کو ایمان لائے ہیں۔اور صاحب بدایہ کی روایت ہے کہ وہ دن بھر مکہ میں رہے ہیں اور شام کو جب واپس آئے ہیں تو ان کے ساتھ چھ آدمی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو صبح آپ نے مجھے پڑھایا تھا میں اِن آدمیوں کو پڑھا کر لایا ہوں ان میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جیسے آدمی بھی موجود تھے۔اسی طرح سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے اندر دعوت کا کام کیا اور اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم عصر اور نوجوان ساتھیوں میں دعوت کا کام کیا ہے۔اور یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے۔

کسی مؤرخ کے بس کی بات نہیں

اور کسی مؤرخ کے بس کی بات نہیں کہ ثابت کر کے دکھائے کہ فلاں مسلمان اس امت کا مسلمان تو تھا لیکن دین کا داعی نہیں تھا۔ جو مسلمان تھا وہ دین کا داعی تھا لیکن افسوس کی بات ہے کہ جو امت پیدا اسی کام کے لئے ہوئی تھی قرآن صاف کہتا ہے کہ یہ امت اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے اور یہاں بحث یہ چل رہی ہے کہ سنت ہے یا مستحب ہے یا فرض کفایہ ہے یا کیا ہے؟ اس لئے سب سے پہلا تقاضا فلاحی مملکت کے بننے کا یہ ہے کہ اس امت کا ہر فرد دعوت پہ آئے۔

دوسرا بنیادی تقاضا وحدت اُمت ہے

دوسرے نمبر پر اُمت کی وحدت ہے کہ اُمت ایک اُمت بن کر رہے، اس لئے کہ جب تک اُمت ایک اُمت نہیں بنتی ہے کوئی کام نہیں ہوا کرتا ہے۔ افراد بھیڑ ہے چاہے ایک ارب ہوں یا دس ارب وہ بھیڑ ہے۔ جب تک جماعت نہیں بنتی ہے، جب تک امت ایک نہیں بنتی ہے، جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسد واحد کی طرح کہ ہر

عضو دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ ان کے مفادات ایک ہوں ان کی نگاہ ایک ہو، ان کا یقین ایک ہو، ان کے قدم ایک جانب اکٹھے اٹھتے ہوں اور سب ایک دوسرے کے ساتھ اندر سے جڑے ہوئے ہوں اس طرح سے کہ ہر ایک دوسرے کے کام آرہا ہو۔ بلکہ دیکھا جائے اچھی طرح سے کہ ہر ایک یوں نظر آئے کہ وہ اپنے لئے نہیں بلکہ دوسرے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ یہ زبان جسم کا ایک حصہ ہے ایک عضو ہے یہ بولتی ہے، سر کے لئے بھی یہی بولتی ہے، پیر کے لئے بھی یہی بولتی ہے، ہاتھ میں تکلیف ہو تو یہی بولتی ہے، دل میں تکلیف ہو تو یہی بولتی ہے، لیکن کبھی اس بچاری کو خود کبھی تکلیف ہو تو اپنے لئے بھی کسی وقت بول لیتی ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لئے نہیں بنائی گئی بلکہ یہ سارے اعضا کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ سر ہے یہ سوچتا ہے، پیر کے لئے بھی یہی سوچتا ہے، آنکھ لئے بھی یہی سوچتا ہے، کان کے لئے بھی یہی سوچتا ہے، بلکہ سب کے لئے یہ سوچتا ہے اور جب ضرورت پڑتی ہے تو اپنے لئے بھی سوچتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے لئے نہیں پیدا ہوا بلکہ یہ سب کے لئے بنا ہے اسی طرح سے تمام اعضا کا حال ہے۔ جب تک اُمت کا یہ حال نہیں ہو جاتا اس وقت تک اُمت ان

اخلاق پر جن اخلاق پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو چھوڑ کر گئے تھے ان اخلاق پر اُمت نہیں آسکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی مثال دے کر فرمایا ''اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَالْجَسَدِ الْوَاحِدِاِنِ اشْتَکیٰ عَیْنُہٗ اِشْتَکیٰ کُلُّہٗ اَوْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' جس طرح ایک جگہ درد ہو تو سارا جسم درد محسوس کرے، ایک کی راحت سب کی راحت، ایک کی تکلیف سب کی تکلیف۔

تیسرا بنیادی تقاضا امن وامان ہے

تیسری چیز امن وامان ہے، یہ تقاضے ہیں اسلامی فلاحی مملکت کے، ہر آدمی کی جان محفوظ ہو اور عزت محفوظ ہو اور مال محفوظ ہو یہ بنیادی تین چیزیں ہیں۔ اگر عزت محفوظ نہیں ہے، جان محفوظ نہیں ہے اور مال محفوظ نہیں ہے یہ زندگی زندگی نہیں کہلاتی بلکہ یہ زندگی موت سے بدتر ہے۔ ہر وقت خوف ہو اور یہ ساری کائنات پر چھا گیا ہے کسی ایک جگہ کی بات نہیں ہے حیدرآباد، کراچی کی بات نہیں ہے لندن اور واشنگٹن میں اس سے دس گنا۔ دنیا بھر میں امن وامان ہو، ہر آدمی کی جان محفوظ ہو، مال محفوظ ہو، عزت محفوظ ہو جیسے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْن'' یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مملکت کا ابتدائی منشور ہے لا الہ الا اللہ کہو، جیسے ایک آدمی کو فراست کے ساتھ کہنا چاہئے، دل کے یقین کے ساتھ، کامیاب ہو جاؤ گے اور کامیابی کی صورت جیسے اجمالی منشور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم کلمے والے یقین پر آجاؤ اور اس طرح مان لو جس طرح سچے آدمی کو ماننی چاہیے جس کو ماننا کہتے ہیں، تو یمن سے ایک حسین عورت زیور سے لدھی ہوئی مکہ کی طرف نکلے گی اور اسے غلط نظر سے دیکھنے والا کوئی بھی نہیں ہوگا۔ یہ امن والی صورت صرف کلمے والی اور

ایمان والی زندگی ہی پیدا کرسکتی ہے۔

اِس بنا پر یہ تین بنیادی تقاضے ہیں امت کے۔جس وقت امت اس راستے کو اختیار کرلے گی اور اس راستے پر آجائے جیسے کہ میں نے اپنی تقریر میں لکھا بھی ہے، کہ حلفاً کہا جاسکتا ہے کہ آج اتوار بارہ ربیع الاول کو امت مسلمہ کا ہر فرد، صدر محترم سے لے کر مزدور تک اپنے عظیم نبی کا یہ عظیم عہدہ قبول کرلے فی الواقع ذمہ دار بن جائے ''**كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ**'' تو تیرہ ربیع الاول پیر کے دن نہ صرف ملک کے اندر اور امت مسلمہ میں ہر جگہ امن وامان ہوگا بلکہ بدی اس طرح منہ چھپاتی پھرے گی جیسے کہ اس وقت نیکی منہ چھپاتی پھر رہی ہے۔ بلکہ اس عظیم مہینے میں حضور ﷺ کی یہ پیشن گوئی پوری ہوسکتی ہے کہ کوئی کچا یا پکا گھر باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالی اس میں اسلام داخل کر کے چھوڑیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذمہ دارانہ عمل اُمت کے لئے نمونہ ہے

ذرا دیکھیئے ایک ارب مسلمانوں کو پانچ ارب کی ہر قسم کی دیکھ بھال کیا مشکل ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل، ہر آدمی داعی تھا، ہر آدمی ذمہ دار تھا۔صحابہ کا ذمہ دارانہ عمل امت کے لئے نمونہ ہے۔انہوں نے طے کرلیا تھا کہ ہر قیمت پر خود صحیح چلنا ہے اور ہر قیمت پر دوسرں کو صحیح چلانے کی سعی کرنی ہے۔اور ہر قیمت پر غلط نہیں چلنا ہے اور نہ غلط چلنے دینا ہے۔نتیجہ ایسا ماحول بن گیا تھا کہ نہ غلط بولنے کی گنجائش، نہ غلط سننے کی گنجائش تھی، نہ ہمت تھی اور اس کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا کہ کوئی غلط کہے یا غلط کرے اور اس کو کوئی روکنے والا نہ ہو۔اگر ہر انسان جہاں بھی ہو ذمہ دارانہ انداز اختیار کرے تو کوئی مجرم جرم نہیں کرسکتا اور اگر کرے تو بچ کر نہیں جاسکتا۔جیسے کہ عمر

فاروق ؓ نے فجر کی نماز کے بعد اعلان کیا ایک آدمی قتل ہو گیا ہے اگر قاتل یہاں موجود ہے تو میرے پاس آ جائے، اور اگر یہاں نہیں ہے تو اس کو تلاش کر کے لایا جائے۔اور جب تک قاتل نہیں ملتا مدینہ طیبہ کا کوئی آدمی کسی کام پر نہیں جا سکتا۔ یہ اعلان ہوا اور اسی دن چاشت کے وقت قاتل پکڑا گیا۔

مملکت اس کے بغیر اسلامی فلاحی نہیں کہلا سکتی جب تک امت ایک جسم کے اعضا کی طرح نہیں ہے۔تو ظاہر ہے سر دھڑ کے ساتھ نہیں ہے اور جب سر اپنے دھڑ سے الگ ہو جائے تو کتوں کے کھانے کی چیز بن جاتا ہے اور یہی حال تمام اعضا کا ہے۔اور اگر یہ سر دھڑ کے ساتھ ہے لیکن اس نے دھڑ کے لئے سوچنا چھوڑ دیا ہے تو جب اس پر جوتے پڑیں گے یا تلوار چلے گی تو تمام اعضا اس کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔

میرے پاس آدمی آیا کہ کہ ہمارا ایک عزیز ہے اس کو جنون ہو گیا ہے آ کر اسے دیکھ بھی لیں اور دم بھی کریں اور تجویز بھی کریں کہ کیا کرنا چاہئے۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے جا رہا تھا اس کا عزیز میرے ساتھ تھا میں نے سامنے دیکھا آخری سرے گلی کے، کہ ایک آدمی ایک آدمی کو جوتے مار رہا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے جس کو جوتے پڑ رہے ہیں۔میں نے اس کے عزیز سے کہا کہ یہ وہی ہے جس کو جنون ہے اس نے کہا کہ جی ہاں وہی ہے میں نے کہا کہ یہ اس بچارے مجنون کو کیوں مار رہا ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے گالیاں دیں ہوں گی اس لئے مار رہا ہوگا۔اپنا رشتہ دار ہے وہ بھی اس کا۔میں نے اس کو زور سے آواز دی اس نے میری آواز پر مارنا چھوڑ دیا، جوتے مارنا چھوڑ دیئے۔اور میں اس میں گم ہو گیا کہ یہ سر اس پر کوئی تلوار اٹھائے یا کلہاڑی اٹھائے تو آدمی کی زبان چیختی ہے، دماغ پتہ نہیں کیا کیا تدبیریں سوچتا ہے، پاؤں

دوڑتے ہیں، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، خون سارے بدن میں دوڑنا شروع ہو جاتا ہے، سر سے لے کر پاؤں تک سب بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ہاتھ اٹھتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کٹ جائیں گے لیکن سر کو چوٹ نہیں آنے دیں گے۔ لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ سر پر جوتے پڑ رہے ہیں اور نہ زبان چیخ رہی ہے، نہ پیر حرکت میں ہیں، نہ ہاتھ حرکت میں ہیں، کوئی حرکت میں نہیں ہے۔ اور وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ یہ سر جب تمام جسم کے لئے سوچ رہا تھا تو سب اس کے لئے جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن جب اس نے سب کے لئے سوچنا چھوڑ دیا تو جب اس کو جوتے پڑے ہیں تو کوئی اس کو چھڑانے والا نہیں ہے۔

حاکم و محکوم، امیر و غریب اور مرد و عورت سب کے مفادات ایک ہیں

اِس بنا پر اُمت کے تمام طبقات کی ذمہ داریاں آگے آرہی ہیں، سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نظامِ اسلام لے کر آئے ہیں، اس میں جو محکوموں کے مفادات ہیں وہی حاکموں کی ذمہ داریاں ہیں، وہی ان کا دین ہے۔ غریبوں کے مفادات امیروں کا دین ہے، عورت کے مفادات مرد کا دین ہے، اگر وہ مرد عورت کے مفادات پورے نہیں کرے گا عنداللہ وہ قیامت کے دن مجرم اٹھے گا، بچوں کے مفادات والدین کا دین ہے اور شاگرد کے مفادات استاد کا دین ہے، کمزور کے مفادات تندرست کا دین ہے اور اس کے برعکس بھی، امیر کے مفادات غریب کا دین ہے، حاکموں کے مفادات محکوموں کا دین ہے، حاکم مکلف ہیں محکموں کی جان مال اور عزت کا کما حقہ انتظام کریں، ان کی ضروریات ان کے گھروں تک خود پہنچائیں تاکہ انہیں مجبوراً سائل نہ بننا پڑے۔

اللہ ﷻ کی طرف سے ہر مرد، عورت، بچہ پر جو پابندیاں عائد ہیں ان کے تمام منافع بتا کر، سمجھا کر پابند کیا جائے، لیکن اپنی طرف سے کم سے کم پابندیاں لگائی جائیں۔ محکومین کو ملکی ضروریات بتا کر مناسب ٹیکس لگائے جائیں کہ وہ خوشی سے روپیہ دیں، جبراً کسی سے مال لینا حرام ہے۔ اور پھر رعایا سے جمع کیا ہوا مال صرف ملکی ضروریات میں خرچ کیا جائے، اس میں اسراف نہ ہو۔ اسی طرح محکومین مکلف ہیں کہ اپنے حاکموں کا ہاتھ بٹائیں اس لئے کہ ملک کی قومی، صنعتی، زرعی ترقیاتی پروگرام سب کے ذمہ ہیں۔ یہ ملک سب کا گھر ہے جیسے اپنے گھر پر فراخ دلی سے خرچ کیا جاتا ہے اس پر خرچ کریں۔ دورِ اوّل میں تمام اخرجات سب پبلک اٹھاتی تھی، یہاں تک جو قتال پر یا بیرون ملک دعوت یا سفارت میں جاتے تھے وہ تمام خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ تمام ملازمین اس طرح دفتر میں آتے جس طرح پکا نمازی وقت پر مسجد میں نماز کے لئے آتا ہے۔ اور دفتر میں نماز والی یکسوئی سے کام کریں اور جو لوگ دفتر میں آئیں اپنا کام لے کر، ان کا احترام کریں اور سورج کی طرح ان کو فائدہ پہنچائیں سورج روشنی بھیجتا ہے جو نہ نقد لیتا ہے نہ بل بھیجتا ہے۔ اس سے حکام اور محکومین میں اتحاد ہوگا، اور یہ ملک طاقتور ہوگا۔ ہاتھ کی ایک انگلی بچہ بھی توڑ سکتا ہے لیکن جب یہ پانچ اکٹھی مکا بن جائیں تو دشمن کا بھیجا بھی نکال سکتی ہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ

اور ہمارے ایک بزرگ ایک بڑے ملک کے سربراہ کے پاس گئے تھے اور ان کے سامنے اسلامی نظام کی شاندار تفاصیل اس طرح سے بیان کیں، کہ وہ سربراہ کہنے لگا کہ یہ نظام کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا، کہ اسی لئے تو آپ کے

پاس آیا ہوں کہ آپ جیسے ذہین اور سمجھدار لوگوں کی ہی موجودگی میں ایسا شاندار نظام وجود میں آسکتا ہے۔اور میں ان کی نقل کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایک ارب امت مسلمہ کے قابل قدر علماء اور سیاسی زعماء اور اسلامی ملکوں کے صدور اور وزراء اعظم اور پڑھی لکھی قوم اور جذبہ جہاد سے سرشار فوجیں اوران کے سربراہوں کی موجودگی میں شاندار نظام اسلام موجود نہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا مہینہ ربّ کریم عالَم میں شاندار اسلامی نظام کے آنے کا ذریعہ بنائے۔اوراس ملک کے تمام اکابر اور اصاغر کی جان و مال اور صلاحیتوں کو قبول فرمائے۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ وَ مُحِبِّہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَ کَمَالِہٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَ کَمَالِہٖ

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَصْلِحْھُمْ وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَ اجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ اجْعَلْھُمْ مَنْ یَّشْکُرُ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ وَ اَنْ یُّوْفُوْا بِعَھْدِکَ الَّذِیْ عَاھَدْتَّ اِلَیْھِمْ وَ انْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَ عَدُوِّھِمْ اِلٰہَ الْحَقِّ اٰمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ مَا سَأَلَکَ مِنْکَ نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَ نَعُوْذُ بِکَ مَا اسْتَعَاذَ مِنْکَ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَ اِلَیْکَ الْبَلَاغُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ،

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلٰی سُنَّۃِ نَبِیِّنَا ﷺ

اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا عَلٰی مِلَّۃِ نَبِیِّنَا ﷺ

اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ نَبِیِّنَا ﷺ

یا اللہ تمام امت مسلمہ کی تمام لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما

الٰہی امت کو ایمانِ کامل کی دولت سے مالا مال فرما،

اخلاص کی دولت سے مالا مالا فرما،

آپس کی اُلفت اور محبت کی دولت سے مالا مال فرما،

اخلاق کی دولت سے مالا مال فرما۔

الٰہی ان دولتوں کو عالم میں پھیلانے کے لئے دعوت کی محنت اور قوت سے مالا مال فرما۔

اور دعوت کی قوت جس طرح تو نے ابتداء میں اسلام کے ماننے والوں کو فرمائی تھی اور اس کے لئے جن قربانیوں کی ضرورت تھی وہ قربانیاں آسان فرمائی تھیں آج بھی امت کے لئے وہ قربانیاں آسان فرما۔

ان قربانیوں کے برکت سے پورے عالم میں دین کو عام فرما، تام فرما۔

اور الٰہی اس مملکت کو پورے اسلامی نظام کا حامی بنا۔

الٰہی جس طرح ابتداء میں ہر فرد اس کام کا ذمہ دار تھا اور ہر فرد احکام الٰہی کے مطابق چوبیس گھنٹے زندگی بسر کرتا تھا اسی طرح ہر گھر کو ہر فرد کو اور اجتماعی زندگی کو اپنے احکام الٰہی کا ملجا اور ماخذ بنا۔

رَبِّ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبِّ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبِّ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ وَ اَحِبَّائِهٖ اَجْمَعِيْنَ، بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اختتامی کلمات

بِحَمْدِاللّٰہِ وَ بِعَوْنِہٖ وَ کَرَمِہٖ بڑوں کی دعاؤں اور شفقتوں اور ساتھیوں کی محنت اور کوشش سے دوسری جلد بھی تکمیل کو پہنچی۔ اگر اِسی طرح بڑوں کی دعائیں اور شفقتیں اور ساتھیوں کی محنت اور کاوش کا تسلسل باقی رہا اور زندگی نے وفا کی تو اِن شاء اللہ تعالیٰ تیسری جلد بھی مکمل ہونے پر پیشِ خدمت کر دی جائے گی۔

صاحبزادہ مولانا **محمد یوسف ثالث** قریشی (مدینہ منورہ)

منظوم کلام

بیادِ حضرتِ اقدس مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہماری تھا امیدوں کا سہارا — کئے جاتا ہے ہم سے وہ کنارا
مبارک ہو تمہیں اے جانے والو — مبارک عالمِ برزخ تمہارا
تمہاری شفقتوں والی وہ مجلس — ہے جس کی یاد سے دل پارہ پارہ
تمہاری گفتگو ذکرِ الٰہی — کہاں ہو گی میسر پھر دوبارہ
وہ امت کے لئے راتوں کو رونا — کرے منظور رب سارے کا سارا
جدائی سے تمہاری دل پریشان — ولیکن کیا کرے بندہ بیچارہ
خدائی فیصلہ ہے جب یہ سارا — تو پھر صبر و رضا ہے بس سہارا

رہے آرام دہ مرقد مبارک
رہے حامیٔ و ناصر رب تمہارا

نتیجۂ فکر
بندہ غلام مصطفیٰ غفرلہٗ
ادنیٰ خادم حضرت مفتی صاحب قُدِّس سِرُّہٗ